

عہلان سیفیت

دستیح سرکل

متحل ناول

منظہ ہر کلیم ایم کے

یوسف برادرز پاک گیٹ
متاثر

جمل حقوق بحق ناشر ان محفوظ

اس ناول کے نام نام، مقام، کردار، واقعات
اور پیش کردہ پوشش قطعی فرضی ہیں کسی تحریر کی
جزوی یا کلی طالبعت مغض متفاہیر ہو گئی جس کے لئے
پوشش مصنف پڑھنے قطعی ذمہ دار نہیں ہونگے

ناشران ----- اشرف قریشی

----- یوسف قریشی

پرنٹر ----- محمد یوس

طابع ----- ندیم یوس پرنٹر لالہور

قیمت ----- 60/- روپے



چند باتیں

معزز قارئین!

سلام منون! نیاناول ڈیتھ مرکل "آپ کے ہاتھوں میں ہے اس ناول میں مجرم بڑی خاموشی سے عمران کے ملک میں داخل ہوتے ہیں اور ان کی سرگرمیاں بغیر کسی کو چونکلتے شروع ہو جاتی ہیں۔ لیکن پھر ایک دوست ملک کی طرف سے اطلاع آجائی ہے کہ بین الاقوامی مجرم ان کے ملک میں داخل ہو چکے ہیں۔ حکومت چونک احتی ہے لیکن اس بارے ایک نیا رسی چکر شروع ہو گیا۔ صدر ملکت یہ کیس سیکرٹ سروس کو دینے سے انکار کر دیتے ہیں اور کیس پر نہاد نہ فیاض کو دے دیا جاتا ہے۔ سر جہان اس کیس کو اپنی اناکا مستملہ بنالیتے ہیں اور فیاض کو خاص طور پر منع کر دیا جاتا ہے کہ وہ عمران سے کسی قسم کی امداد نہ لے۔ چنانچہ سوپر فیاض اس کیس پر کام شروع کر دیتا ہے۔ مگر وہ جسے مجرم سمجھ کر متھکڑیاں ڈالتا ہے وہ ایک معزز مہمان ہوتا ہے۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ سر جہان کو اس معزز مہمان کے سامنے فیاض کی غلطی کی معافی مالکی پڑتی ہے۔

آخر کار فیاض کو مجبور ہو کر عمران کے آگے ہاتھ جوڑنے پڑتے ہیں عمران جاپ میں سو دے بازی شروع کر دیتا ہے اور پھر مجرموں کی لاشیں فروخت ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ فیاض کبھی ایک لاکھ روپے میں مجرم

خوبی ہے اور کبھی ڈیڑھ لاکھ روپے میں مجرم کی لاش رقتا ہی ہے — چنانچہ بھی ہے — احتجاج بھی کرتا ہے۔ مگر مجرم تو اُسے خوبی نہیں پڑتے ہیں۔ عمران کا مجرم فروخت کرنے کا یعنی عروج پر ہمچуж جانا ہے اور سوپر فیاض کی دولت میں تیزی سے کمی آتی چلی جاتی ہے۔

اس طرح بالکل منفرد — انوکھی — اور انتہائی دلچسپ کہانی وجود میں آجائی ہے جس میں قدم قدم پر قہقہے گونجتے سنائی دیتے ہیں اور ان قہقہوں کی گونج میں مشین گنوں کی تڑتاہٹ اور مجرموں کی خوبی فروخت بھی خاباری رہتی ہے۔

یہ کہانی بالکل انوکھے انداز میں لکھی گئی ہے۔ الیکٹرانی جسے پڑھ کر آپ بھی بے اختیار قہقہے گانے پر مجبور ہو جائیں گے جس کہانی میں عمران کا ایک نیا روپ سامنے آتا ہے۔ بالکل منفرد اور انوکھا انداز مجھے یقین ہے کہ یہ کہانی آپ کو بے پناہ پسند آتے گی۔

والسلام

مظہر سعید ایم۔ اے

عمران پنے مخصوص میکنی کلر بیاس میں دارالحکومت کی سب سے معروف سڑک کے فٹ پاٹھ پر ٹہلتا ہوا آگے بڑھا چلا جا رہا تھا ۔ اس کے چہرے پر حاقدوں کا آبشار پودی رواني سے بہہ رہا تھا۔ وہ یوں حیرت سے آنکھیں بھاڑ پھاڑ کر دکانوں کے شوکپیسوں اور خیش ایسل لٹکیوں کو دیکھتا جیسے وہ زندگی میں پہلی بار کسی شہر میں داخل ہوا ہو۔

وہ آج کل فارغ نہ تھا اور جب بھی وہ فارغ ہوتا وہ اپنا وقت اس قسم کی حرکتیں کر کے ہی گزارتا تھا ۔ آج بھی اس نے دارالحکومت کے سینکڑوں تعمیر شدہ ہوٹل "فردوس" میں رات کا کھانا کھانے کا فیصلہ کیا۔ چوں کہ اس ہوٹل کا افتتاح چند روز قبل ہوا تھا۔ اور عمران اس سے پہلے کبھی اس ہوٹل میں نہیں گیا تھا ۔ اس نے مکمل تفریخ حاصل کرنے کے لئے اس نے نہ صرف میکنی کلر بیاس پہنابکہ وہ پیدل ہی ہوٹل کی طرف چل پڑا۔ اور اس وقت وہ اس

ہٹلی میں جانے کے لئے ہی فٹ پا تھے پر ٹھلتا ہوا جل رہا تھا۔
”صاحب—کیا آپ میری بات سنیں گے؟“

اچانک عمران کے کافوں میں ایک نسوانی آواز گونجی اور عمران
ٹھٹھک کر رک گیا۔ اس نے تیزی سے مرک کر پکھیے دیکھا۔
جہاں ایک نوجوان اور خوب صورت مقامی لڑکی سادہ مگر صاف
ستھرے لباس میں کھڑی اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ لڑکی
کے چہرے پر پھیلی ہوئی بے پناہ مخصوصیت نے عمران کو بے حد
متاثر کیا۔

”معاف کیجئے—میں اوپنجا سنتا ہوں۔ اس لئے اگر آپ کچھ
سنانا چاہتی ہیں تو آپ کو کافوں پر ہاتھ رکھ کر ترم میں کہنا پڑتے
گا۔“ عمران نے آنکھیں شپشیا تے ہوتے جواب دیا۔
”میں کے کافوں پر آپ کے یا اپنے؟“ لڑکی نے
بڑے مخصوص سے ہجے میں پوچھا اور عمران بے اختیار مسکرا دیا۔
فقرہ خاصا برجستہ انداز میں کہا گیا تھا۔

”میرے کان تو گوند سے چکے ہوتے ہیں۔ آپ نے ہاتھ رکھے
تو وہ بے چارے یچھے کر پڑیں گے۔“ اس لئے بہتر ہی ہے
کہ آپ اپنے کافوں پر ہی ہاتھ رکھ لیں۔ یہ مجھے خلصے مقصود نظر
آرہے ہیں۔“ عمران نے جواب دیا۔

”مگر میرے کان تو بالوں میں چھپے ہوتے ہیں اس لئے مجبوری
ہے۔“ لڑکی نے بڑے مخصوص سے ہجے میں کہا اور دوسرے
لمحے اس نے تیزی سے ہاتھ بڑھا کر عمران کے دونوں کان پکڑ لیئے۔

”اے اے اے مختصر مہ اے اے“ عمران نے
بُری طرح بوکھلائے ہوئے ہجے میں کہا۔ راہ جاتے لوگ بھی فٹ
پا تھا پر ہونے والا یہ عجیب و غریب تماشہ دیکھ کر رک گئے۔ ان
سب کے چہرہ دل پر شدید حیرت لھتی۔

”کیا بات ہے مختصر مہ کیا یہ آپ کو چھپیر رہا تھا؟“
ایک نوجوان نے آگے بڑھ کر پوچھا۔ اس کے ہجے میں ہمدردی
سے زیادہ شرارت لھتی۔

”آپ سے مطلب آپ اپنی راہ لیں“ رُٹکی نے
انتہائی غصیلے ہجے میں اس نوجوان سے کہا اور وہ نوجوان جھمک
کر قیچھے ہٹ گیا۔

رُٹکی نے بدستور عمران کے دونوں کان پکڑے ہوتے تھے
اور عمران کی بُری حالت لھتی۔ اس کے چہرے پر ایک رنگ
آ رہا تھا دوسرا جا رہا تھا۔

”ایک چونی ہے آپ کے پاس“ اچانک رُٹکی نے
عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

”چونی۔ جی چونی۔ آپ چونی کے متعلق پوچھ رہی ہیں
نا۔ جج۔ جی ماں۔ ہو گئی مگر.....“ عمران
نے بُری طرح بوکھلائے ہوئے ہجے میں کہا۔ اور پھر تیزی سے
اپنی حسبوں میں ہاتھ ڈال کر جیبیں بُری طرح ٹوٹ لئے نگا۔

”میرے پاس چونی کم ہے۔ سنیما کی مکمل لینے میں۔ اور
میں فلم دیکھنا چاہتی ہوں“ رُٹکی نے بُری معصومیت

سے جواب دیا اور اُسی لمحے ہاتھ عمران کے کافوں سے بٹا لئے۔
کیا بات ہے ۔۔۔ یہ آپ نے یہاں کیا مجمع لگا کر کھلایا ہے؟
اچاہک ایک ٹریک کانسٹیبل نے مجمع کو ہٹا کر اندر آتے ہوئے
کہا۔

” یہ چونی مانگ رہی ہیں ۔۔۔ عمران نے ایسے ہجے میں کہا
جسیے وہ ابھی روپڑے گا۔

” چونی مانگ رہی ہے ۔۔۔ کیوں ۔۔۔ پاہی نے حیرت
سے آنکھیں پٹپٹاتے ہوئے کہا۔

” سنو کانسٹیبل ۔۔۔ یہ شخص مجھے اغوا کر کے لے آیا ہے۔
اور اب مجھے بھی چاہتا ہے۔ اب میں نے شور مچایا تو مجھے پاٹھل
بنار پا ہے۔ کہتا ہے چونی مانگتی ہے ۔۔۔ ہونہہ ۔۔۔ میں کیوں
مانگوں چونی؟ ۔۔۔ رٹکی نے جمکتے ہوئے ہجے میں کہا۔

” ادھ ۔۔۔ تم اسے اغوا کر کے لے آئے ہو چلو تھا نے؟
کانسٹیبل نے موخپھوں کو مردڑتے ہوئے اور سر ملاٹتے ہوئے کہا۔
ادھوں کے لمحے اس نے جھپٹ کر عمران کی کلامی پکڑ لی۔

” ارے ارے ۔۔۔ یہ جھوٹ بول رہی ہے ۔۔۔ غصب
خدا کا ۔۔۔ عمران نے بُڑی طرح بوکھلائے ہوئے ہجے
میں کہا۔

” مارو مارو اسے ۔۔۔ یہ لوگیاں اغوا کرتا ہے؟
اچاہک مجمع میں سے کسی نے چیخ کر کہا۔ اور شاید مجمع اس قسم
کے موقع کے انتظار میں تھا ۔۔۔ اس لئے وہ سب شور مچلتے

۹

اور پختے ہوئے عمران پر جمیٹ پڑے مگر دوسرا سے لمحے سپاہی کے
حلق سے گالیاں اور چینیں نکلنے شکیں — عمران نے بڑی بھرتی
سے ایک جھٹکا دے کر سپاہی کو اپنے اوپر کر کے خود اس سے
پیچے چھپ گیا تھا اور بے چارے سپاہی پر بے بجا دکی پڑنے
شکیں — اور جب تک جمیٹ کو احساس ہوتا کہ وہ عمران کی
بجلتے سپاہی کو پیٹ رہتے ہیں سپاہی بے چارہ ایجھی خاصی
مرمت کر آچکا تھا۔ اور جب لوگوں کو احساس ہوا کہ انہوں نے
ایک بادردی کا نیٹیبل کو سر عام پیٹ ڈالا ہے۔ وہ سب تیزی
سے مڑے اور پھر جدهر لوگوں کا منہ اکٹھا لوگ بھاگ لئے اور
اسی لمحے عمران نے زور سے کا نیٹیبل کو دھکا دیا اور پھر وہ تیزی
سے بھاگتا ہوا ذرا آگے ایک ریستوران میں گھسا اور پھر اس
کے پھپٹے دروازہ سے نکل کر آگے بڑھتا چلا گیا۔

اس بڑکی نے اچھا خاصاً منسلک بنایا کہ رکھ دیا تھا اور عمران
جانا تھا کہ اگر وہ اب نہ کھا گا تو پھر تھلنے تک تو لازماً جانا ہی پڑے
گا — اور وہ اس وقت تھلنے جانے کے موڑ میں نہیں
تھا۔ اسی لمحے اس نے ایک خلی میکسی کو روکا اور پھر جلدی سے
اس کا دروازہ کھول کر اس میں سوار ہو گیا۔

”ہوشیل فردوس“ — عمران نے ڈرائیور سے مخاطب
ہو کر کہا اور ڈرائیور نے سر ہلاتے ہوئے میکسی آگے بڑھا دی۔
اور عمران بار بار پیچھے مرکر دیکھا رہا جیسے اسے خطرہ ہو کر ابھی مجھے
اس کو پیچھے سے آکر پکڑ لے گا — میکن جب کوئی نظر نہ آیا تو

عمران نے الہمیناں کا ایک طویل سانس لے کر نشست سے سر
لٹکا دیا۔ وہ لڑکی کے اس انداز کی جرأت اور مذاق پر اب
دل ہی دل میں حیران ہو رہا تھا۔ یا تو وہ لڑکی داقتی پاگل تھی یا پھر
صد سے زیادہ خود اعتماد۔ دیسے عمران کو اس کی آنکھوں میں
ایک لمحے کے لئے بھی پاگل پن کی جھلکیاں نظر نہ آئی تھیں۔ اس
لئے وہ ہی سوچ رہا تھا کہ لڑکی نے مذاق کیا ہے۔ بہر حال
وہ لڑکی کی بہت پر دل ہی دل میں داد دے رہا تھا۔

خود ڈی دیر بعد شیکسی نو تعمیر شدہ ہوٹل فردوس کی عظیم الشان
بلڈنگ کے کپیاونڈ میں مرٹگی اور اس کے بڑے گیٹ کے
سامنے جا کر رکی۔ عمران دروازہ کھول کر نیچے اتر ادا اس
نے کرایہ دینے کے لئے جیب میں ہاتھ ڈالا اور پھر نوں چونکا جیسے
جیب کٹ گئی ہو۔ اور اس نے تیزی سے دوسری جیبیں ٹھوٹنی
شردع کر دیں۔

”کراہی دیں۔ یہ ادا کاری بند کریں۔ میں نے آپ جیسے بڑے
ادا کار دیکھے ہیں۔“ اچانک ڈرائیور نے کہختا ہے جیسے
کہا دہ خور سے عمران کی طرف دیکھ رہا تھا۔

”اچھا۔“ میری ادا کاری اچھی ہے۔ بہت اچھے۔ آج
پہلی بار کوئی قدر داں ملا ہے۔ چلو پھر جلدی سے ہمایت کا ر
جلای جلال پوری کے پاس۔“ عمران اچھل کر واپس شیکسی
میں بیٹھ گیا۔

”کیا مطلب۔“ کرایہ نکالو۔ اور نیچے اتر دو رنہ دانت

بابر نکال دوں گا۔ ڈرائیور نے غصہ سے پلٹ کر کہا۔
 ”چلو نکال دو دانتوں کو بابر۔ ویسے بھی عذاب بنے ہوتے ہیں۔
 جسح شام برش کرتے رہو۔ پیٹ ملتے رہو۔ خواہ نخواہ کا خرچہ یہ
 عمران نے بڑے مطمئن ہجے میں جواب دیا۔
 ”تم اترتے ہو نیچے یا نہیں۔“ میکسی ڈرائیور نے چھینتے
 ہوتے کہا۔
 ”ارے ارے بھتی۔“ تم دانتوں کی سجائے آنکھیں نکال
 رہے ہو۔ یہ بات غلط ہے۔“ عمران نے نوف زدہ انداز
 میں نیچے اترتے ہوئے کہا۔
 ”ہونہے۔“ آجلتے ہیں مفت خورے۔ جیب میں پسے نہیں
 اور میکسی پر بیٹھ جاتے ہیں جیسے ان کے باپ کی ہو۔“ میکسی
 ڈرائیور نے ہونٹ بیٹھنے ہوتے کہا۔ اور گیر لٹھا کر میکسی کو آگے
 بڑھانا چاہا۔ اسی لمحے عمران نے جیب سے سو کا ایک نوٹ نکالا
 اور میکسی ڈرائیور کی گود میں پھینک دیا۔
 ”باقي اپنے جیسے کسی مستحق کو دے دینا۔“ عمران نے
 بڑے سنجیدہ ہجے میں کہا اور یہ رہہ ہو۔ ٹھل کے میں گیٹ کی طرف
 بڑے باوقار انداز میں بڑھتا چلا گیا۔ اور میکسی ڈرائیور یوں
 آنکھیں بھاڑے سے عمران کو دیکھتا رہ گیا جیسے دنیا کا آنکھوں عجوں
 اُسے اچانک دکھانی دے گیا ہو۔ اور پھر اس نے چونک کریوں
 تیزی سے میکسی آگے بڑھانی دے گیا۔ ایک لمحے کی بھی دیر ہوئی تو عمران
 اس سے نوٹ دالپس کھینچ لے گا۔

عمران بڑے باوقار انداز میں چلتا ہوا میں گیٹ پر ہنچا۔ میں گیٹ کے دونوں اطراف میں دو باور و می دربان بڑے مکوڈ بانہ انداز میں کھڑے تھے۔ جیسے ہی عمران ان کے قریب پر ہنچا وہ دونوں مشینی انداز میں رکوع کئے بل جھکتے چلے گئے اور عمران بھی چلتے چلتے ٹھٹھک کر رکا اور پھر وہ بھی رکوع کے بل جھکتا چلا گیا۔ وہ دونوں دوسرے لمحے سیدھے ہوتے تو عمران کو لمپتے نہ سامنے رکوع کے بل جھکے ہوتے دیکھ کر بُری طرح چونک پڑنے۔

”ارے ارے صاحب۔۔۔ یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟“

ان دونوں نے حیرت سے بھر پور ہجے میں آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

”مجھے تو کہیں بھی نہیں دکھائی دی۔ ذرا اپنا پیر اٹھاؤ تو۔“

عمران نے جھکے جھکے ایک دربان سے کہا۔

”جی جی۔۔۔ پیر اٹھاؤ۔۔۔ مگر کیوں۔۔۔ دربان نے بوکھلا رئے ہوتے ہجے میں کہا۔

”شاید تمہارے پیر کے نیچے آگئی ہو۔۔۔“ عمران نے سیدھے ہوتے ہوئے کہا۔

”پیر کے نیچے۔۔۔ مگر کیا صاحب۔۔۔“ دربان پہلے کی طرح بوکھلا یا ٹو اٹھا۔

”چونی گرمی بھتی نا تمہاری۔۔۔ وہی ڈھونڈھو رہے تھے نا۔“

عمران نے بڑے معصوم سے ہجے میں کہا۔

”ہی۔۔۔ ہی۔۔۔ صاحب۔۔۔ ہم تو آپ کو سلام کر رہے ہیں۔“

تھے: — دو فوں در بانوں نے بیک وقت دانت نکالتے ہوئے کہا۔

”بہتریز— میں تمہارے قدموں میں بیٹھا ہوا ہوں جو تم اس طرح جگ کر سلام کر رہتے تھے“ — عمران نے اس بار غصیلے لمحے میں کہا۔

”نہ نہ صاحب— سہیں تو میجر صاحب نے ایسے سلام کے لئے کہا تھا جناب— ہمارا کوئی قصور نہیں“ — دو فوں نے عمران کو بگڑتے ویکھ کر لکھیا تے ہوئے لمحے میں کہا۔

”اچھا— میں پوچھتا ہوں تمہارے میجر سے۔ اس نے کیا تماشا بنار لکھا ہے؟“ — عمران نے غصیلے لمحے میں کہا۔ اور پھر تیزی سے در دازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔

”اندر داخل ہوتے ہی وہ تیزی سے چلتا ہوا سیدھا کاؤنٹر کی طرف بڑھا۔ ہو ٹھل کا خوب صورت مالی عورتوں اور مردوں سے پُرستا۔ ہر طرف قہقہے بھرے ہوئے تھے۔

”کہاں ہے تمہارا میجر؟“ — عمران نے کاؤنٹر پر پہنچتے ہی زور سے کاؤنٹر پر پکھا اور کوک دار لمحے میں کہا۔ اور اس کی آواز سے مال پر مک دم سکوت طاری ہو گیا۔ — قہقہے دم توڑ گئے اور سب توڑی چونک کر کاؤنٹر کی طرف دیکھنے لگئے۔

”آپ کون ہیں؟“ — افسوس کیا انداز ہے۔ آپ کو کس نے اندر آنے دیا ہے؟ — کاؤنٹر پر کھڑی ہوئی خوب صورت سی لڑکی نے آنکھیں نکالتے ہوئے غصیلے لمحے میں کہا۔

”میں پوچھتا ہوں کہاں ہے تمہارا نیجہ — میں اس گھٹے سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ وہ دریانوں کو خوبی دیتا ہی کیوں ہے جو انہیں اس طرح ڈھونڈھنی پڑتی ہے“ — عمران نے ایک بار پھر پہلے سے زیادہ قوت سے کاؤنٹر پر مکہ مارتے ہوئے کہا۔ ”میری بات سننے مسرت“ — اچانک ایک شخص نے عمران کے کندھے پر ٹھاٹھ رکھتے ہوئے کہا اور عمران تیزی سے اس شخص کی طرف پلت پڑا۔

”آپ کو ہوٹل کے آداب کا خیال رکھنا چاہیے۔ یہ شرفا کا ہوٹل ہے۔ آپ جیسے لفٹگوں کا نہیں“ — اس شخص نے عمران کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے انتہائی کرختہ لمحے میں کہا۔ وہ خاصاً قومی تہیکل نوجوان تھا۔ اور اس کے ٹھوپس جسم اور چہرے پر موجود کرختی سے صاف دکھائی دیتا تھا۔ کہ اُسے رکھا ہی ہوٹل میں ایسے افراد سے نہیں کے لئے سے۔ ”نج — جی اچھا — بہت اچھا جناب۔ آئندہ خیال رکھوں گا جناب“ — عمران نے بڑے عاجزانہ لمحے میں کہا۔ اور پھر اس سے پہلے کہ وہ نوجوان کوئی اور بات کہتا عمران نے مذکور پہلے سے زیادہ قوت سے کاؤنٹر پر مکہ مارا اور پہلے سے زیادہ بنند آواز سے چینا۔

”کہاں ہے نیجہ کا بچہ — احمق — گدھاء — عمران کی چین سے ہال گونج آٹھا۔“

”کیا خیال ہے جناب — اب شیک ہے“ — عمران

نے بڑے مطلب انداز میں مرکم اس نوجوان سے کہا۔ اور دوسرے لمحہ وہ تیزی سے پچھے ہٹلا۔ اور وہ نوجوان اپنے ہی نعد میں لشوکی طرح گھومتا چلا گیا۔ اس نے عمران پر ہاتھ پھوڑ دیا تھا۔ مگر ظاہر ہے عمران اتنی آسانی سے بھرتے میں کہاں آئے والا تھا۔ اس نے وہ تیزی سے بہٹ گیا تھا۔

”یہ کیا ہو رہا ہے؟“ — اچانک ایک گونجتی ہوئی آواز سنافی دی اور عمران پر ہاتھ چھوڑنے والا تیزی سے اس آواز کی طرف مڑا۔

عمران نے دیکھا کہ سامنے گیلری کے کونے والے کھرے کے دروازے پر ایک اوہ طبع آدمی کھڑا تھا۔ اس کے پہنچے پر حیرت کے ساتھ ساتھ ٹھنڈے کے تاثرات تھے۔ ”باس۔“ یہ شخص بدلتیزی کر رہا ہے۔ اس نوجوان نے ہوش بھلختے ہوئے کہا۔

”تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم یہاں آنے والوں پر ہاتھ چھوڑ دو۔ پچھے ہٹو نا لنس۔“ اس آدمی نے غصیلے ہجے میں کہا۔ اور بھرداہ قدم بڑھا تاہم باعمران کی طرف بڑھتا آیا۔

”میں آپ سے اپنے آدمی کی گستاخی کی معافی چاہتا ہوں۔ فرمائیں میں آپ کی کیا خلامت کر سکتا ہوں؟“ اس اوہ طریقے میں آپ کی کیا خلامت کر سکتا ہوں؟ عمر آدمی نے عمران کے قریب آ کر بڑے کھبرے ہوئے ہجے میں کہا۔

”میں غیر سے مناچا ہتا ہوں۔“ عمران نے بڑے

بادقاں سے بچے میں کہا۔

”ادہ— میں یہاں کافی بھر ہوں فرمائیے“ — اس ادہ عمر نے عمران کو سرنسے پر تک بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کی پیشانی پر بھی ناگواری کی تکنیں اپنارانی تھیں لیکن شاید اس میں تحمل مزاجی کچھ حمزہ دست سے زیادہ ہی تھی۔ اس لئے وہ ہوٹل کے آداب کا خیال رکھ رہا تھا۔

”آپ فیجر ہیں — اے واقعی — اچھا — دیری گدڑ۔ آپ تو مجھے زخمی ہلے آدمی نظر آرہے ہیں“ — عمران نے یوں آنکھیں بچاڑتے ہوئے کہا۔ جیسے اسے یقین نہ آ رہا ہو کہ یہ شخص بھی فیجر ہو سکتا ہے۔

”تعریف کا شکریہ فرمائیے“ — فیجر نے بیزار سے لمحے میں کہا۔

”کیا آپ کے پاس کوئی دفتر نہیں ہے جہاں آپ کسی شرفی آدمی کو لے جاسکیں — فکر نہ کیجیے میں آپ کو چاتے پلانے کے نہیں کہوں گا“ — عمران نے ٹرے سنجیدہ لمحے میں کہا۔ اس کے چہرے پر تمام تر حماسیں گیدم غائب ہو گئی تھیں۔

”ادہ— دیری سوری — تشریف لائیے“ — فیجر نے عمران کے چہرے کو رنگ بدلتے دیکھ کر چونکتے ہوئے کہا۔ اور بھروسہ تیزی سے واپس اُسی دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا جہاں سے مخدار ہوا تھا — اور عمران اس

کے پیشہ پل پٹا۔ البته وہ اس توں سیکھ نوجوان کو آنکھ مارنے سے باذ نہ رہا۔ جذاب ایک طرف خاموش کھڑا تھا اور اس نوجوان نے ایک جھٹکے سے منہ پھر لیا۔ جسے کہہ رہا ہو اگر فخر نہ تپک پڑتا تو وہ عمران کی ڈیلوں کا سر مرہ بنایا کہ رکھ دیتا۔ آئیں تشریف و گھنے یا فیجر نے اپنی کمی پر بیٹھتے ہوئے سامنے رکھے صوفی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”کیا دکھوں — معاف کجئے میں کچھ اونچا سنا ہوں؟“ عمران نے بڑے سنجیدہ ہاتھ میں کہا۔

”میں نے کہا ہے صوفی پر بیٹھئے ہے۔“ فیجر نے اس باد تیز لبجے میں کہا۔ اب اس کے لبجے میں وہ شاشغی باتی نہ رہی تھی جس کا مقابلہ وہ ہال میں کر رہا تھا۔

”اچھا اچھا شکریہ۔“ عمران نے بڑے مسلمان انداز میں کہا اور پھر اطمیثاں سے صوفی پر جلپی گیا۔ ”فرمائیں۔“ فیجر نے اپنے بازو میز پر رکھتے ہوئے پوچھا۔

”آپ کیا سنا پسند فرمائیں کے غزل۔“ قطعہ قصیدہ یا ہجو۔“ عمران نے جیب میں ہاتھ ڈالا جیسے کوئی موئی ٹسی بیاض نکالنا چاہتا ہو، اور فیجر نے جعنخلا کر میز پر پڑھی ہوئی لکھنی پر زور سے ہاتھ مارا۔

”آپ تھے ہی اس قابل کہ آپ کو دھکے مار کر باہر نکال
دیا جاتا۔ نہ کتنے کوئی سے کوئی سے جانور اندر گئیں
آتے ہیں؟“ — فیجر نے پنجھلائے ہوئے ہجے میں
کہا۔ ”اگر فیجر بن کر بیٹھ جاتے ہیں؟“ — عمران نے بڑے
محضوم سے ہجے میں کہا اور فیجر ایک چلک سے اٹھ کھڑا ہوا۔
یہ گفت آڈٹ — میں کہتا ہوں تکل جاؤ دو شہ میں پوس
کو بلوایا ہوں۔“ — فیجر نے صحت ہو تو لمحے میں کہا۔ عصے
کے مار سے اس کے تھنے پر کمی طرح یہ رک رہے تھے۔ معاملہ
شاید اس کی برداشت سے باہر پوچھا گیا۔
آسی لمحے وہی قوی تھیکل نوجوان دروازہ کھول کر انہوں
دادھل چلا۔

”جاوی ایک کوک لاو چلہ ہی۔“ — اور دیکھو ٹھنڈی ہو؟“
فیجر کے بوئے سر پہلے عمران بول پڑا۔ اور وہ نوجوان حیرت
سے سر پا ہوا تیزی سے واپس مرڑ گیا۔ — فیجر واپس
دھم سے اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔
یا فی الحال اس رباعی بیگ زندہ کی وجہ پر وہی غزل بعد میں
سناؤں گا۔ — عمران نے جب سے ایک کارڈ نکال
کر فیجر کے سامنے کھوکھتے ہوئے کہا۔ اور فیجر نے پوشٹ بستی
بیوئے نہ سہری می نظر کارڈ پر ڈالی۔ — اور وہ سر سکھے
وہ یوں اچھلا جیسے کارڈ کی بجائے اُسے میز پر ایتم کیم پڑا۔

پو اندر آگیا ہو۔ اودھ معااف کیجئے۔ معااف

کیجئے۔ مجھے علم نہ تھا میں معاافی چاہتا ہوں۔ — فخر کی
گھر رہنٹکے مارے زیان پکالنے لگے جسی تھی۔ وہ انکھیں
پھٹکے چیرت سے کبھی کارڈ کو دیکھتا اور بھی سامنے بیٹھے
عمران کو۔

آپ نے کیسے تکلیف کی۔ مجھے اطلاع ہوتی تو
دیں آپ کا گیٹ پر استقبال کرتا۔ — فخر بے چارے
کا دا قمی کارڈ دیکھتے ہی بہا حال ہو گیا تھا۔
”کوئی بات نہیں۔ میرا استقبال میری تو قع سے کہیں
زیادہ شاندار ہوا ہے۔“ — عمران نے انکھ میری پڑائیوں
کارڈ اٹھاتے ہوئے کہا اور پھر اس پر ایک نظر ڈالتے ہی اُس
کے حق سے ایک طویل سانس نکلی گی۔ — لشکر دو اپس
جسپ میں ڈال لی۔ اب اُسے معلوم ہوا تھا کہ فخر بے چارہ کیوں
گھر آگیلے ہے۔ کارڈ پستلی دار سرکار اشیائی خیں ہیروں کو کہتا ہے عمران
لپکن جیب میں بخال کیوں کوں سے کارڈ بھر بے دکھا تھا اور
اب اُسے بھی نہیں معلوم تھا کہ کون سا کارڈ پر آئی تو کہ فخر
کے سامنے پہنچا ہے۔ اس لئے تو اس نے کارڈ اٹھا کر
دیکھا تھا۔

میں ایک بلو پھر معاافی چاہتا ہوں۔ — فخر بے چارہ
اپنے سلوک سے گھر ایسا ہوا تھا۔ ظاہر سے نہایا ہو قل کھونا

اور پھر انیشی جنس پیوریو کے سپیشل ڈائئرکٹر سے مکارا۔ ان کے لئے تو موت کے برابر تھا۔

”آپ چاہتے رہیں آپ کو چاہنے سے کون روک سکتا ہے۔ دیسے ابھی آپ کی عسرائی بھی ہے کہ آپ چاہنا چھوڑ کر چاہا جانا شروع کر دیں۔ — عمران کاذبین ایک بار پھر پڑھی بدل گیا تھا۔

”نج — نج — جی — بالکل جناب۔ — نیجبر نے بوکھلائے ہوئے ہجے میں کہا۔ اُسے سمجھہی نہ آ رہی تھی کہ وہ کیا جواب دے۔

”اسی لمحے دروازہ کھلا اور وہی نوجوان کو کاکولاکی بوتل اٹھاتے اندر داخل ہوا۔ اس کا بوتل مکرطنے کا انداز ایسا تھا ہے وہ خیرات میں کسی کو کچھ دے رہا ہو۔

”یہ کیا طریقہ سے مشروب لانے کا ہے وقوف۔ تمہیں اتنی تیزی نہیں کہ صاحب کو مشروب کیسے پیش کیا جاتا ہے۔ گفت آؤ۔ — نیجبر اس نوجوان پر ہی الٹ پڑا۔

”نج — جی ۔ — نوجوان اس اچانک افتاد سے بُری طرح بوکھلا گیا۔

”مباو۔ — ہمارے ہوٹل کا بہترین مشروب گولڈن ڈرالپس لے آؤ جلدی۔ — نیجبر نے غصہ سے ڈانتے ہوئے کہا اور نوجوان تیزی سے مٹک کر دروازے سے باہر نکل گیا۔

”مم — معاف کیجیے۔ — ابھی نیا نیا عملہ ہے۔ انہیں

آداب نہیں آتے جناب ۔ — فیجرنے بے بسی سے باختہ
ملتے ہوئے کہا۔

”آپ نے تو شاید ان صاحب کو دوسروں کو آداب سکھانے
کے لئے رکھا ہوا ہے — اور حیرت ہے کہ اسے خود آداب
نہیں آتے ۔ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور
پھر اس سے پہلے کہ فیجرنے کو فوجواب دیتا۔ اچانک دروازہ ایک
دھنکے سے کھلا اور دوسرے لمحے ایک لڑکی سفستی ہوئی
اندر داخل ہوئی۔

”ذیشی — آج بڑا مزہ آیا ۔ — لڑکی نے بڑی
طرح سہنستے ہوئے کہا۔

”اوے اے محترمہ — آپ یہاں بھی پہنچ گئیں۔
اوے خدا کی قسم میرے کان گوند سے چکے ہوئے ہیں۔ اور
مری جیب میں چونی بھی نہیں ہے۔ — اچانک عمران
نے کھنکا تے ہوئے بجھ میں کہا۔ وہ صوفی پیر سے انہوں کو
کھڑا سو گیا تھا۔ اس کا چہرہ رو دیئے جا لا ہو گیا تھا۔ کیوں
کہ یہ لڑکی دہی تھی۔ جس نے اُسے فٹ پاکھ پر رُک لیا
تھا۔

”اوہ — تم یہاں — تم یہاں کسے؟ — لڑکی نے
چونکہ کہ عمران کی طرف دیکھا۔ اس کی آنہوں میں حیرت کی
جگہ سماں تکالیف بھیں۔
”یہ انسانی حس بیوریو کے سپیشل ڈائجسٹریکٹ سر فرج عارف

ہیں جیش۔ تمہارا پیٹے تعارف ہے ان سے و نیجہ نے
 نوراہی عمران کا کارڈ کے مطابق تعارف کرتے ہوئے گھر کیا۔
 اُسے شاید خطرہ تھا کہ ان کی جیش ان کی طرح گستاخی تکر دے۔
 یہ پیشل ڈائرنیکر طرفی جنس بیویو کیوں بناتی کرتے
 ہیں ڈیڈی۔ یہ چپر تھامی بھلاتنے بڑے عہدے دار ہے
 ہو سکتے ہیں۔ لوگوں نے بتا سامنہ بناتے ہوئے کہاں
 اس کے چہرے پر آئندہ بار پھر مخصوصیت میں ابھر آئی تھی۔
 اُسے شاید عمران کا شیکنی کھل لیا اس اور چہرے پر برسنے والی
 حادثت افریقی دیکھ کر اپنے باپ کی بات تیریقین دیا تھا۔
 ”شٹ اپ۔“ تھیں تمیز نہیں ہے بات کرنے کی۔
 چلو صاحب سے معافی مانگو تو۔ نیجہ اپنی جیش پر ہی
 اٹ پڑا۔

”صاحب۔“ ناراٹن نہیں یہ عیری جیش شہزادے۔
 کالمجھ میں پڑھتی ہے بے حد شرادتی اور جنتی تر ہے۔
 نیجہ درجی نہیں کو ڈائٹنے کے بعد عمران سے مخالفت ہو کر مخصوص
 خواہاں نہ ہجے میں کہا۔

مگر آپ داکتی پیشل ڈائرنیکر ہیں۔ ڈیڈی آپ جو مر جی
 آئے کہیں مجھے یقین نہیں آ رہا۔ بھلا پیشل ڈائرنیکر اس
 طرح قٹ پاتھ پر پیدا چلا کرتے ہیں اور اس طرح کے اتحاد
 لباس پہلتے ہیں۔ یہ تو بخ کئے۔ ددھ ان کی دو پٹائی ہوتی ہے
 اب تک ہر پیٹال بخ کئے ہوتے ہیں۔ لکھنے خود

بھرے بچے ہیں کہا۔ اُسے بابک داشت کیا جو جمیران کے
تعداد پر لفڑی نہ آ رہا تھا۔

مگر اب تیزی ہے۔ نکل جاؤ میرے دفتر سے۔ بابک
جگواس کئے جلی جا رہی ہو یہ۔ میجر بے چانہ اپنی بیٹی کے
ہاتھوں پڑی طرح پھٹ کیا تھا۔

"احقاً ڈیسی۔" آپ کہتے ہیں تو قصیٰ کریمی ہوں جیسی
حدی جتاب پیش کیا تو کفر صاحب۔ "—" شہزادے بننا
سامنہ بنتے ہوئے کہا۔

"چون تو ہمیں ملکیں نہیں۔" — جمیران نے جو فلاموش
بیٹا تا بڑے تا جزا شہزادے میں کہا۔

"لے نہیں۔" وہ تو بس ستائی کتاب اب بھی کیسوم
کہ آپ ہیسے دا اتر کھڑک ہوتے ہیں۔ شہزادے خون پر
جیلنے پورے مسکرا کر آ رہا۔

"یہ عقیقی کی کیا بات ہے؟" — میجر تے ہونوں کے
لیے ہیں کہا۔

"دھاصل ڈیسی۔" منہماں دس دوسرے ہیں
ہیڈروں کے ساتھ کافی تھا دیسی کہ دا اتر کھڑکا جسراں
کے لئے۔ یعنی پانچ تارہ پانچ تارہ۔ دھریں اسیں
پانچ تارہ کو ملکیں اندر کا اول کے خواہیں کہ کر کھدھے ہے
تھے کہ جیسیں اس کے اندر اور پانچ تارہ دیسی اسی پیچاہیں
غے جا کر اس کے کالی پکوئے۔ بیس و تھیس پر درجیں تھیں

اکٹھا ہو گیا۔ پولیس آگئی۔ اور میں نے کہہ دیا کہ انہوں نے
محبہ اعزاز کیا ہے اور اب بھنا چلتے ہیں۔ چنانچہ میری
توقع کے مطابق مجمع ان پر ٹوٹ میرٹا۔ مگر ڈیٹھی ہی۔
ڈائئرکٹر ہی بڑے تیز۔ انہوں نے کاشیبل کو آگے کر دیا۔
اور کاشیبل نے چارہ مجمع کے ہاتھوں بُجی طرح پٹھ گیا۔
اور یہ دم دبا کر ادھ سودھی۔ سر پر پسروں کو بھاٹ کھڑے
ہوئے۔ شہلا نے یوں مزتے لے لے کر ساری داستان
سنائی شروع کر دی جیسے وہ کوئی پُر لطف قصہ سنا
رہی ہو۔

”ادھ۔ ایسے مذاق اچھے نہیں ہوتے۔ تمہیں سڑا بار
سمجھایا ہے مگر تم باز نہیں آتیں۔ فرخ صاحب میں
ان کی طرف سے اپنے سے معافی چاہتا ہوں“۔
نے اپنے لبوں پر آٹے والی مسکراٹ کو زبردستی روکتے
ہوئے سمجھیدہ لجھے میں کہا۔

”وہ جی میں نے ان سے لاکھ کہا کہ میرے کان گوند سے
جھٹے ہوتے میں۔ لیکن یہ مانی سی نہیں اور پھر ستم یہ
کہ میرے کان پکڑ کر مجھ سے ہی چونی ماٹھی شروع کر دی۔ اب
بھلا آپ سوچیں کہ کان بھی میرے پکڑے ہائیں اور چونی بھی
میں ہی دون۔ یہ تو صریح حاصل ہے۔“ عمران نے میسے
سر پچھے میں کہا۔ اور شہلا کے ساتھ ساتھ شیخ بھی اس بارہ آپے
حلق سے نکلنے والا تھا قہہ نہ روک سکا۔

”آپ ہنس رہے ہیں۔ کمال ہے۔ آپ کے کان بکڑ کے آپ سے
کوئی چونی مانگتے تب آپ کو پتہ چلے۔“ — عمران نے پڑا اسا
منہ بیٹاتے ہوئے کہا۔

اور اس سے پہلے کہ میجر یا شہلا کوئی جواب دیتے دردناکہ کھلا
اور ایک دیر ثرالی دھکیلتا ہوا اندر داخل ہوا۔ — ثرالی پر
لبے لبے دو گلاس رکھتے ہوئے تھے جن میں شہید سے رنگ کا
 محلول بھرا ہوا تھا۔

”ارے داہ گولدن ڈرائیں دیری گڈ ڈیڈی۔
میری بھی بھی خواہشی تھی۔“ — شہلانے گلاس دیکھ کر اچھلتے
ہوئے کہا۔

اور یہ راس سے پہلے کہ دیر ثرالی سے گلاس اٹھایا تھا لانے
جھپٹ کر گلاس اٹھایا اور اُسے تیزی سے منہ سے لھایا۔

”صاحب کیا کروں اس لوگی نے تو شرارتوں سے
میرا ناطقہ بند کر رکھا ہے۔ اس پر کسی بات کا اثر بھی نہیں ہوتا؛
میرے نے خفیف ہوتے ہوئے کہا۔ اُسی لمحے دیرثرنے دوسرا گلاس
اٹھا کر عمران کے سامنے رکھ دیا۔

”جیسے جیسے داں کی طرف صاحب بھی ہے مشروب تو قسمیت والوں
کو ملتا ہے۔“ — شہلانے گلاس منہ سے ٹھاکرے عمران سے
مخاطب ہو کر کہا۔

اس کی آنکھوں میں واقعی تحریکت بھری ہوئی تھی۔ اسے عمران
نے یوں گلاس اٹھایا ہی اُسے خیال ہوا کہ اُسی نے فرمی گلاس

دھنیا تو شہلا اسے بھی چھپ لئے گی۔

یہ کام پکڑ مختصر مردہ کس کا بچ میں پڑھتی ہیں ۔ عمران نے
مکار تھے ہجتے کہا۔ اُسے دراصل شہلا کے بے حکلفاتہ اندماز پر
لٹھت آدمی تھا۔

تو یہی ہے اُنہوں کی طرف صاحب ۔ میراہم شہلا ہے کام پکڑ
نہیں ۔ شہلا نے شخص سے اُنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

اپنا اچھا کام پکڑ نہیں ٹھلاں پکڑ سہی ۔ میں تو سوچ رہا
ہوں کہ اُسی کا بچ میں داخلہ لے ہوں۔ تاکہ فرش پا تھر پر کھسی شرین
آدمی کے کام پکڑ کر اس سے چونی مالکنا تو یہ کہ جاؤں ۔
عمران نے جواب دیا اور شہلا بے اختیار ہنس پڑھی۔ اس کی
اُنکھیں چمک رہی تھیں جیسے وہ تصور ہی تصور میں اپنی اس
شہزادت پر لٹھت احمد دل ہجود ہی ہو۔

شہلا تو یہاں نہیں پڑھتی۔ تو انھیں دوڑھتی ہے ہاتھی مان
کے پاس۔ ایک ہفتہ سے یہاں آئی ہوئی ہے اور جب سے
یہاں آئی ۔ چے میرا ناطقہ بند کر رکھا ہے ۔ میرہ نے
بے چارگی اور بے نی کے اندازوں میں کہا۔

خوبی ہی ۔ ایک تو آپ المقا کا جو سے موئی استعمال
کرتے ہیں۔ یہ ملکہ کیا ہوتا ہے ۔ شہلا نے بھروسی اچھلتے
ہوئے کہا۔

سچھڑہ اس کتاب کو کہتے ہیں جو بھروسی تاکے یہیں بھروسہ
پڑھنی پڑے جیسے آپ ۔ میرہ کی بھاج کے عمران نے جواب

میتے ہوتے کہا اور شہر لاکسل کے لارکہ نہیں پڑی۔
”آپ واقعی بے حد ذہین انسان ہیں میں تو ہیاں کی شیلیضیں
بیو ریو کی بدقسمت ہے کہ آپ اس کے فلائر کیلئے جنگ کرنے
آپ انگلستان میں ہوتے تو یقیناً کسی پاکستانی سکول میں بھی کچھ تعلیم
ہوتے“ — شہزادے بٹے نے مذکور اندزاد میں صرف ہوتے ہے
کہا۔

”بے بی میں نے تھیں بڑا بڑا سمجھا کہ یہ انگلستان نہیں ہے
پیش کیا ہے — میں سچ سمجھ کر بات کیا کہا“ — فیر
نے شہزادے کو ڈالنے ہوئے کہا۔
”ڈیڑی — میں نے کوئی مطلبات تو نہیں کی تاپ یعنی
کہ میں انگلستان میں ملے ہیے جیش لفڑو کی بڑی قدر ہے“
شہزادے شرارت بھرے بھرے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔
اوپر اس سے پہلے کہ میر ان کوئی جواب دیتا اپنا سکھ میز
پر پڑے انہر کام کی گئیں سچ اعلیٰ — اوپر فیر نے تیرتے
ہے سیور اٹھا لیا۔

”سیر — فیر فرموس ہوں“ — فیر نے بیو کیا تقدیر
بلاٹے ہوئے کہا۔ پھر وصی طرف صفات تھے میں نے
تیر لٹھے ہیں کہا۔
”شکیں ہے — سمجھو ایں میں باخ کیا ہوں“ — فیر
نے کہا۔ اس کے مقابلے
سچ کے گلے ہیں میں صفت کے کہا ہے جب تک

ہوٹل کھولائے ہے روزانہ ڈبما نڈ بڑھتی جا رہی ہے نہیں تو ہوٹل بند کرنے کی دھمکیاں یہ تو اچھا ہوا کہ آپ تشریف لے آئے ورنہ میں سوچ رہا تھا کہ آپ جیسے کسی بڑے افسر سے ملوں ۔ میجر نے عمران سے مناظر ہو کر کہا ۔

”میں بھی تو اسی لئے آیا ہوں کہ ہوٹل بند کر دوں ۔ چلو اچھا ہوا آپ خود ہی بند کرنے پر تیار ہیں ۔“ — عمران نے بڑے سمجھ دیجے میں کہا ۔

”اے اے ۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں ۔ میں تو آپ سے شکایت کرنے والا تھا ۔ اور آپ اٹا مجھے ہی دھمکی دے رہے ہیں ۔“ — میجر نے گھر لئے ہوئے بھیجے میں کہا ۔

”اچھا ۔ آپ شکایت کرنے والے بھتے ضرور کیجیے ۔ لیکن رجسٹر شکایات تو ابھی جلد بند ہی کے لئے گیا ہوا ہے ۔ اور آئندہ دس سال تک اس کی جلد نہیں بنی ۔“ — عمران نے سر ٹھالتے ہوئے کہا ۔

اور پھر اس سے پہلے کہ میجر کوئی جواب دیتا ۔ اچانک دعاوازہ کھلا اور پھر عمران کو بے اختیار صوفی سے اچھلتا پڑا ۔ کیوں کہ دعا زہ نہ ہوں کر انہ را آئے والا سپر فنڈ نٹ فیاض تھا ۔ پوری دردھی اور مکمل جاہ و جلال کے ساتھ ۔

”یہ کیا تماشہ بن لاد کھلے ہے آپ نے ۔“ — سوپر فیاض نے دردازے میں داخل ہوتے ہی انتہائی غصے لے کر میں کہا ۔

”مم ۔“ — میں نے ۔ — عمران نے اچانک

کانپتے ہوئے بھیجے میں کہا۔ اور سوپر فیاض کی گردان تیزی سے عمران کی طرف گھومتی چلی گئی۔ اور پھر عمران کو دیکھتے ہی اس کا جاہ و جلال یوں رخصت ہو گیا جیسے کہ ایسے پہنچے کہ آیا ہو۔ "افہتم تم یہاں کیسے؟" سپر شنڈنٹ فیاض نے دانتوں سے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

"ان کی مہربانی ہے کہ یہاں تشریف لائے ہیں۔ درجہ پیشل ڈائریکٹر انٹیلی جنس بیوی یو تو اپنے دفتر میں ملاقات کا وقت نہیں دیتے۔" میجر نے خوشامدانہ بھیجے میں کہا۔ "پیشل ڈائریکٹر انٹیلی جنس بیوی یو" سپر شنڈنٹ فیاض نے حیرت سے بڑھ رہا تھا ہوئے کہا۔

"اچھا بھی مجھے اجازت دے بار دی لوگ آگئے ہیں اب یہاں بے دردی لوگوں کا کیا کام؟" عمران نے انہوں کو درخواست کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ مگر دوسرے مجھے سپر شنڈنٹ فیاض نے اچک کر عمران کی کلائی پکڑ لی۔ اس کے چہرے پر ایک بار پھر جلال ابھر آیا تھا۔

"اس نے کیا تعارف کرایا ہے اپنا؟" فیاض نے بڑے کڑک دار بھیجے میں میجر سے مخاطب ہو کر کہا۔ "یہ سپیشل ڈائریکٹر انٹیلی جنس بیوی یو فرخ عارف ہیں۔" میجر نے بوکھلائے ہوئے بھیجے میں جواب دیا۔

فیاض نے جس انداز میں عمران کی کلائی پکڑی ہوئی تھی اور عمران کے چہرے پر جس طرح بے چارگی اور بے بسی سکے

نثارات نہ آئی ہے تاں نے میجر کو بھی بوکھار نے پر محظوظ کر دیا۔
”ہوں — قبیلہ فراڈ میں۔ آج تم قابو آئے ہو۔ اب یہ میجر
گواہی دے گا اور میں دیکھوں چاک کہ تمہارے ہاتھ میں چھکڑیاں
کیسے نہیں پڑتیں؟“ — سوپر فیاض نے بڑے غصے اندماز
میں سر ملاٹتے ہوئے کہا۔

”نم — معاف کر دو سوپر فیاض — فلکی ہو گئی۔ خدا
قسم ایک گلاں شرب پیا ہے قسم لے لو جو کچھ مانگا ہو دیکھ
پوچھو لو میجر صاحب سے“ — عمران نے یوں عاجز انسان پرچے میں
کہا جیسے ابھی روپڑے گا۔

”یہ ڈائریکٹر نہیں ہیں“ — اجاتاک شہلا بول پڑی۔
”جی نہیں متر مس — یہ ایک عاصم سا آدمی ہے اس کا
اصل نام علی عمران ہے بس اتنے بایک کے عہدے پر کھلتا
ہے“ — سوپر فیاض نے چوکٹ کو شہلا کی طرف دیکھتے ہوئے
کہا۔ اور شہلا سے بات کرتے ہوئے اس کا ایجے یک دم بدل
گیا تھا۔

”نم — نم — معاف کر دو مس کیلہ اور سوری۔
مس بیلہ۔ ارے خداکی پناہ۔ میری یادداشت مس بھیلا سماں
ہاں بھیلا۔ آپ ہی سفارش کر دیجئے“ — عمران نے
بوکھارے ہوئے اجھے میں کہا۔
”میجر — فودا بول میں کون کو فون کرو۔ اور اس وقت تک اپنے
آدمی بلاؤ۔ یہ آدمی ماگر ہوتل سے باہر نکل گیا تو میں تمہیں اند

کر دیں گا۔ سو پہ فیاض فیض خون کو خیر سے کیا ساخت خیر
بے چارہ بوكھلا کر اندر کام کا رسید و راحٹلے بے خیر اس کا بین
دلپ نہ لے گا۔

ڈیہی — یہ آپ کیا کر دیجئے ہیں رسید و راحٹلے
شہبلہ نے بتتے ہوئے کہا۔ وہ شاید اس چوکشی سے پردی
طرح لطف انہوں ہو رہی تھی۔ اور خیر نے بوكھلا جٹ
میں اس کی بات ہی نہ سنی اور بین دبا کر رسید و راحٹلے خالیا۔ اور
چیخ پرخ کر آدمی بلال نے شروع کر دیتے ہیں۔ حالانکہ اس طرح
راطہ ہی قائم نہ ہوا تھا۔

مس کھلنا — آپ سفارش نہیں کریں گی۔ یہ حضرت آپ
جیسی بولکیوں کی سفارش بے حد ملتے ہیں تھے۔ عمران نے
ایک پار پر شہبلہ سے مخاطب ہو کر کہا۔

مشت اپ — سیرا تم بجاو نے کی کوئی تحریر نہ کر دیں
جلیں بجاو دوں گی۔ شہبلہ نے خصوصی ختنے ہوتے کہا۔
کس کا۔ سویر صاحب کا۔ ان کا جیسے تو پر جو شخص
بگر جانا تائی۔ بے چارے سویر پر۔ عمران نے سویر کے
لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔

مشت اپ — درخت نہیں کچھ لون گا۔ اب تم محروم ہو۔
پر نہیں نہیں فیاض فیض شہبلہ کے سامنے بے عزیزی کیے برداشت
کر لیتا۔

تمانے دوبار۔ مجبور فرج مل گئی تو بہت سے بے دلنشیں

کے بھی نقاب اتر جائیں گے۔ — عمران نے کہا۔

”آج نہیں چھپوڑوں گا۔ اتنے بڑے ہوٹل کا میجر گواہی مے
گا تو میں دیکھوں چاک کہ کون تمہیں سمجھاتا ہے۔ — فیاض نے
یوں سر ملا تے ہوئے کہا جیسے آج اس نے عمران کو بہی طرح
پھنسایا ہو۔

” بالکل جناب — بالکل میں گواہی دوں گا ڈٹ کر دوں گا۔
میجر نے جواب دیا۔

” مگر اس تھے خلنے کی گواہی کون دے گا۔ جس میں غیر علکی
شراب بھری ہوئی ہے سمجھ شدہ۔ — عمران نے
بڑے معصوم سر بچھ میں کہا۔

” بچ — جی — کیا کہہ رہے ہیں آپ۔ جی۔ ایسی کوئی
بات نہیں صاب سپرنٹ نٹ صاحب — دراصل یہ پوٹل
کا معاملہ ہے۔ میں جناب کسی سے دشمنی مول نہیں لے سکتا۔
اس لئے مجھے تو اس گواہی سے معاف فرمائیں۔ اور پھر ان صاحب
نے تو جی مجھ سے تو کوئی بات ہی نہیں کی۔ — وہ تو میں نے
یہی سمجھا تھا اور بالکل غلط سمجھا تھا۔ — میجر نے فوراً ہی
پٹری بدلتے ہوئے کہا۔

” کیا کہہ رہے ہو۔ کیا اس نے تمہیں اپنا غلط عہدہ نہیں
 بتایا۔ — سپرنٹ نٹ فیاض نے چرت سے آکھیں چاہتے
 ہوئے کہا۔

” جی نہیں — بالکل نہیں — ہم تو میں دوستانہ انداز

میں بات چیت کر رہے تھے۔ یہ تو میری بیٹی شہلا کے پرانے فاقف کارہیں کیوں شہلا بیٹی؟ ۔۔۔ میجر نے جواب دیا۔
”پرانے تو نہیں ۔۔۔ وہ تن گھنٹے پہنچ کے تو میں“
شہلا نے جواب دیا۔ اس کی آنکھوں میں بھی حیرت تھی وہ بھی شاید باپ کی اس قلابازی یہ حیران تھی۔

”میں تم کو بھی بند کر ادؤں گا۔ کہاں ہے وہ سمجھل شدہ شراب میں ہوش پر چھاپہ مار دل گا۔“ ۔۔۔ فیاض نے ایک جھٹکے سے عمران کی کلانی چھوڑتے ہوئے کہا۔ وہ اب میجر پر چڑھ دوڑا کھتا۔

”دھیرج سپرٹنڈنٹ صاحب دھیرج ۔۔۔ وہ شراب تو برآمد ہوتی رہے گی۔ میں سوچ رہا ہوں کہ تمہارے بنک اکاؤنٹوں کی تفصیل ڈیڑھ تک پہنچا دوں ۔۔۔ کل ہی کہہ رہے تھے کہ حکومت کو آج کل رقم کی شدید ضرورت ہے“ ۔۔۔ عمران نے سپرٹنڈنٹ فیاض کے کانٹے پر ہاتھ رکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

”ادہ ۔۔۔ ادہ ۔۔۔ تم سور ۔۔۔ تم شیطان ۔۔۔ تم کیا کہہ رہے ہو۔ یہ غصب نہ کرنا“ ۔۔۔ فیاض عمران کی بات سنتے ہی بڑی طرح بوکھلا گیا۔

”پھر یہ دونوں لفڑ تم کی بجائے لفڑ میں لگا کر کہو“
ہاں ہاں ۔۔۔ میں سور میں شیطان ۔۔۔ فیاض نے تیزی سے کہا۔ اُسے علم تھا کہ اس نے فوری طور پر یہ لفڑ

نہ کہے تو عمران اور خراب کرتا۔
 اور پھر شہلاک کے حلقو سے نکلنے والے تھے سے کھڑہ گوئی اٹھا۔
 ”میں پوچھوں گا تم سے سے۔“ فیاض نے سخن بیٹھے
 میں کہا اور پھر شیری سے مرکز در دار سے سے باہر نکلتا چلا گیا۔
 ”ارے ارے۔ ستو تو سہی۔“ مجھے ذرا لگر بک تو
 ڈر اپ کر دو۔ کچھ تو سر کاری پڑوں کا فائدہ ہو۔“ عمران
 نے اس کے پیچے پیکھے ہوئے کہا۔

بہتر جناب — آپ بے فکر رہیں یہ کیسیں ہم ذیل کو
یہیں نہیں ہے: — سردار حاں نے مواد باتیں پہنچے میں جواب
دیتے ہوئے کہا۔

سردار حاں تو پہنچے اپنی مشورہ دے دے رہے تھے اگر کسیکریک
سر و مدرس کو دے دیا جاتے ہے — لیکن میرزا نے ہیں قبیلہ کیا کہ
پہلے آپ کے ملکے کو دیکھوں۔ اب سارے کیسیں سیرکٹ مدرس
کرتی ہے تو چرا انتیلی جنس ڈیپارٹمنٹ کو تو بند ہسی کرنا پڑے
گا: — دوسرا سی طرف سے صدر رہنمکت نے کہا۔ گوں ان کا الجھ
بے حد نرم تھا — لیکن ان کے لمحے میں چھپی ہوئی دھملی صاف
محسوسی ہمدردی تھی۔

”آپ بے فکر میں جناب — دراصل میرزا ملکے کو آن لیا
نہیں جاتا۔ ورنہ میرا ملکر سیرکٹ مدرس سے کہیں فیادہ فعال

اور تیزی ہے ۔ — سر رحمان نے جواب دیا۔

”شیک ہے — فائل آپ کے پاس پہنچ رہی ہے۔ ایک
ہفتے کے اندر مجھے کامیابی کی رپورٹ چاہیئے ۔ — صدر
مملکت نے کہا۔

”بہتر جناب ۔ — سر رحمان نے جواب دیا۔ اور جب دوسری
طرف سے رابطہ ختم کر دیا گیا تو انہوں نے بھی رسیور رکھ دیا۔
لیکن ان کا چہرہ غصہ سے بگڑنے لگا تھا۔ — انہوں میں جلال
اتر آیا تھا۔ صدر مملکت نے ان پر نبردست طنز کیا تھا۔ اور
سر رحمان کا جی چاہ رہا تھا کہ وہ ایک دن میں کیس حل کر کے صدر
کے منہ پر فائل واپس ماریں۔ — لیکن ظاہر ہے ایک دن
میں کیس حل ہو جاتا تو کھر کیس سی کیوں بتتا۔ اور فی الحال تو انہیں
اتنا بھی علم نہ تھا کہ کیس ہے کیا۔ انہی چند لمحے پہلے صدر مملکت کا
فون آیا تھا۔ — اور انہوں نے کہا کہ وہ ایک کیس ان کے
محکمہ کو شہزادہ اسٹر کر رہے ہیں۔ بہر حال انہوں نے یہ فیصلہ کر لیا تھا۔
کہ اس کیس کو بہر قیمت پر حل کیا جائے گا۔ — انہوں نے کال بیل
کا بٹن دیا۔ تو دوسرے لمحے چپڑا سی اندر داخل ہوا۔

”سپر نشید نٹ فیاض کو بلاو ۔ — سر رحمان نے غصے
لہجے میں کہا۔

”یس سر ۔ — چپڑا نے بوکھلا کر جواب دیا اور بیکر
تیزی سے مٹک کر دروازے میں غائب ہو گیا۔
کھوڑی دیکھ لے بعد سپر نشید نٹ فیاض اندر داخل ہوا۔ وہ

سہما ہوا لگتا تھا۔ شاید چڑا سی نے خراب موڈ کی رپورٹ اُسے پہلے ہی پہنچا دی تھی۔

"یہ سر" — فیاض نے بڑے عاجز انسان ہی میں کہا۔
"بیٹھو" — سر جمان نے میز کے سامنے رکھی ہوئی "گرسی" کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اور سپرینٹنڈنٹ فیاض نے یوں کرسی کے کنارے پر ملک حیا جیسے کسی بھی لمجھے انہوں کو بھاگ جائے گا۔

"آدم سے بیٹھو" — ایسے بیٹھتے ہیں کہ سی پر" — سر جمان کا موڈ تو پہلے ہی بگڑا ہوا تھا۔ اور یہر فیاض کو اس انداز میں بیٹھتے دیکھ کر درجہ حرارت پکھا اور اپر ہو گیا۔

"نج" — جی — جی" — فیاض نے بیچھے کی طرف ہٹ کر اور کسی کی پشت سے کھر لگا کر جواب دیا۔

"تم افیلی غنس بیور یو کے سپرینٹنڈنٹ ہو یا گھسیا رے ہو" — سر جمان نے ہونٹ بھٹکتے ہوئے کہا وہ فیاض کو بخوبی دیکھ رہے تھے۔

"نج" — جی — جی — سپرینٹنڈنٹ ہوں" — فیاض نے بوکھلاتے ہوئے ہیجے میں جواب دیتے ہوئے کہا وہ پہلے سے اور زیادہ گھرا گیا تھا۔

"نہیں" — تم سپرینٹنڈنٹ نہیں گھسیا رے ہو۔ میں کہتا ہوں تم گھسیا رے ہو" — سر جمان نے غصے سے میز پر پکھ مارتے ہوئے کہا۔

"نوج جی جی شہیک ہے" فیاض نے روشنے والے بجھے میں کہا۔ اُسے سمجھنا آہی تھی کہ اب وہ کیا چاہا دے سے سر رحمان نے کہا تھے ہوئے کہا۔

"جی ہی کہ میں گھسیارہ ہوں" فیاض نے بوکھلاتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر لپینہ پہنے لگا تھا۔ سر رحمان کے سامنے اس کی یہی حالت ہوا تھی۔ اور پھر جب سر رحمان غصے میں ہوں پھر تو بے چالے فیاض کو گھسیارہ بنانا ہی پڑتا تھا۔

"تم گھسیارے ہو پھر قصدِ ملکت پنج کہہ رہے تھے۔ جس ڈیساٹھنٹ کے سینرنڈنٹ گھسیارے ہوں اُن سے نہی کہ دینا چاہیے۔ گھٹا آڈٹ" سر رحمان نے چبا چبا کہا۔ کی اور آخری الفاظ پر وہ بُری طرح جمع پڑے۔

"میں سر" فیاض ایک جھٹکے سے اٹھا اور تیزی سے دروازے کی طرف بھاگنے لگا۔

"میر سرو" سر رحمان نے چھپتے ہوئے کہا۔ "نوج جی" فیاض نے شہیک کو متھتے ہوئے کہا۔ اب اس کا ذہن پوری طرح بوکھلاہٹ کا شکار ہو رہا تھا۔

وہ کہاں جا سکتے ہوں کس کی اجازت سے جا رہے ہوں؟ سر رحمان نے غصے سے دھاٹتے ہوئے کہا۔

بھی۔ آئی نے تو ہجڑت آفت کہا تھا وہ فیاض نے رو دینے والے لیچے میں کھا۔

”اویرتھ بھائے جارہے ہو۔ اس نے تھیں تجوہ تھیں ہے کہ تم انکا کر کے بھاگ چاؤ۔ یہاں بیٹھو۔“ سر جان نے کھا اور فیاض مرے مرے قدموں سے واپس آگ کرنے پر بیٹھ گیا۔ اس کے چہرے پر اب کمبل طور پر تھی اور ہے چارشی ٹپک رہی تھی۔ ظاہر سے اس بارہہ بڑا پھنسا تھا۔

اسی لمحے اندر کام کی لختی بھی تو سر جان نے بُن دیا۔ سر سے یہ زندگی خست سکر لیٹ سے ایک فائل ہمکول ہوتی ہے۔ دوسری طرف سے یہی۔ اے لے کھا۔ بیچ دو۔ نوٹ۔ جلدی۔“ سر جان نے تھوڑے پیچے جس کھا اور بُن آفت کر دیا۔

”بُونہر۔ تو تم بھاگ رہتے تھے۔ کام سے بھاگ رہتے تھے۔“ فیاض نے اپنے ہتھ بہاری جوکتیں اہل بہت کی ہیں۔ لیکن اب معاملہ بیہری عزت کا نئے اور کم جاتے ہو ایجن عزت کی خاطر میں بہاری بُونیاں بھی نوجھ سکتا ہوں؟“ سر جان نے ایک ایک لفظ چاچنا کر ادا کرتے ہوئے کھا۔

”جاتا ہوں جناب۔ جاتا ہوں۔“ فیاض نے جوں ذور دوڑ سے سر طباہ تھے ہوئے کھا۔ جس سے اس کی گردان میں شکن فٹ کر دی گئی سو۔ کیا جاتے ہوئے۔ سر جان بیہر لیٹ پڑے۔

”جج—جي—جي“ فیاض اور زیادہ بُوکھلا گیا۔
 لیکن اس کی جان پچ گئی۔ کیوں کہ اُسی لمحے دروازہ کھلا۔ اور
 پی۔ اے ایک فائیل اٹھلتے اندر رداخِل ہوا۔ اور اس نے
 فائیل لا کر سرِ حمان کے سامنے رکھ دی۔ فیاض پی۔ اے کو دیکھتے
 ہی اکٹھ کر بیٹھ گیا۔ اور اس نے چہرے کو با وقار بٹاتے کی پوری
 کوشش کی۔ ظاہر ہے وہ انتیلی جنس کا سپرینڈنٹ تھا۔
 کوئی گھسیارہ تو نہ تھا۔

پی۔ اے فائیل رکھ کر تیر تیر قدم اٹھاتا واپس چلا گیا۔ اور
 سرِ حمان فائیل کھول کر اس کے مطالعے میں مصروف ہو گئے۔
 فیاض خاموش بیٹھا انہیں دیکھتا رہا۔ ایک بار تو اس کا
 جی چاہا کہ چکے سے اکٹھ کر بھاگ جلتے۔ لیکن ظاہر ہے وہ بس
 ارادہ ہی کر سکتا تھا۔ سرِ حمان کے سامنے اس پر عمل کرنا
 اس کے بس سے باہر تھا۔

سرِ حمان فائیل پڑھتے رہے اور پھر انہوں نے ایک
 طویل سالس لٹتے ہوئے فائیل بند کر دی۔ ان کے چہرے
 پر ہمکی سی پریشانی کے آثار منیاں ہو گئے تھے۔
 ”ڈیکھ سرکل ہونہہ ڈیکھ سرکل“

سرِ حمان نے بڑھاتے ہوئے کہا۔

”جي مجھ سے آپ نے فرمایا تھا۔ فیاض نے چونکتے
 ہوئے کہا۔

”ڈیکھ سرکل کو جانتے ہو“ سرِ حمان نے چونک کر

فیاض کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ان کا انداز ایسا تھا جیسے انہیں اپلی بار فیاض کی کمرے میں موجود چٹی کا احساس ہوا ہو۔

”نج — جی — جی ہاں — اپنی طرح جانتا ہوں۔“

فیاض نے اُسی طرح مشینی انداز میں سرملاتے ہوئے کہا،

”ادھ — تم جانتے ہو — کیا جانتے ہو؟“ — سرخان بُری طرح چونک پڑے۔

”جی — موت کے دائرے کو کہتے ہیں۔“ — فیاض نے یوں جواب دیا جیسے سرخان نے ڈیکھ سرکل کا ترجمہ پوچھا ہو۔ ”موت کا دامَہ — کیا مطلب؟“ — سرخان اس کی بات نہ سمجھ سکے۔

”جی — آپ نے ڈیکھ سرکل کا پوچھا تھا تاں۔ اس کا مطلب ہے موت کا دامَہ۔“ — فیاض نے سچے ہوئے لیجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تم واقعی گھسیارے ہو — قطعی گھسیارے سر سے پیر سک ک گھسیارے — احمدق آدمی۔ میں نے ترجمہ پوچھا تھا۔ کیا میں جاں بیل ہوں۔ احمدق ہوں مجھے ترجمہ کرنے تھیں آتا۔“ — سرخان کو ایک بار پھر غصہ آگیا۔

”نج — جی — جی — ہاں — جی نہیں۔“ — فیاض مجھے پہکلاتے ہوئے کہا۔ اُنچ اس کا ستارہ مغلقی گردش میں آگیا تھا۔

”کیا — جی ہاں — جی نہیں — جی ہاں — جی نہیں۔“

کی بڑھا کری ہے۔ اس فائیل کو دیکھو ۔۔۔ سر رحمان نے غصے
انداز میں فائل اٹھا کر اس کے سامنے پھینکتے ہوئے کہا۔ اور فیاض
نے جبکہ کہ فائل اٹھائی اور اسے کھول کر تیزی سے دیکھنے لگا۔
جیسے جیسے دہ پڑھتا جاتا اس کا درجہ الاتا جاتا تھا ۔۔۔ فائل کسی
 مجرم تنظیم دیکھا سرکل کے پارے میں تھی۔ اور ایک دوست ملک
کی طرف سے پہنچی تھی۔ اس اطلاع کے ساتھ کہ دیکھا سرکل نے
پاکشیا میں کام شروع کر دیا ہے۔

سونو فیاض ۔۔۔ میری بات کاں کھوں کر سن لو ۔۔۔
اپنکہ سر رحمان نے کڑک دار بیجیں کہا۔
”نج ۔۔۔ جی فرمائیتے ۔۔۔“ فیاض نے تیزی سے فائل بند
کرتے ہوئے مودب ہو کر پوچھا۔

جیسا کہ تم نے پڑھا ہے۔ بہارے دوست ملک بھٹانیہ کی
سیکرٹ سروس کے چوپن نے یہ اطلاع دی ہے کہ ایک مجرم تنظیم
دیکھا سرکل کسی پاس سراہمن پہاڑے ملک کو خونجھلی ہے ۔۔۔ اس
فائل میں اس تنظیم کے متعلق مختلف مختصر سے اشارات موجود تھیں لیکن
ان اشارات سے یہ مجرم نہیں پکڑے جا سکتے ۔۔۔ سر رحمان
نے کہا۔

”جی ۔۔۔ باکھل نہیں پکڑے جا سکتے ۔۔۔“ فیاض نے اس
بار جلدی سے ان کی ہاں میں ہاں ٹلاتے ہوئے کہا۔
”مگر اب تھیں پکڑنے پڑیں گے ۔۔۔ ساتھ نے انہیں
اب تم نے پکڑنا ہے۔ اس دیکھا سرکل کو ۔۔۔“ سر رحمان نے

غھے سے چختے ہوئے کہا۔

"جی۔ باعکل کپڑوں گا جناب۔ ابھی کپڑوں گاہ۔"

فیاض نے بول کر کہا۔ اس نے اسے کہا تھا جسے مجرم ممتاز کے باہر اسی انتظار میں کھڑا تھا اور فیاض انہیں کہان سے کپڑوں سرخان کے سامنے پوش کر دے۔

"سنوفیاض۔ صدر محکمت نے خود ہی طور پر کیس ہمارے لئے کچھ کو دیکھا ہے اور اس خیال کے ساتھ کہ ابھی کیس مل نہ ہو۔ تو وہ اشیٰ جس کا لکھتے ہیں جسم کو دین گئے۔" کیا سمجھے۔ اس نے اب تھر نے ان مجرموں کو دیکھنا ہے۔ پر تمہرے بہ۔ اب یہ پورے لکھتے کی عزت کا سوال ہے۔ اس لکھتے کی عزت میری عزت ہے۔ سرخان نے ہایاہ میز پر کہ ملتے ہوئے کہا۔

"نجی۔ جج۔ جی گا۔ یہی سمجھتا ہوں جناب۔ تین ابھی سے اس کیس پر حکام سروچ کر دیتا ہوں۔" فیاض نے جان چڑانے والے آنکھوں ہیں کہا۔

"سنو۔" صدر محکمت نے ایک ٹھنڈے کے اندر بھرٹ مانگی ہے۔ اس کا مطلب ہے ایک ٹھنڈے یہیں اونچھے سرخان کے مجرموں کو جیل یہیں ہونا چاہیے۔ اور تم نے مجھے بدزاںہ بیویٹ دنی سے۔ پوری اشیٰ جس کو تم اس خال کر سکتے ہو۔ میکن ایک ہفتہ بزرگ نے سے ہے مجرم اگر قرار ہونے جائیں تو اور ایک بات کا ان کھوں کر سن لو۔" تم نے اس اتنے پتھر کے

باس نہیں جانا۔ اس احمد کے پاس — میرا مطلب سمجھ گئے ہو۔
 سر حمان نے کہا۔
 تھج — جی یاں ٹھج — فیاض نے سر ملا تے ہوئے
 کہا۔ حالانکہ اس کی سمجھو میں بات نہ آئی تھی۔
 میرا مطلب عمران سے ہے۔ تمہیں جب بھی کوئی کیس دیا
 جاتا ہے تم سید ہے اس کے پاس بھاگتے ہو — اور پھر
 کیس سیکرٹ سروس کے پاس پہنچ جاتا ہے۔ اس بلدا ایسا نہیں
 ہو گا۔ اگر مجھے پتہ چلا کہ تم نے اس کیس کا ذکر اس احمد سے کیا
 ہے تو اپنے آپ کو نوکری سے برخاست سمجھنا — یہ کیس
 تمہیں خود حل کرنا ہو گا۔ سر حمان نے زور دیتے ہوئے
 کہا۔

”بہتر جناب“ — فیاض نے منقر سے لفظوں میں جواب
 دیا۔
 ”جاو“ — یہ فائل لے جاؤ اور کام شروع کر دو۔ شام کو مجھے
 پورٹ دینا کہ تم نے کیا تیرمارا ہے۔ اور سنو کچھ نہ کچھ کہ
 کے آنا۔ خالی منہ اٹھائے گئے ہے کی طرح نہ پلے آنا۔
 سر حمان نے کہا۔

”بب“ — بب — بہتر جناب — فیاض نے کہا۔
 اور پھر وہ فائل اٹھا کر یوں سر پٹ بھاگا کہ اُسے سلام کرنا بھی یاد
 نہ رہا۔ تمہرے سے باہر نکلتے ہی اس نے اپنے آپ کو سنبھالا۔
 اور پھر یوں اکٹھ کر چلتے لگا جیسے سر حمان کو جھاڑ پلا کر آ رہا ہو۔

کمرے میں پہنچتے ہی اس نے فاٹل کو زدہ سے میز پر پہنچا۔ احمد پھر کرسی پر بیٹھ کر اس نے دونوں ہاتھوں سے سر کپڑا لیا۔ ظاہر ہے اس کے سوا دہ اور کربھی کیا سبکتا تھا۔



شہلا نے کمرے کا دروازہ کھولا اور پھر بڑے مکوندانہ انداز میں اندر داخل ہوئی۔ کمرہ نیم تاریک تھا۔ البتہ ایک میز پر ملکی سی روشنی پڑ رہی تھی۔ میز کے پہنچے کوئی شخص بیٹھا ہوا نظر آ رہا تھا لیکن اس کے خدوخال واضح تھے۔ وہ صرف سایہ سی دکھانی کرے رہا تھا۔

”آؤ شہلا۔ جیشو“۔ اس سلیمانی نے نرم بیجے میں کہا۔

”یس باس“۔ شہلا نے مکوندانہ پنجے میں جا رکھ دیا۔ اور میز کے سامنے پڑھی ہوئی کرسی پر بیٹھ گئی۔

مکیار پورٹ ہے، — باس نے قدمے تھکانہ پہنچنیں سوال کرتے ہوئے کہا۔

”باں — یہاں میں نے اعلیٰ طبقے کی رکھیوں میں اپنی جگہ بنائی ہے۔ اور ان میں سے چند جواپنے مطلب کی محسوس ہوتی ہیں انہیں منتخب بھی کر دیا ہے تھے۔ شہزادے مودبادا پہنچنے میں کہا۔

”ویر می گڈ — ان سکھیوں میں تھیت بھی ہوتی ہے“ باس نے سوال کیا۔

”نہیں باں — تمہارے اہل کے بغیر میں ایسا کیسے کر سکتی تھی“ — شہزادے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے — اچھا کیا — احتیاط اپنی چیز ہے۔ جن رکھیوں کو تم نے منتخب کیا ہے۔ ان کی تفصیل بتاؤ“

باں نے پچھا
”جی — وہ چار لوگیاں ہیں۔ ایک کا نام عنبری ہے۔ وہ وزارت داخلہ کے ایک اعلیٰ افسر کی اکتوبر میڈی ہے۔ دوسری کا نام عندریب ہے۔ وہ سیکریٹری صنعت کی بھی ہے۔ تیسرا کا نام عارفہ ہے۔ وہ وزارت خارجہ کے ایک اعلیٰ افسر کی بیٹی ہے۔ اور خود بھی وزارت خارجہ کے سیکریٹری ہیں۔ میں سیکشن آفیسر کی بھی ہم۔ یہ چاروں رکھیاں انتہائی ماذہن آناد خیال اور ایڈ و پچر پسند ہیں“ — شہزادے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

تھیا کہتے ۔ یہ چاروں شہارے مطلب کی جو سکھیں ۔ انہیں گرین کارڈ پہنچانی کر دو۔ تاکہ میش کا ابتدائی مرحلہ مکمل ہو سکے ۔ ” باس نے حکم دیتے ہے کہا ۔

” بہتر بس ۔ یہ آج سی انہیں گرین کارڈ پہنچانی کو دوں گی ۔ ” شہلا نے سروتے ہوئے کہا ۔

گرین کارڈ پہنچانی کرنے کے بعد ایک ہفتہ تک خاموشی سے ان کی حرکات و سکھات کا مطالعہ کرو ۔ اس کے بعد ریڈ کارڈ نے متعلق فیصلہ کیا جائے گا ۔ اور اگر کوئی خاص بات ہو تو جو ہے تو انہیں پر رابطہ قائم کو لینا ہے ۔ باس نے اس تفصیلی بیانات دیتے ہوئے کہا ۔

” ٹھیک ہے باس ۔ حکم کی تسلیل ہو گی ۔ ” شہلا نے موڑ بانہ پہنچنے میں کہا ۔

” اور سنو ۔ اتنے اردو گرد سے پوری طرح ہو سکیدہ رہتا ۔ یہاں کی انشیلی جنس اور سیکڑ سروں کو سجادے میش کی جگہ تک نہیں پہنچا سکتے ہیں ۔ ” باس نے کہا ۔

آپ بے قکر رہیں باس ۔ ” شہلا نے کچھ گو لیاں انہیں کھیلیں ۔ ” شہلی نے جنک کر جواب دیا ۔

” تھا میش جس قدر خوب رہتے ہیں ۔ اتنا سی ہم جلد کامیاب ہو جائیں چتے ۔ ” باس نے اسے سمجھتے ہوئے کہا ۔

” لیکن باس ۔ یہوں نہ ہم کھل کر کام کریں ۔ یہ نک کو انتہائی پس نامدہ ہے ۔ یہاں چار اسکا بند کون سکتا ہے ۔ ”

شہلہ نے کچھ لمحے خاموش رہنے کے بعد کہا۔

”نہیں۔۔۔ ہمیں اپنا طریقہ کارہنپیں بدلتا چاہیے۔ اب تک ہمارا یہ طریقہ کارہمیشہ کامیاب رہا ہے۔ اس لئے ایسا نہ ہو کہ اسے بدل کر ہم کسی الجھن میں پھنس جائیں۔۔۔“

”بہتر باس۔۔۔ جیسے آپ کہیں۔۔۔ اب مجھے اجازت۔۔۔“

شہلہ نے پوچھا۔

”ماں۔۔۔ اب تم جا سکتی ہو۔۔۔ مجھے وقتاً فو قتاً پورٹ دیتی رہتا ہے۔۔۔ بس نے کہا اور شہلہ نے اشات میں سر ملا دیا۔ اور پھر اٹھ کر تیز تیز قدم اٹھا فتکھرے سے پانپر نکلتی چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد بس نے میز پر پڑے ہوئے شیلی فون کا رسیور اٹھایا اور اس کے نمبر لکھاتے شروع کر دیئے۔

”یہ۔۔۔ ٹونی سپیکنگ۔۔۔“ رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے آواز سنافی دی۔

”ٹونی۔۔۔ شہلہ کو چار لوگیوں کو گرین کلڈ سپلائی کرنے کا حکم دے دیا گیا ہے۔۔۔ تم نے خفیہ طور پر ان چاروں لوگیوں کی نگرانی کرنی ہے۔۔۔ اپنے آدمیوں کو اس کام پر تعینات کر دینا۔۔۔“ بس نے ٹونی کو حکم دیتے ہوئے تھا۔

”ٹیک بے بے بے بے۔۔۔ آپ بے فکر رہیں۔۔۔ ٹونی اپنا کام بخوبی سمجھتا ہے۔۔۔“ دوسری طرف سے موڈ بانٹہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا گیا۔ اور بس نے رسیور رکھ دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے میز کے کنارے پر لگا ہوا ایک

بیٹن دبایا تو کھٹاک کی آواز سے کھمرہ روشن ہوتا چلا گیا۔ میز کے پر تینے
کہ کسی پر نیٹھے ہوئے بیاس نے چہرے پر چاند ملا۔ اور
پھر موسم کا بنا پوام اسک اتار کہ اس نے میز کی درازی میں رکھ دیا۔
اور اونہ کو کھڑا ہو گیا۔ وہ ایک اور چھٹہ شہر کا غیر ملکی تھا۔ جس کا جسم
انتہائی سطحی تھا۔ چہرے ہبہے سے وہ کسی تجارتی کمپنی
کا ذائقہ بیٹھ لگ رہا تھا۔ اس کے جسم پر بہترین تماش کا سوٹ تھا
وہ کسی سے انٹو کر میز کے پیچھے سے نکل کر دروازے کی طرف
بڑھا۔ اور پھر دروازہ کھول کر کھمرے سے باہر آیا۔

راہداری میں سے کوئی کر دہ بہ آمدے میں ہنچا تو دہاں دو مسلح
افراد اسے دیکھتے ہیں جو کہا ہو گئے۔ ٹھرٹھری ملکی سرملاتا ہوا
آجے بڑھا اور پیدھ میں کھڑی ہوئی لمبی سی سفید کار کا دروازہ
کھول کر سیٹھ لگ پر بیٹھ گیا۔ چند لمحوں بعد کار کا آنکھی جاگ اٹھا۔
اور کار آہستہ آہستہ تھے بڑھی۔ چکر کاٹ کر دہ سیدھی
بیردنی گیٹ کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ میں گیٹ پر کھڑے تھے
وربان نے کار کے فرڈیک پہنچتے ہی بڑا سا پھٹک کھول

دیا اور غیر ملکی کار بامہر میں سوڈ پر لفتا چلا گیا۔ پھر اس
نے کار کو دایں طرف موڑا اور سڑک پر آتے ہی کار کی رفلکس
تیز ہوتی چلی گئی۔ کار کی سے نکلنے کے بعد کار شہر کی طرف
چلنے والی سڑک پر بڑھی۔ اور پھر تیزی سے آجے بڑھتی
ہوئی تھوڑی دیہ بعد شہر میں داخل ہو گئی۔ مختلف مرکزوں
پر کھومنے کے بعد وہ ایک عمارت کے کپڑا ہدیہ میں مڑھی۔

چلی گئی۔ یہ عمارت دو منزلہ تھی اور اس پر جونز فین کلب کا بیٹا
سابور ڈنصب تھا۔ غیر ملکی نے کار پارک پر میں جا کر بند کی
اور پھر نیچے اتر کر وہ کلب کے میں گئیٹ میں داخل ہو گیا۔ اندر
ایک کافی بڑا اماں تھا۔ جو اس وقت بالکل خالی پڑا ہوا تھا۔
غیر ملکی لفٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اور چند لمحوں بعد وہ
لفٹ کے ذمیتعے دوسری منزل پر پہنچ گیا۔ دوسری منزل
کے ایک تحریر کے در دانے پر اس نے رک کر آہستہ سے
دستک دی۔

”کون ہے؟“ اندر سے چند لمحوں بعد نیند میں ڈوبی
ہوئی نسوانی آداز سنائی دی۔
”راجہ!“ غیر ملکی نے نہم لمحے میں جواب دیتے
ہوئے کہا۔

”ادہ کم ان!“ اندر سے کہا گیا اور غیر ملکی نے
در دانہ کو دھکیلا تو وہ کھلتا چلا گیا اور وہ اندر داخل ہو گیا۔
یہ ایک خوب صورت انداز میں سمجھی ہوئی خواب گاہ تھی۔ جس
کے خوب صورت فوم بیٹھ پر انتہائی دل کش جسم کی مالک
لوگ کی رسمی ناسٹی پہنے دراز تھی۔ راحر کے اندر آئنے پر
وہ اکٹھی اور سر پانے سے پشت لگا کر بیٹھ گئی۔ اس کی آنکھوں
میں ابھی تک نیند بھری ہوئی تھی جس سے اس کا چہرہ اور
بھی زیادہ دل کش ہو گیا تھا۔ راجہ سامنے پڑی ہوئی کسی
پر مستکراتے ہوئے بیٹھ گیا۔

"ابھی تک آپ سورہی میں" — راجرنے بیٹھتے ہی سنستے ہوئے کہا۔

"در اصل رات یک موڑ آسامی چنس گئی تھی اس لئے بہت دیر بعد سوتے کام موقع ملا تھا" — لٹکی نے بھی سنستے ہوئے جواب دیا۔

"کتنا دصول ہوا" — راجرنے پوچھا۔
"توقع سے بھی زیادہ رقم" — بڑا ہی فراخ دل آدمی تھا۔
لٹکی نے سنستے ہوئے جواب دیا۔

"خہلانے کام شروع کر دیا ہے اور آج وہ چار لاکھیوں کو گھین کارڈ سیلانی کر دے گی" — اس لئے اب ہمیں سنجیدگی سے مشن کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ راجرنے اس بار سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"اد" — واقعی پھر تو ٹھیک ہے کام شروع ہو گیا ہے — تب تو ٹھیک ہے" — لٹکی نے بھی چونکتے ہوئے کہا اور اس کے چہرے پر بھی سنجیدگی الہرقی چلی آئی۔
"میں نے ٹوپی کو ان لٹکیوں کی گھرانی کا کام سونپ دیا ہے جاکہ کوئی گڑ بڑھنے ہو سکے" — اب تم ایسا کرو کہ جائز ایم زیڈ کی مزید کھیپ لے آئے کا بندوبست کر دتا کہ کام کو تیزی سے پھیلا دیا جاسکے" — راجرنے کہا۔

"اد" کے — میں آج ہی مکھت بنوانے کی کوشش کرتی ہوں" — لٹکی نے سر ٹالتے ہوئے کہا۔

"ایک بیفتے کے اندر یہ سپلاٹی پہنچ جانی چاہیئے۔ کیوں کہ ایک بیفتے بعد ریڈ کارڈ ایشو کر دیتے جائیں گے۔ اور پھر کام تیزی سے پھیلیتا چلا جائے گا۔" — راجرنے اُسے سمجھاتے ہوئے کہا۔ "لیکن اس کا سٹور اور مرکز کہاں قائم ہو گا؟" — روکی نے پوچھا۔ "فی الحال تو اسی کلب کو سپلاٹی مرکز بنانے کا میں نے خصلہ کیا ہے۔ جب ڈیمیانڈ بڑھ جائے گی تو پھر مستقل دفتر بنالیں گے۔" راجرنے جواب دیا۔

"او۔ کے۔ شیک ہے۔" — روکی نے سر ٹالتے ہوئے

جواب دیا۔

"کہیں جوز فین تو آڑے نہیں آئے گی۔" — راجرنے بکھر دیروچنے کے بعد پوچھا۔ "نہیں۔" — جوز فین ایسے معاملات میں مداخلت نہیں کرتی۔ وہ صرف اپنے مطلب سے مطلب رکھنے والی عودت ہے۔ روکی نے کہا۔

"پھر شیک رہے۔" — لیکن اگر جوز فین رکا درٹ بننے کی کوشش کرے تو مجھے مطلع کر دینا میں میں کا بند دبست کر دوں گا۔" راجرنے کہنسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ تم جا رہے ہو۔ بیٹھو۔ ابھی تو آئے ہو۔" — روکی نے راجر کو اٹھتے دیکھ کر چونک کر کہا۔

"نہیں۔" — ابھی میں نے بہت سے کام نپشا نے ہیں تم واپس آؤ گی تو پھر میں تمہارے پاس رات گرداروں گا۔" — راجر

نے کہا۔

”وہ دیدہ رہا۔“ رُٹکی نے خوشی سے چمکتے ہوئے کہا۔

”پکا وعدہ۔“ لیکن شرط یہ ہے کہ کام شیک شیک ہونا چاہیئے تھا۔ راجرنے بھی مسکلتے ہوئے جواب دیا۔

”ادہ۔“ تم مار گریٹ کو کیا سمجھتے ہو، آج تک کبھی کوئی گریٹ ہوئی ہے جواب ہوگی۔ اور یہ ملک تو دیسے بھی احمدوں کا ملک ہے۔ ذرا اکسی سے مسکا کر بات کر لو وہی قدموں میں لوٹنے لگتا ہے۔ رُٹکی نے جس کا نام مار گریٹ تھا چمکتے ہوئے لے لیجیں کہا۔

”اسی لئے تو میں تمہیں پسند کرتا ہوں۔ اور کے بائی۔ بائی۔“ راجرنے کہا اور پھر تیزی سے مرکر دروازے کی طرف بڑھا۔ دروازہ کھول کر وہ باہر آیا۔ اور پھر تیز تیز قدم اٹھا۔ مالفٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس کے چہرے پر اطمینان کے سہمند آثار نمایاں تھے۔

چند لمحوں بعد اس کی کار ٹرکو را ہوٹل کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ اس نے بلوور راجرنگر کو را ہوٹل میں قیام رکھا ہوا اختنا۔ لیکن بلوور بار اس نے اپنا چینہ کو اور گھستان کا لوٹی میں بنایا ہوا اختنا۔

فیاض چند لمحے تو دنوں ہاتھوں سے سر کٹے ہے مجھا
 رہا پھر اس نے سر سے دونوں ہاتھوں کا میز پر پڑی ہمی فائل
 کو کھو لا اور اسے ایک بار پھر پڑھنے لگا۔ اس کے چہرے
 پر شدید بیزاری کے آثار طاری تھے۔ اس بار وہ اپنے آپ کو
 بُری طرح پھنسا ہوا محسوس کر رہا تھا۔ سر رحمان کا مود
 بتارہ ہاتھا کہ اگر مجرم جلد نہ کٹے گئے تو وہ اُسے گولی
 مار دینے سے بھی دریغ نہ کہیں گے اور پھر سب سے بڑا ستم یہ
 کہ انہوں نے عمران سے کام لینے پر بھی سختی سے منع کر دیا تھا۔
 اور فیاض کو پتہ تھا کہ اگر سر رحمان کو پتہ لگ گیا کہ اس
 نے عمران سے بات بھی کی ہے تو وہ اُسے اٹھانکھادیں گے۔
 لیکن اب مسئلہ یہ ہے کہ مجرموں کو کہاں سے ڈھونڈھا جائے۔
 سر رحمان نے تو حکم دے دیا تھا کہ مجرموں کو ایک ہفتے میں

گرفتار کر لو۔ لیکن اب مجرم کوئی راستے میں تو نہ پہنچ سکتے۔ کہ وہ انہیں کیڑٹے لے چنا پچھے اس نے فائل کھولی اب جو کچھ پستہ لوگ سکتا تھا اس فائل میں سے ہی لوگ سکتا تھا۔ چنانچہ اس نے آنکھیں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر فائل کو پڑھنا شروع کر دیا۔ وہ یوں ایک ایک لفظ پڑھ دیا تھا۔ جیسے منجع امتحان دینا ہو۔ اور اس نے پہلی بار کتاب کھولی ہو۔ لیکن فائل میں تھا ہر کیا جو اس کے پلے پڑتا۔ فائل میں صرف اشادرج تھا کہ مجرموں کی ایک تنظیم جو ڈیٹھ سرکل کے نام سے جانی جاتی ہے کسی پہاڑار مشن پر پاکیشیا پہنچ گئی ہے۔ ڈیٹھ سرکل کے بارے میں بتایا گیا تھا کہ اس تنظیم نے یورپ اور ایشیا کے بے شمار ملکوں میں اپنا پُر اسرار جال پھیلایا ہوا ہے اور یہ لوگ انتہائی خاموشی سے کام کرتے ہیں۔ اور زیادہ تر مشیات کے سلسلے میں دل جیپی لیتے ہیں۔ اس کے سوا اور کچھ منہ تھا۔

اس کا مطلب ہے کوئی نشہ آدھر شے یہ یہاں لوگوں کو بھیں گے۔ لیکن اب سرکل جو تھا کہ وہ نشہ آدھر شے کیا ہو سکتی ہے۔ کیوں کہ مشیات کا خام مال تو پاکیشیا میں پیدا ہوتا ہے۔ اور یہاں سے یورپ اور ایشیا کے دوسرے ملکوں کو سرکل ہوتا ہے۔ کیوں کہ یہاں تواں کی قیمت بے حد کم ہوتی ہے۔ جب کہ ہماراں کی قیمت بے زاروں گناہ بڑھ جاتی ہے۔ اس لئے اس کوں سانشہ ہو سکتے ہے جو باہر سے یہاں آتے اور یہاں اس کی قیمت زیادہ ہو۔ ایسا کوئی نشہ اس کے خالی میں نہ تھا۔

اور پھر یہ کام تو عام سے مجرموں کا تھا۔ اس کے لئے کسی بین الاقوامی تنظیم کے ملوث ہونے کا کوئی مسئلہ بھی نہ تھا۔ یہی سوچتے سوچتے اس کا داعی پکنے لگا۔ یہیں کوئی بات واضح طور پر سمجھے میں نہ آہی تھی۔ جب کہ اُسے معلوم تھا کہ سر جان کو شام کو روپوزٹ بھی دینی ہے۔ ابھی وہ بیٹھا سوچ رہا تھا کہ اپا تک قریب پڑے یہی فون کی گھنٹی زور سے بج اٹھی۔ اور فیاض نے چونکہ تک رسیور اٹھایا۔

”سپریٹ نہ نہ فیاض آف سفرل انٹیل جس سیور یو“

فیاض نے انتہائی سکھاناہ لجئے میں کہا۔

”جناب عالی میں آپ کو ایک اہم اطلاع دینا چاہتا ہوں“ دوسری طرف سے ایک منہنائی ہوئی خوفزدہ سی آواز سنائی وی۔

”اطلاع مگر تم ہو کوں“ پہلے اپنا تعارف کراؤ۔ ”جناب میرا نام گھوش ہے۔ میں یونیورسٹی آف شیکنالوجی میں پروفیسسر ہوں۔ پروفیسسر گھوش“ دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

”اوہ اچھا۔ پروفیسسر گھوش فرمائیے“ فیاض کو مجبوراً لمحہ نرم کرنا پڑا۔ کیوں کہ وہ جانا تھا کہ یہ پروفیسسر قسم کے لوگ صدورت سے زیادہ سنکلی ہوتے ہیں اور انہیں سرفہرست کے اعلیٰ افسران کو خشکیت کرنے کا اس لئے وہ محتاط رہنا چاہتا تھا۔

”جناب عالی — اعلان جوہی ابھم ہے اور میں کسی ذمہ دار آفی کو دینا چاہتا ہوں ۔“ دوسری طرف سے اُسی طرح منکرتے ہوئے ہے میں کہا گیا۔

”میں سپر فلٹ نہ ہوں اُنیشی بنس کا عملی سربراہ مجھ سے زیادہ ذمہ دار کوں ہو سکتا ہے ۔“ فیاض نے قدر سے خیال پُرچے میں کہا۔ اُسے پردہ فیضر گھوش پر فری طرح عرضہ آئتا تھا جو اُسے ذمہ دار آدمی ہی نہ سمجھ رہا تھا۔

”اچھا اچھا — پھر شیکھتے تو جناب آپ نے کبھی اپنا من کلب کا نام نہ ہے ۔“ پردہ فیضر گھوش نے پوچھا۔

”اپنائیں کلب نہیں ۔“ ایس کوئی کلب میرے علم میں نہیں ہے ۔“ فیاض نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

”کمال ہے ۔“ آپ اُنیشی بنس کے سپر فلٹ نہ ہیں ۔ اور اپنا من کلب کے بارے میں نہیں جانتے۔ اس لئے تو کہہ دیا ہوں کہ کسی ذمہ دار آدمی سے بات کر دیں ۔“ دوسری طرف سے پردہ فیضر گھوش نے بڑنے طرزی ہے جیسی میں کہا۔

”دیکھئے یہ دوسرے میں آپ کا بھک لحاظ کر دیا ہوں ۔“ لکھ آپ خواہ مخواہ ہسربچوڑھ بھبارت ہے میں دو اراد الحکومت کے سارے کلب میرے دیکھ بجلے ہیں ۔“ ایسے آپ اپنا نام لے دیں جس کا کوئی وجود ہی نہ ہو تو پھر میں کیا کر سکتا ہوں ۔ آپ براوڈ بیر بائی تفصیل بتائیں اور یہ اسٹرڈیو پینڈ کریں میرے پاس آپ کی طرح فلمتو وقت نہیں ہے ۔“

سپرٹنڈنٹ فیاض سے جب نہ رہا جاسکا تو وہ آخر اب لہی پڑا۔
 ”اوہ— دیری سودی— آپ واقعی بے حد صرف وف
 ہوں گے۔ بہر حال اپا سن کلب میں روزانہ چند غیر ملکی اکٹھے
 ہوتے ہیں اور جرام کی باتیں کرتے ہیں۔ مجھے ان سے کسی
 بہت بڑھے جرم کی بوآتی ہے۔ ویسے ان کے پیارے بھی مجرموں
 جسے دکھانی دیتے ہیں اور ڈیکھ سرکل کے الفاظ تو وہ بار بار
 دوہرلتے ہیں۔“ پرسو فیسر گھوش نے کہا۔

”غیر ملکی— جرام کی باتیں اور ڈیکھ سرکل— اوہ کہاں
 ہے یہ اپا سن کلب— جلدی بتلیتے۔“ فیاض نے
 چونکتے ہوئے کہا۔ اُسے یقین آگیا تھا کہ یہ غیر ملکی وہی ڈیکھ سرکل
 والے مجرم ہی ہیں۔

”اپا سن کلب شاہی سوڈ پر سلے رنگ کی عمارت میں قائم
 ہے۔ یہ ایک خفیہ کلب ہے اس کے ممبر سی اندر جا سکتے ہیں۔
 اور ایک خاص بات یہ ہے کہ باقی کلب تو شام کو آباد ہوتے
 ہیں جب کہ یہ دن چڑھتے آباد ہوتا ہے۔“ اور شام کو غیر آباد
 ہو جاتا ہے۔ میرا مطلب ہے اب بھی اگر آپ وہاں پہنچیں تو
 آپ کو وہ غیر ملکی مل جائیں گے۔“ پرسو فیسر گھوش نے
 جواب دیا۔

”اچھا۔ میکن ان کی پہچان۔“ فیاض نے پوچھا۔
 ”پہچان کیا۔“ وہاں موجود ہی دیپی غیر ملکی ہوں گے یا نہیں۔
 اگر ہوں گے تو دیسی ہوں گے۔ اوہ آپ کو دلیل جبراچال پہنچا۔

ہو گا ورنہ وہ لوگ خفیہ دردانے سے بھاگ جائیں گے ہے۔ پروفیسر گھوش نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"ادہ — دیرمی لکھا — آپ نے اچھی اطلاع دی ہے۔ بہت بہت شکریہ — میں اچھی چاپ پر مارتا ہوں۔" فیاض نے چنکتے ہوئے کہا۔

"ماں — بالکل ابھی اور اسی وقت آپ واقعی لے صدر فرض شناس ہیں۔ آپ جسے افسری تو اس ملک کی ترقی کا اصل رانجیں" — پروفیسر گھوش نے بڑے غلوص سے تعریف کرتے ہوئے کہا اور فیاض کا سینہ وہاں دفتر میں میٹھے پھولی گیا۔

شکریہ شکریہ — فیاض نے کہا اور دوسرا بھی لمحہ رابطہ ختم ہوتے محسوس کر کے اس نے نیزی سے دسیو کیٹل پر پھینکا اور پھر کال بیل کا بیٹن دبادیا۔

"یہ سد — چپڑا سی نے فوراً ہی کسی جن کی طرح حاضر ہو کر کہا۔

"اسلم کو کہو کہ فوراً چھاپہ مار پاری طیار کرے۔ کم از کم دس مسلح آدمی ہونے چاہیں اور فوراً — اور ڈرائیور سے کہو میرمی جیپ فوراً طیار کرے۔" فیاض نے انتہائی محکمانہ انداز میں بدلایات جاری کرتے ہوئے کہا۔ اس کے ذہن پر سوار ساری بوریت و در ہو گئی تھی۔ اب وہ پوری طرح چاک و پوندہ ہو گیا تھا۔ اُسے یقین تھا کہ دہلی اُبھی ان غیر ملکیوں

کو ہر فنار کر کے ان سے سب کچھ اگھوائے گا۔ اور پھر جب ایک گھنٹے بعد وہ مجرموں کو سر رحمان کے سامنے پیش کرے گا۔ تو سر رحمان کو بھی پتہ چلے گا کہ فیاضن کام کرنے پر آئے تو اس طرح کرتا ہے۔ ایک لمحہ کرنے لئے اس نے سوچا کہ وہ ان غیر ملکیوں کے بارے میں سر رحمان سے بات کرے۔ لیکن پھر اس نے ارادہ بدل دیا۔ کیوں کہ ہو سکتا ہے سر رحمان سماں اکریڈیٹ خود لے لیں۔

سے — آپ کی جیپ اور مسلح پارٹی تیار ہے۔“
نتوڑی دیر بعد چپڑاں نے آگر اطلاع دی۔

او۔ کے ” — فیاضن نے کسی سے اچھل کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا اور پھر کپ پٹینڈ سے اس نے اپنی مخصوص ٹوپی اٹا رہی اور سر پر پہنچتے ہوئے وہ تیزی سے کمرے سے منکلتا چلا گیا۔

سیمان — ارے بھئی سیمان آج ناشتے
کاکیا پروگرام ہے تے عمران نے بٹے میشے ہجے میں
سیمان کو آوازیں دیتے ہوئے کہا۔
ناشته — کیسانا شتہ — آج تو تخواہ کی وصولا
کا دن ہے۔ اس لئے آپ کو ناشته نہیں مل سکتا۔ سیمان
نے دردوانے پر منودار ہوتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر
رزگاری کے آثار ہنایاں تھے۔

”تختواہ کی وصولی کا دن — کہاں سے وصول کرنی ہے
تختواہ — جلدی بتاؤ۔ آج کل تو بڑی کردکی کے دن ہیں۔
مران نے چونکتے ہوئے کہا۔

”کل — اب تو کردکی کے دن آئیں گے۔ آپ نے اب
کل بٹسے مزے کئے ہیں۔ کردکی متاسنا کر مجھے ملتے رہئے ہیں۔

لیکن رات میں نے یونین کے سامنے حلف اٹھایا ہے کہ صبح اپنی سانی
تختواہ وصول کروں گا" — سلیمان نے سر ٹھاٹ تے ہوئے بڑے
طنزیہ لمحے میں کہا۔

"یونین کے سامنے حلف اٹھایا ہے اور یہ یونین
کہاں سے ٹپک پڑی" — عمران نے آنکھیں پھاڑ تے
ہوئے پوچھا۔

"دیکھئے صاحب" — میری بچپنی آٹھ سال کی تختواہ شرافت
سے میرے باٹھ پر دھر دیجیے اور آئندہ آٹھ سال کی تختواہ ایڈ فائز
کل سولہ سال کی بات ہے" — سلیمان نے لمحے کو سخت
بنلتے ہوئے کہا۔

"تری عمر ہے سولہ سال" — وہ کیا لفظ کھے میں ہوں
سال — بعضی یہ لفظ سن کر ہی ناشستہ ہو گیا۔ کیا راضی ہو
گئی ہے؟ — عمران نے آخری الفاظ بڑے رازدار انداز
میں کھے کھے کہا۔

"کوئی راضی ہو گئی ہے؟" — سلیمان نے چونکتے
ہوئے کہا۔

"وہی سولہ سال دالی" — ارے ظالم کہاں سے ڈھونڈ
نکالی اس قحط کے زمانے میں" — عمران نے ڈھیٹ عاشقوں
کے سے پہچا میں کہا۔

"اچھا" — تو آپ اس حکمر میں ہیں۔ میں کسی لڑکی کی بات
نہیں کر دیا — سولہ سال کی تختواہ کی بات کر رہا ہوں" —

سیمان نے غصہ سے آنکھیں مکال لئے ہوئے کہا۔

"یار پر کچھ بھی ہو۔ جب سول سال کی ہے تو چاہتے اس کا نام تیخواہ ہو یا الاؤنس۔ مجھے منظور ہے میں ہونی سول سال کی چلے ہیئے۔" عمران نے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔ "آپ یوں نہیں مانیں گے۔ کیا خیال ہے دوں شتریں کا تحریری فلوٹ۔" سیمان نے پندرہ بدلتے ہوئے کہا۔

"بغیر تحریری فلوٹ کے نہیں مانتی یار۔ یہ زبانی کام ہی رکھو تحریری دیری دیری کا چکر جھوڑو۔ اچھا یہ بتاؤ وہ بھنگن تو نہیں جس سے کل تم باتیں کر رہے تھے۔ وہی ہو گی۔ یار ذوق تو ہمارا اچھا ہے بھنگن ہے تو کیا ہوا۔ کہا کہ کھلانے کی۔ جھوار وہی اٹھانا رہے گانا۔" عمران نے یوں آنکھ ماستے ہوئے کہا ہے اس کی ساری عمر عاشقی کرتے ہی گزد گئی ہو۔

"اوہ۔ آپ نے کہاں سے دیکھ لیا۔ دیکھئے عمران صاحب یہ تانکا جھانکی اچھی بات نہیں ہے۔ اور میں آپ نے تو ابھی ناساثتہ نہیں کیا۔ میں ابھی لا یانا شستہ۔"

سیمان نے گھبرائے ہوئے بجھ میں کہا۔ اوپر تیزی سے مڑ کر دروازے سے عاس سو گیا۔ اور عمران بے انتباہ مکرا دیا۔ اُس سے معلوم تھا کہ اب تک اس انداشتہ مل جائے گا۔ ورنہ سیمان نے رکھ لایا کر ناساثتہ دیتا تھا۔

کیوں کہ جب بھی عمران دیر سے اٹھا تھا سیمان اُسے کیسی سزا دیتا تھا۔ اور آج تو اُسے دیسے بھی کافی دیر ہو گئی تھی۔ کام کاچ تو

تھا نہیں۔ اس لئے وہ جان بوجو کر آگھیں بند کیے پڑا دام تھا۔
سلیمان کے جاتے ہی عمران نے میز پر پڑا ہوا خبار اٹھا
لیا۔ اور ابھی وہ اس کی سختیوں پر نظریں دوڑا ہی رہا تھا۔ کہ
پاس پڑے ہوئے ٹسلی فون کی گھنٹی بج ابھی — اور عمران نے
بڑا سامنہ بنلتے ہوئے رسیور اٹھایا۔

”جامن بھائی — کھجور بھائی — فروٹ والے“
عمران نے بڑا سامنہ بنلتے ہوئے کہا۔

”نہ ہی آج کل جامن کا موسم ہے اور نہ کھجور کا — پھر
تمہیں یہ دونوں چیزوں کیاں سے یاد آگئیں؟“ — سر سلطان
ظرف سے سر سلطان نے منٹتے ہوئے کہا۔

”اگر یہ نام موسم کے مطابق نہیں تو پھر سب بھائی ناشپاقي
بھائی ہی ہی — کسی طرح تو آپ راضی ہوں“ — عمران
نے جواب دیا۔

”دیکھو عمران — اب تمہیں مذاق کرنے کا بھی سلیقہ نہیں
رہا۔ سب بھائی تو تھیک ہے لیکن ناشپاقي بھائی کی بجائے
ناشپاقي بہن کہو — تب بات بنتی ہے“ — سر سلطان
نے منٹتے ہوئے کہا۔

”جناب — میرے ماں باپ گرامر کے علامہ نہ ہتھے۔
شکر کریں انہوں نے سب بہن اور ناشپاقي بہنوئی نہیں
رکھ دیا“ — عمران نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا۔
ویسے وہ سر سلطان کے مذاق سے دل ہی دل ہیں لھق اندھا۔

ہور ہاتھا۔

”اچھا چھوڑ واس بہن بھائی کے چکر کو — آج کل کیا کر رہے ہو۔
میرا مطلب ہے کیا مصروفیات پیں؟“ — سرسلطان نے
دوسری طرف سے نشستے ہوئے پوچھا۔
”ادم — مگر آپ کو میری مصروفیات سے کیا دل جسپی ہو گئی۔
کہیں مجھے مردانے کا تو پروگرام نہیں“ — عمران نے سخیہ
ہوتے ہوئے کہا۔

”ادم — میں تو وہ سے رسمًا پوچھ رہا تھا — مگر تم دیکھوں
گئے تھے۔ سرسلطان نے آسے سخیہ ہوتے دیکھ کر حیرت
بھرے لایج میں کہا۔

”لاہو تو کہیں قبلہ والد صاحب نے آپ کو اس انکواڑی پر تو
نہیں لگا دیا — کی کو آپ روپورٹ دے دیں کہ میں آولئے گردی
کرتا ہوں۔ سو لے سال پر سردار ختنا ہوں تو قبلہ والد صاحب اپنی بھائی
میری شادی کے متعلق سخیہ ہو جائیں“ — عمران نے جواب
دیا۔

اور فون پر سرسلطان کے حلق سے نکلنے والے بے اختیار
تھے کی کوئی سنائی نہیں۔

”اچھا اچھا — تو یہ خوف ہے تھیں — مگر یہ سو لے سال پر
سردار ختنا والی بات سمجھہ میں نہیں آئی“ — سرسلطان نے
مسکراتے ہوئے کہا وہ بھی شاید آج خوش گمار مودہ نہیں تھے۔
”اس کا متعلق میرے نلٹتے سے ہے بسا سو لے سال کی تباواہ“

دو یا پھر ناشتہ کر دو" — عمران نے سنجیدہ لپجھے میں کہا۔

"ختہ سے تو بات کرنا ہی عذاب ہے" — عجیب و غریب قسم کی پہلیاں بخوانا شروع کر دیتے ہو تو — سرسلطان نے جواب دیا۔

"در اصل ناشتہ سے پہلے میرا دماغ اسی طرح الجھا ہوا ہوتا ہے۔ مکن" — توں — جیلی جام اور چائے مل کر اسے ہمولد کرتے ہیں" — عمران نے جواب دیا۔

"ادہ" — اس کا مطلب ابھی تم نے ناشتہ ہی نہیں کیا۔ معلوم ہے کیا وقت ہوا ہے؟ — سرسلطان نے حیرت بھرے لمحے میں کہا۔

"یہ ناشتے کے ساتھ وقت کا کیا تھا" — اور پیغیر احستہ بولیتے کہیں سیماں نہ سن لے۔ بڑی شکل سے راضی کیا ہے ناشتہ بناتے پڑتے — عمران نے سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔

"ادہ" — اچھا اچھا — میں سمجھ گیا۔ دیسے یہ سیماں کی بہت ہے کہ وہ تھیں ڈیل کر لیتا ہے۔ اچھا ایک بات بتاؤ آج میں سپر زمینڈشت فیاض سے تمہارے تھٹت کیسے ہیں؟" — سرسلطان نے پوچھا۔

"تعلقات ظاہر ہے جائز ہی ہوں گے۔ فیاض بیسے افرے ناجائز تعلقات رکھ کر مزنا ہے" — عمران نے جواب دیا۔ اور سرسلطان ایک بار پھر ہنس پڑے۔

”تم ہر بات کو اڑا دینے کے ناہر ہو۔“ اچھا یہ بتاؤ ڈیتھ سرکل کا نام تھا ہے۔ سرسلاں نے ہجتے ہوئے کہا۔

”میرا خال ہے آپ نے بھی ابھی تک ناشستہ نہیں کیا، اسی سے میری طرح الجھی الجھی باتیں کر رہے ہیں۔ کبھی تعلقات پرچتے ہیں اور بھی آپ کو ڈیتھ سرکل یاد آ جائے ہے۔“ عمران نے بڑے سخید صلحی میں کہا۔

”ڈیتھ سرکل نہیں سرکل۔“ سنو عمران۔“ بر طائفیہ کی سیکرٹ سرویس سے ہمیں ایک خیہ روپرٹ ملی ہے۔ کہ ایک مجرم تنظیم ڈیتھ سرکل پاکستان کی پاکستان اسلام پر ٹھنڈھ لگائے ہے۔ ہم نے صدر مملکت سے کہا بھی کہ یہ خال ایک توہین کو بھوادیں۔ لیکن انہوں نے فائل سرچ ملکی کاموں کا مشکل توہین لے رکھا۔ کچھ انشیلی جنس کو بھی کام کرنا چاہیئے۔“ سرسلاں نے کہا۔

”اوہ۔“ صدر مملکت اب بھوادیہ تے جاوے ہیں۔

اُنہاں نہیں مزید عقل و عالم عطا فرمادے۔ رویے آپ نے تو ہمیں پہنچانے کے لئے پہلے لہذا در لگایا ہو گئے۔“ عمران نے سر ٹلانے تے ہوئے کہا۔

”عمران بیٹے۔“ مجھے معلوم ہے کہ فیاض کس ٹائپ کا آدمی ہے۔ اور سرچ ملکی کام کے لیے ایک دنیا کا سپ سے بڑا جاسوس ہے۔ اب یہ قبیلے سویم ہے کہ گوئم اس کی

امداد نہ کرو تو سر رحمان کو فیاض کی اصل قابلیت کا اندازہ ہو جائے۔ اس لئے بجا ہے اس کے کو فیاض مہماں سے تبھی بجا گتا پھرے کیوں نہ کسی براہ راست مہماں ہی بمحوا دیا جائے؟ سرسلطان نے کہا۔

”آپ کو سور فیاض کے بارے میں غلط فہمی ہے وہ زبردست جاسوسی ملاحتوں کا حامل ہے — مجھ سے تو یہ ازراحتیت امداد کے لئے کہہ دیتا ہے تاکہ میری دیہر سل ہوتی رہے وہ نہ فارغ بیٹھ بیٹھ میں کندڑ ہن ہو جاؤں گا“ — عمران نے جواب دیا۔

”چلو اسی طرح ہی — بہر حال میں نے تھیں اطلاع میں کے لئے فون کیا تھا۔ فائل کے مقابل م مجرم باکشیتیں پڑھ پکھے ہیں۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ تم فیاض کی امداد کرو یا نہیں کیس حل ہونا چاہتے؟ — ایسا نہ ہو کہ یہ کوئی سُنقُسانِ اکٹھا بیٹھیں“ سرسلطان نے سنجیدہ ہجھ میں کہا۔

”آپ بے فکر رہیں — میں فیاض کی پوری امداد کروں گا۔ آخر میں نے اس سے فلیٹ کا سال بھر کا یہ معاف کرانا ہے“

عمران نے ہنسنے ہوئے کہا۔ اور پھر اس سے پہلے کہ عمران کچھ کہتا سرسلطان نے سور رکھ دیا تھا — ان کا مقصد حل ہو گیا تھا۔ اور ظاہر ہے وہ مزید وقت کیسے خلاع کر سکتے تھے۔

”ہونہے — تو ڈیکھو سرکل فیاض صاحب ڈیل کر رہے ہیں“ عمران نے بڑاتے ہوئے کہا۔

”ڈیتھ سرکل — یہ کون سے کھانے کا نام ہے؟“
 اچانک سیلماں کی آواز سنائی دی اور عمران چونک پڑا۔ سیلماں
 میز پر ٹلکھتے کاسامان لگا دیا تھا۔
 ”اے — مجھیں نہیں پتا۔ سو یوں کو کہتے ہیں — وہ بھی
 وہ — اتنے بڑے باودھی ہو اور ڈیتھ سرکل کا پتہ نہیں“
 عمران نے طنز یہ بھی میں کہا۔
 ”دیکھے صاحب — مجھ سے مذاق نہ کیا کجھی کہاں ہویاں
 اور کہاں ڈیتھ سرکل — اس کا مطلب ہے آپ سر حیدر ڈیتھ
 سرکل کھاتے ہیں۔“ — سیلماں نے بڑھاتے ہوئے کہا۔ اور
 پھر تینی سے تسلی دھیلتاہ اپیس چلا گیا۔
 ”اچھا چھا بھی بھی ناشستہ کرنے والا — پھر من تم سے
 بات کروں گا اور ابھی تو مجھ سوپر فیاض کی امداد کرنی ہے؟“
 عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اور پھر ناشستے پر جھپٹ پڑا۔
 جب تک ناشستہ مکمل ہوا عمران سوپر فیاض کی امداد کا مکمل
 پروگرام تیار کر چکا تھا — اس لئے ناشستے فارغ ہوتے ہی
 اس نے یہی فون کا رسیور انٹھایا اور سوپر فیاض کے دفتر کے نمبر
 لکھنے شروع کر دیتے۔
 ”سپر فیڈنٹ فیاض آف سٹرل انٹلی جنس ہوئے؟“
 والبھہ قائم ہوتے ہی دوسرا طرف سے فیاض کی کوئی دار آزاد
 سنائی دی — اور پھر عمران نے پردہ فیسر گھوش بن کر اسے
 یہ اطلاع دی کہ اپائن کلب میں غیر ملکی جرائم کی باتیں کر رہے

ہیں۔ اور ساتھ ہی ڈیتھ سرکل کی طرف بھی اشارہ کر دیا۔
 اور جب عمران نے رسیور رکھا تو اس کے چہرے پر شرات
 نایا رہی تھی — اس نے فیاض کو اس عملات کا پتہ بتا دیا تھا۔
 جبکہ آج کل مغربی جرمی کا پیکنیکل و فد کھڑہ ہوا تھا۔ یہ وفد انہیں ول
 کا تھا اور حکومت پاکیشیا کی خصوصی درخواست پر بھیجا گیا تھا تاکہ
 وہ جامنگڑیم میں پیدا ہونے والی خرابیوں کو دور کر سکے — اور
 عمران جانتا تھا کہ فیاض ان انہیں ول پر بغیر سوچتے سمجھے چڑھو دوٹے
 کا اور اس کا جو انجام ہو گا وہی ڈیکھنے کے قابل ہو گا۔
 فوں بند کرتے ہی وہ تیزی سے اٹھا اور پر دوڑتا ہوا ذریں گ
 بدمیں داخل ہو گیا۔ اس نے جلدی جلدی کپڑے تبدیل کرنے
 شروع کر دیتے۔ وہ دراصل جلد از جلد اس عملات کمپ ہنچتا چاہتا
 تھا تاکہ سوپر فیاض کی درگست بنتے اپنی آنکھوں سے دیکھ لے۔

آؤ شہلا — آج تو تم نے خاصی دیر لکھا دی۔ ہم تہلکا
 فون ملنے کے بعد کتنی دیر سے تہامی منتظر ہیں ۔ ایک لڑکی
 نے شہلا کے دروازے میں بندو دار ہوتے ہی گھر کرتے ہوئے کہا۔
 " معاف کرنا بھی " محمدزادہ دیر ہو گئی۔ دعا صلی ملتے ہیں
 گاؤں می خراب ہو گئی تو مجھے لٹکسی پہ آنا پڑا ۔" شہلا نے ہفتے
 ہوئے مخدودت بھرے ہے بچہ میں کہا اور پھر وہ ایک کرسی گھست
 کر بیٹھ گئی۔

خبریت تھی آج اس وقت تھیں اس میوں میں ہمیں اکٹھا
 کرنے کی کپاس سوچھی ۔ دیکھو سارا ماں ساریں سائیں کر رہا
 ہے ۔" دوسری لڑکی نے بُرا سامنہ بنتے ہوئے کہا۔
 " تمہیں بس سے چھٹی لے کر آنی پڑھی ہو گی اس لئے منہ
 بنارہسی ہو ۔ آج میں نے سوچا کہ آپ کو اپنی دوستی کا ایک

خوب صورت تھے دوں ۔ ۔ ۔ شہلہ نے منستے ہوئے جواب دیا ۔
” تھفہ ۔ ۔ ۔ کیسا تھفہ ۔ ۔ ۔ چاروں لڑکیوں نے چونک کر
اشتیاق آمیز لہجے میں کہا ۔

” ہے ایک تھفہ ۔ ۔ ۔ ایسا تھفہ کہ تم تمام عمر اسے نہ بھول سکو
گی ۔ ۔ ۔ شہلہ نے جواب دیا ۔

” بھئی ۔ ۔ ۔ اب سپنس نہ پیدا کرو ۔ اور دکھاؤ وہ اپنا تھفہ ۔
ایک لڑکی نے اشتیاق سے بھرپور لہجے میں کہا ۔

” دوستو ۔ ۔ ۔ بات یہ ہے کہ آج تک یورپ کے اعلیٰ طبقے
میں ایک پُر اسرار مشروب رواج پار ہا ہے ۔ ۔ ۔ لیکن جوں کہ یہ
مشروب انتہائی قیمتی ہے ۔ اس لئے سوائے ان لوگوں کے جو
اسے حاصل کرنے کی استطاعت رکھتے ہیں ۔ ۔ ۔ باقی بیجا سے
تو اس کے حصوں کی حرمت میں ہی زندگی کو زار دیتے ہیں ۔ اس کا
کوڈ نام ایم زیڈ ہے ۔ یہ آب چیانتی ہے ۔ ۔ ۔ صحیح معنوں میں
آب حیات ۔ میں نے یہاں آتے ہوئے اس کی ایک شیشی بڑی
مشکلوں سے حاصل کی تھی ۔ تاکہ اپنی عزمیز ترین سہیلیوں کو اس کا
ذائقہ چکھا سکوں ۔ ۔ ۔ اور میں نے اس نیا اب اور قیمتی ترین
مشروب کے لئے آپ کو منتخب کیا تھے ۔ ۔ ۔ شہلہ نے
بڑے پر اسرار لہجے میں کہا اور چاروں لڑکیوں کی آنکھیں صرف
اور اشتیاق سے چکنے لگیں ۔

” اسے ۔ ۔ ۔ اب دکھاؤ بھی سہی ۔ ۔ ۔ یا کسی اچھے سیلز میں کی
طریقہ تعریف ہی کوتی رہو گی ۔ ۔ ۔ ایک لڑکی نے چکتے ہوئے

ہجے میں کہا۔

”کہیں یہ فشیات شاپ کی تو کوئی پورہ نہیں ہے“
و دسری نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

”خشیات“ اڑے کیسی بائیک کر رہی ہو۔ اس کا فشیات سے کیا تعلق — البتہ اگر تم جو اپنی کوئی فشیات میں شامل کرو تو پھر البتہ اسے بھی فشیات میں شامل کیا جا سکتا ہے۔ اس کا کوڈ نام تو ایک ذیل ہے — البتہ جو عالم میں اسے مشروب جوانی کہتی ہے شہلا نے جواب دیا۔

”اچھا اچھا“ اب پیش ہوئی کردہ تھے نے تو اچھا خاصا ہمیں سپینش میں ڈال دیا ہے۔ باقی دو لوگوں نے براہما منہ بناتے ہوئے کہا۔

”دیرڑ“ شہلانے انہیں جواب دیتے کی سمجھتے ایک طرف کھڑے ہوئے دیرڑ سے مخاطب ہو کر کہا۔

”یس میڈم“ دیرڑ نے قریب آ کر موڑ باشنا بھی میں کہا۔

”بھی“ شیری لے آؤ دیکھ نہیں رہے کہن دقت سے میبل خالی پڑھی ہوئی ہے۔ شہلانے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ابھی لا یا میڈم“ میں نے پہلے آرڈر پوچھا تھا مگر انہوں نے فرمایا تھا کہ آپ کا انتظار ہے۔ دیرڑ نے موڑ باش رہے

میں جواب دیتے ہوئے کہا اور پھر وہ تیرڑی سے مرو گیا۔

”تو کیا شراب میں اسے مکس کیا جاتا ہے“ ایک بڑی نے کہا۔

”اور تمہارا کیا خیال ہے کہ اس کا گلاس بھر کر پسجا تا ہے بھی چار قطرے ایم زیڈ کے کافی ہوتے ہیں“ شہلانتے مکراتے ہوئے کہا۔

اور دو سکے لئے دیر نے میز پر شیری کی بوتل اور پانچ گلاس لا کر رکھ دیتے۔ اور شہلانے بوتل کھول کر شراب گلاسیوں میں آنٹھ ملنی شروع کر دی۔ جب سب گلاس بھر گئے تو اس نے اپنا پرس کھولا اور اس میں سے سبز رنگ کی ایک چھوٹی سی بوتل نکالی۔ اور اس کا ڈھکن کھول کر اس نے اسکیں موجود سنہرے رنگ کے محلوں کے چار چار قطرے ہر گلاس میں ڈالنے شروع کر دیتے۔ آخر میں گلاس میں ڈالنے کے بعد شیشی خالی ہو گئی۔ اور شہلانے اس کا ڈھکن بند کر کے اُسے دایس پرس میں ڈال لیا۔ لیکن جلدی میں بوتل پر س کی سجائے ینچے فرش پر گردپی اور شہلناکو اس کا احساس بھی نہ ہوا۔

”بوجھی عینش کم“ نتم بھی کیا یاد کر دیگی کہ شہلانے تحفہ دیا ہے۔ شہلانے مسکراتے پوچھتے کہا۔ اور اپنا گلاس اٹھا کر بوس سے لگایا۔ اس کے دیکھا دیکھی دوسری لوگوں نے بھی اپنے اپنے گلاس اٹھائے اور پھر انہوں نے گلاس منہ سے لکھاڑ جھجکتے ہوئے ایک گھونٹ لیا۔

”اوے“ اس کا ڈالنہ تو بہت شاندار ہے۔ بہت خوب“ سب نے مشترک طور پر کہا۔ اور پھر وہ مزے لے کر ایم زیڈ ملی شیری کے گھونٹ لینے لگیں۔ جب کہ شہلنا

کے چہرے پر انہیں پہنچتے دیکھ کر عجیب سی طنزیہ ملکر امیرت دوڑ رہی تھی۔ جیسے جیسے وہ چاروں لاکیاں مشروپ بیٹی کیں ان کے چہروں پر حیرت کے ساتھ انجلانی مسرت کے تاثرات ابھرتے چلے آئے۔

"اوہ شہلا۔ تم خاتون گرد ہو۔ اوہ کس قدر عجیب دغیرہ ذائقہ ہو گیا ہے شیری کا۔ یوں گستاخ جیسے واقعی ہم آب حیات پی رہی ہیں۔ ان سبب نے بڑے پر خلوص ہجئے میں کہا۔

شہلا بھی مزے لے کر شیری پی رہی تھی۔ لیکن اس کا پھر مظہر نہ تھا۔ مٹھا یہ پہلے سے اس مشروب کی عادی تھی۔ جب چلا سن ختم ہو گئے تو ان سب نے یوں بھا سا ہنرنباڑی جیسے انہیں یہ تصور کر کے ہی کو فتوحی ہوئے تھامزیہ اور مشروب پر اتنی جلدی ختم ہو گیا ہے۔

"اوہ شہلا۔ وہی گرد بیٹر۔ ایک ایک ہوا۔

ان چاروں نے بیک زبان ہو کر شہلا سے درخواست کرتے ہوئے کہا۔

"سنو۔ پہ ایک ہام ایک سفہت کے لئے کافی ہے۔ اب میری بات غور سے سنو۔ پہلا سمجھتہ تھا اسے تینوں میں خون کی پچھائی بارہ دوڑتا ہے۔ تم اپنے آپ کو پہنچو دیتے ہوئے کر دیگی۔ تھیں ملے جسے چہروں پر ہر وقت گلاب کھلتے رہیں گے۔ تھیں ملے جال میں اندھی مستی آ جائے گی۔ تھیں اس اب میکہ اپ

سے بے نیاز ہو جائے گا۔ اور تمہارے نے بوائے فرینڈز تمہاری خاطر جانیں دیتے ہی پر بھی تیار ہو جائیں گے۔ یہ ایم زیڈ کے چار قطروں کا اجھا ہے۔ اور سنو۔ میرے پاس ہی ششیٰ تھی تم اندازہ نہیں کر سکتیں کہ لے سے میں نے کتنی قیمت دے کے حاصل کیا تھا۔” شہلا نے سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔“ مگر ایک ہفتے بعد کیا ہو گا؟“ ان چاروں نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

”ایک ہفتہ بعد تم اپنی ہیلی حالت پر آجائی گی اور میں۔“ شہلا نے مسکلتے ہوئے کہا۔

”میں کیا یہ آب حیات مزید مقدار میں حاصل نہیں کیا جا سکتا۔“ ایک لڑکی نے پوچھا۔

”اس وقت تو موجود نہیں ہے۔ اور نہیں پاکیشیا میں قابل حصول ہے۔“ میں البتہ شاید ایک ہفتہ بعد میں کہیں سے بنتے بستے کر لوں۔“ شہلا نے بہم سے بھیں خواب دیتے ہوئے کہا۔

”ضرور کرنا۔“ اور سنو شہلا۔ یہ تو تمہاری طرف سے تحفہ تھا۔ اس کی بہم قیمت ادا کریں گے۔ جتنی بھی ہو۔“ ان چاروں نے بیک نہیں ہو کر کہا۔

”اچھا بھی۔“ اب ایک ہفتہ عیش کردا۔ میں نے تو ایک ہفتہ تک سے باہر گدارا ہے۔ ایک ہفتہ بعد ملاقات ہو گی۔“ شہلا نے اٹھتے ہوئے کہا۔ اداس نے جیب

سے ایک بڑا سانوٹ نکال کر میز پر ڈالا اور پھر وہ پانچوں سہیلیاں
ہنستی مسکراتی ہوئیں ہوتل سے باہر آگئیں۔ شہلا نے
میر بان ہونے کے نکلے ان سب کو خدمت کیا اور خود اپنی کار
کی طرف بڑھتی چلی گئی۔

”گرین کار ڈرے دیا ہے“ اچانک ایک نوجوان نے
اس کے قریب چلتے ہوئے سرگوشیاں لے جی میں پوچھا۔

”ہاں— دے دیا ہے ٹوٹی— اب تم نے ان کی
نگرانی کرنی ہے“ شہلا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔
”تم فکر نہ کرو— میرے آدمی ان کے پیچے ہیں“

اس نوجوان نے کہا اور پھر تیر تیز قدم اٹھاتا رکھ کر گھر تکھڑا چلا گیا۔
شہلا نے ایسی کار کا دروازہ کھولا اور دوسرے لمبے کار کو عقلمنق
ہوئی ہوتل کی پاؤں سے باہر نکلتی چلی گئی۔ اس کے پیڑے
پر شیدھا نی مسکراہٹ تیر سی بھی۔ اس سے معلوم تھا کہ مسکن
کا آغاز پوگیا ہے اور اب پاکشیاں جیکر سے کبھی باہر نکلے رکھی

کام

فیاض جیپ و دراگ اسٹری روڈ کی طرف بڑھا چلا جا
 رہا تھا جہاں پر فیسر گھوشن کے مطابق الپائن کلب تھا۔ اور
 اس کلب میں ڈیکھ مسلسل کے مجرموں نے ڈیرہ جمایا ہوا تھا۔ جیسے
 جس کے بڑھی چلی جا رہی تھی۔ اس کا ذہن ہواں میں
 لٹتا چاہتا تھا۔ دو تصویر ہی تصور میں صدر حماں کے چہرے
 پس واد و خیں کے آثار دیکھ رہا تھا۔ اور ساتھ ہی ساتھ سر حماں
 کا بھی بتارہا تھا کہ وہ اپنے پہلے سلوک پر فیاض سے بے عذر مندہ
 ہیں۔ اور پھر ساتھ ہی صدر مملکت کی طرف سے تعریفی ہشیکٹ
 اور پھر ڈپٹی ڈائریکٹر انٹلی جنس کے عہدے پر ترقی۔ غافیکہ
 وہ اس وقت تکمیل طور پر شیخ چلی بنایا ہوا تھا۔ اور دل ہی دل میں
 اس اجنبی پر فیسر گھوشن کو دعائیں دے رہا تھا جس نے میٹھے
 بٹھائے سارے اکیس ہی حل کر دیا تھا۔ دس مسلح سپاہی

پھر جیپ میں آ رہے تھے اور فیاض نے اپنے دیوار کو پٹھا رہا۔
کیوں کہ بہر حال وہ بین الاقوامی مجرم تھا ۔ ۔ ۔ وہاں مقابلہ بھی
ہو سکتا تھا۔

تھوڑی دیر بعد اس کی جیپ شاہی روڈ پر پہنچ گئی۔ اور پھر
اُسے دوڑ سے ہی وہ ایک منزلف پلی عمارت نظر آگئی۔ یہ عمارت
اپنی ظاہری حیثیت سے ایک عام سی رہائشی گاہ تھا اور ہی
بھی ۔ ۔ ۔ لیکن اب یہ بات تو صرف فیاض کی جانشناختکاری اس
عمارت میں اس کا روشن مستقبل موجود ہے ۔ ۔ ۔ اس نے تیری
سے جیپ عمارت سے ذرا اظہر سے بروکی اور پھر اچھل کر کچھ آتے
آیا۔ سچا ہیوں والی جیپ بھی لکھ گئی ۔ ۔ ۔ اور پھر سلسلہ پاپی
بھی شیخ آگئے۔

”اس عمارت کو چاروں طرف سے گھر لو ۔ ۔ ۔ کوئی آدمی
یہاں سے باہر نہ نکلتے پائے۔ اگر کوئی سکھ لگایا تو تم سب کو جو لی
مار دوں گا“ ۔ ۔ ۔ فیاض نے بڑے سخت یہ بچے میں انہیں پہلتے
دیتے ہوئے کہا۔

”آپ بے کفر ہیں جناب ۔ ۔ ۔ ان سب نے ہر حکمت
ہوئے کہا اور سیر وہ تیری سے دوڑتے ہوئے عمارت کے
گرد پھلتے چلے گئے۔ جب کہ ایک ان پکڑ فیاض کے
ساتھ کھڑا اور گئیا۔

”ان پکڑ رانا آدمیر سے ساختہ ۔ ۔ ۔ اکسنون پوری
طرح محتاط رہتا۔ بین الاقوامی مجرم ہیں یہ“ ۔ ۔ ۔ فیاض نے

بڑی بڑی موںچھوں والے ان سکرٹ سے مخاطب ہو کر کہا۔

”جناب“ آپ بے فکر ہیں۔ ان سکرٹ رانا کے سامنے میں الاقوامی مجرم بھیریں بن جلتے ہیں ॥ ان سکرٹ رانا نے اپنی بڑی بڑی موںچھوں کو تاد دیتے ہوئے کہا۔ اور فیاض نے ہولسٹر سے ریا اور مکالا اور چھر کڑتا ہوا تیزی سے عمارت کے گیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا ॥ گیٹ پنڈ تھا۔ سوپر فیاض نے کال بیل پر اپنا اچکو ٹھاڑ کھا اور اس وقت تک اُس نے دبکے رکھا جب تک چھاٹک کی ذیلی کھڑکی ایک جھٹکے سے نہ کھلی۔

”کیا مصیبت ہے“ کون تھے ॥ اندر سے کسی نے بڑے غصے انداز میں بڑھ رکھتے ہوئے کہا۔ اور دوسرے کے لمحے ایک لمبا تر طنگا نوجوان باہر نکل آیا۔ اس کے چہرے پر سخت غصے کے تاثرات موجود تھے۔ لیکن اپنے سامنے با دردی افراد کو دیکھ کر اس کا غصہ جھاٹک کی طرح بیٹھتا چلا گیا۔

”فرماتے جناب“ اس نوجوان نے جس نے دیبانوں جیسی یونیفارم پہنی ہوتی تھی۔ اور کامنے سے بندوق لٹکانی پڑی تھی پڑے سوچ دیا نہ ہجے میں کہا۔ ”انٹیلی جنس“ سوپر فیاض نے منہ کو یوری طرح ٹیڑھا کرتے ہوئے کہا۔

”ادھ اچھا فرمائیئے“ نوجوان انٹیلی جنس کا لفظ سن کر اور زیادہ دیکھ گیا۔

”اندر کون کون ہے“ فیاض نے پوچھا۔

سب ہیں جناب — آپ نے کس سے ملنا ہے؟
نجوان نے کہا۔

”ابے ایک طرف ہبڑ — اب ہم تم جیسے چڑھی ماروں
کو بتایں گے کہ ہم نے کس سے ملنا ہے۔ ہم نے سب سے ملنا
ہے“ — اچانک ان اسپکٹر رانا نے اُسے باز دست سے پکڑ کر ایک
طرف دھکیلتے ہوئے کہا۔ اور شاید فیاض اسی انتظار میں تھا کہ
انسپکٹر رانا ایسے الفاظ کہے — چنانچہ جیسے ہی انسپکٹر نے یہ
ڈرامہ کیا وہ تیزی سے آئے بڑھا۔ اور کھڑکی سے ہوتا ہوا عمارت
میں داخل ہو گیا۔ انسپکٹر رانا بھی لیپک کر اندر داخل ہوا۔ اور
اس نے اپنے طور پر زبردست عقل مندی کی کہ در بان کے
اندر آنے سے پہلے کھڑکی بنہ کر کے اس کی کندھی لگادی۔ اور
پھر وہ ریو اور نکالے فیاض کے تیجھے لیپکا۔ جو بڑے اکٹے
ہوتے انداز میں لان کے اس حصے کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا۔
جہاں وس کے قریب غیر ملکی ایک میز کے گرد بیٹھے میز پر
کوئی نقشہ سمجھائے آپس میں بحث میں ابھے ہوتے تھے۔ لان
میں سے کسی کی توجہ بھی فیاض یا انسپکٹر رانا کی طرف نہ تھی وہ
سب نقشے پر جھکے ہوئے تھے۔

”ہمینہ ز آپ — خبردار — اگر کسی نے حرکت کی تو گولی
مار دوں چاڑا“ — فیاض نے قریب جا کر دھاڑتے ہوئے
لیجے میں کہا۔ اور وہ سب یوں اچھلے کر کر سیوں سے گرتے
کرتے نہ کے — ان کی نظر وہ میں فیاض اور انسپکٹر رانا

کو دیکھ کر شدید حیرت کے آثار ابھر آئے تھے۔
 ”اپنے ہاتھ اٹھاؤ تو کے پڑھے۔ کیا تم نے سپر غنڈ بٹ
 صاحب کا حکم نہیں سنایا۔“ اسیکڑ راتا نے انہیں جنم سم
 دیکھ کر چیختے ہوئے کہا۔
 ”کون ہو متم۔ اور یہ ریوالور اور.....“ ان
 میں سے ایک نے جو ادھیر عمر کا مقام حیرت بھر سے ہجھے میں
 کہا۔

”میں کہتا ہوں ہاتھ اٹھاؤ۔“ ورنہ گولیوں سے سینے چلنی
 کر دوں گا۔“ فیاض نے حلق کے بل چیختے ہوئے کہا۔
 ”مگر گولیوں۔ آخربات کیا ہے؟“ ایک نوجوان نے
 غصے لمحے میں کہا اور فیاض پر تو جسے دیوانگی کا دورہ پڑ گیا
 تھا تم حکم نہیں مانتے۔ بحث کرتے ہو۔“ فیاض نے
 غصہ سے نکھتے ہوئے کہا اور دوسرے لمحے اس نے ٹریکر دبا
 دیا۔ اور ایک زور دار دھمل کے ساتھ ساکھ اس نوجوانو
 کے حلق سے چیخ نکلی اور وہ اچھل کر زمین پر جا گما۔ گولی اس
 کے بازو کو چھیلتی ہوئی نکل گئی تھی۔ یا تو فیاض نے جان بوجو کر
 نشانہ ہی ایسے انہ از کالیا تھا اور پھر بالشانہ غلط ہو گیا تھا۔
 بہر حال اس کا یہ اثر ہوا کہ ان سب نے چھرا کہ اپنے ہاتھ اونچ کر لیے۔ اور وہ لے اختیار اکٹھ کر کھڑے ہو گئے تھے۔ اب
 ان کے چہروں پر خون کے تاثرات نمایاں ہو گئے تھے۔
 ”اب پیکڑ۔“ میں انہیں کوڑ کئے ہوں۔ تم باقی

عمارت کا جائزہ لو۔ اور کوئی ہوتے بھی پستول کی نالی پر بیاں
لے آؤ۔ اور سنو۔ اگر وہ کوئی غلط حرکت کرے تو
بے خلک گولی مار دیتا۔ اور سنو۔ باقی سپاہیوں کو بھی اندر
بلاؤ۔ فیاض نے چیختے ہوئے انسپکٹر انہا کو بدیاں دیں۔
اور انسپکٹر اناتیزی سے ریوالور اہلماہدہ عمارت کی طرف دوڑ پڑا۔
”آخر تم کون ہو۔ اور یہ کیا کہ رہے ہو۔ شاید کوئی غلط فہمی
ہوئی ہے۔“ اسی ادھیر عمر نے بات کرنے کی کوشش
کرتے ہوئے کہا۔

”خاموش رہو پڑھے۔“ اب بولے تو منہ پر گولی مددوں گا۔
غلط فہمی۔ میں بتلما ہوں تھیں تھیں تھیں غلط فہمی۔“ فیاض بدلنا
ان کی بات کہاں سنتا تھا۔ اس نے خفے سے چیختے ہوئے جواب دیا۔
اور ادھیر عمر غیر ملکی ہونٹ پھینک کر خاموش ہو رہا۔ اس کے
سا سپاہیوں نے بھی ہونٹ پھینک ہوئے تھے۔

فیاض یوں چوکنے انداز میں کھڑا تھا۔ جیسے اگر ان میں سے
کسی نے ذرا سی بھی حرکت کی تو وہ گولی چلا دے گا۔

اور پھر تھوڑی دیر بعد انسپکٹر انادس سپاہیوں سمیت
دوڑتا ہوا وجہ پر چکتا۔ سپاہیوں نے ایسی مشین گنیں ان
غیر ملکیوں کی طرف تان لیں۔ اور فیاض نے آئیں مشین گنوں
کے گھیرے میں دیکھ کر منتظر تھے ہوتے ریوالور والیں ہو سڑ
میں ڈال لیا۔ وہ ریوالور اٹھاتے اٹھاتے واقعی تحک
گیا تھا۔

"انسپکٹر رانا۔ پہلے احتیاط سے ان کی تلاشی لو۔ اور
خیال رکھنا یہ ہے میں الاقوامی مجرم ہیں"۔ فیاض نے انسپکٹر
رانا سے مخاطب ہو کر کہا۔

"تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے آفیسر۔ ہم....."

اوی ادھیر عمر نے ایک بار پھر بولنے کی کوشش کی۔

"شٹ اپ۔ اب آگر زبان کھولی تو میں زبان کاٹ دوں
گا۔" فیاض نے اسے ایک بار پھر بولتے دیکھ کر غصے سے
چیختے ہوئے کہا۔

انسپکٹر رانا نے بڑے پھر تسلی انداز میں ان کی باری باری
تلاشی لینی شروع کر دی۔ یہیں کسی کے پاس بھی کسی قسم کا
کوئی اسلحہ پر آمد نہ ہوا۔ حتیٰ کہ چاوتک ان کی جیبوں میں موجود
نہ تھا۔

"جناب۔ یہ بالکل خالی ہیں"۔ انسپکٹر رانا نے بڑا
سامنہ بنتے ہوئے کہا۔

"ادہ۔ بڑے دلیر مجرم ہیں۔ بغیر اسلحے کے دندناتے
پھر ہے ہیں۔ انہیں ہتھکڑیاں لکھاؤ۔" فیاض نے کہا۔
اور سپاہیوں نے آٹھ بڑھ کر زبردستی ان سب غیر ملکیوں
کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پہنھا دیں۔

"ہا۔ ہا۔ اب سر رحمان کو پتہ چلے گا کہ فیاض کیا
چیز ہے اور اس نے کس طرح ڈیکھ سرکل سے مجرموں کو ایک
ٹھنڈے کے اندر رکھ فتاو کر لیا ہے"۔ فیاض نے بے اختیار

قہقہہ مارتے ہوئے کہا۔

"افسر تم نے جو کچھ کیا ہے اس کے نتائج تمہارے اور تمہارے ملک کے لئے آنہتا فی بھی انک نکلیں گے۔ ہم اپنے ملک کے معزز شہری ہیں مجرم نہیں ۔ اور ہم ہیں تمہارے ملک کی درخواست پر آتے ہیں ۔" ایک فوجان نے آنہتا فی غصیلے لمحے میں کہا۔

"ابے چپ کرو چڑنی مارکی اولاد ۔ ہر مجرم ہی کہتا ہے اب گرفتار ہو گئے ہو تو محصول نہیں ہو ۔" فیاض کی سمجھائے ان سپکٹر رانا نے اس فوجان کو بڑی طرح ڈانتے ہوئے کہا۔

"انسپکٹر یعنی عمارت کی تلاشی لو۔ یقیناً ان کے پاس خفیہ کاغذات اور اسلحہ ہو گا ۔ جلدی کرو ۔" فیاض نے ان سپکٹر رانا سے مخاطب ہو کر کہا۔

"بہتر بآس" ۔ ان سپکٹر رانا نے جواب دیا۔ اور پھر وہ چند سپاہیوں کو لے کر عمارت کی طرف بڑھ گیا۔

"آخر تم بتاتے کیوں نہیں کہ تم کون ہو ۔ اور ہمیں کس جسم میں تم نے گرفتار کیا تیئے؟" اسی ادھر عمر آدمی نے ایک بار پھر بات کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

یہاں ۔ اب بتانے میں کوئی حرج نہیں رہیں سنٹرل انگلی جنس بیوریو کا سپرینڈنٹ فیاض ہوں۔ تمحیے ابھی ابھی خفیہ اطلاع ملی ہے کہ اپائن کلب میں غیر علی مجرم جن کا تعقیب بن الاقوامی

محرم تنظیم ڈیکھ سرکل سے ہے ہے۔ موجود ہیں۔ چنانچہ میں نے یہاں
چھاپہ مارا اور تمہیں گرفتار کر لیا۔ اب اسلامی ہو گئی ہے۔
سپر فٹنڈ منٹ فیاضن نے بڑے نجوم بھر سے ہجھے میں کہا۔
”اپائن کلب ڈیکھ سرکل“ تمہارا دماغ تو خدا ب
نہیں ہے۔ نہ ہی یہ کوئی کلب ہے اور نہ ہی ہم محروم۔ ہم تو
انجینئر میں اور حکومت کی خصوصی درخواست پر جامنگر ڈیکم کی
خراپیوں کو چیک کرنے کے لئے آئے ہیں۔ اسی ادھیر عمر
غیر ملکی نے غصہ سپھیت پھونٹے کہا۔
”ہاں ہاں تم انجینئر ہو۔ اور ڈیکم ٹھیک کرنے آئے
ہو۔ میں مجرموں کے سب حربے جانتا ہوں۔“ تم واقعی
یہاں انجینئر بن کر آئے ہو گے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ مگر
یہاں کی انتیلی خس احمدقوں پر مشتمل نہیں ہے۔ جیسا کہ تم
لوگوں نے سمجھ رکھا ہے۔ میں ابھی تمہیں بھیڈ کو افرانے جاؤں گا
اور پھر جب تھرد ڈگری استعمال ہو گی تو تم خود ہی اپنی اصلاحیت
تیزیم کر لو گے۔“ فیاضن نے بڑے مفسحہ اڑانے والے
ہجھے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔
”مگر اس سے پہلے کہ وہ لوگ کوئی جواب دیتے اچانک کال بیل
کی گھنٹی زور سے نجح اٹھی۔
”دیکھو۔ باہر کوں آیا ہے۔ اگر ان کا کوئی ساتھی ہے تو اسے
بھی گرفتار کر لو۔“ فیاضن نے ایک سپاہی سے مخاطب ہو کر
سچکانہ ہجھے میں کہا اور وہ سپاہی مشین گن سنپھالے تیزی سے

میں گیٹ کی طرف دوڑتا چلا گیا۔

"ہمیں ہمارے سفارت خل نے شیلی فون کرنے دو۔ ہم نے ہمارے ساتھ جو سلوک کیا ہے اس پر بتہاری حکومت کو بھی عبرت ناک سزا بھلکتی ہو گی" — اس ادھیر طور غیر ملکی نے کہا، "بھکت لیں گے بھائی بھکت لیں گے ۔ ۔ ۔ ہم صبر تو کر دے ذرا ہمیڈ کو اڑڑ تو چلو جب بتہارے منہ پر مرحوم کا تھوڑا اچھا وہ گھا۔ تب شیلی فون بھی کر ادؤں گا" — فیاض نے طنزیہ ہے جیسے کہا۔

مگر دوسرے لمحے وہ بچا ہک کے قریب سیاہی کی ایڑیاں بجنبے کی آواز سن کر چونک پڑا — اور بھراں نے جیسے ہی مرد کر دیکھا۔ اس کے چودہ بیوق روش ہوتے چلے گئے۔ بچا ہک کھل جکا تھا اور سردمان کے ساتھ ساتھ سور سلطان تیزی سے ان کی طرف بٹھے چلے آرے ہے تھے۔

عمران نے کارشاہی روڈ کی پہلی عمارت سے کافی پیچھے ایک طرف کر کے روک دی۔ پہلی عمارت کے ساتھ ہی اس نے انٹیلی جنس کی دو جیپیں کھڑی دیکھ لی تھیں۔ اور پھر جب وہ آگے بڑھا تو اس نے دس مسلخ سپاہیوں کو عمارت کے گرد سے اکٹھا ہوا کر اندر جاتے دیکھا تو اس کی آنکھوں میں چمک ابھر آئی۔ اس کی شرارت کا میاب رہی تھی۔ اور فیاضن اس کی توقع کے مطابق بھوکے بھیرتیئے کی طرح بغیر سوچے سمجھے جال میں آن پھنسا تھا۔ عمران تیز تیز چلتا ہوا عمارت کے سامنے سے گزر کر صائمہ گلی میں آیا۔ اور پھر اس نے ادھر ادھر دیکھ کر دیوار کے کنارے کی طرف اپنے جسم کو اچھا لایا۔ دو سکر لمبے اس کے پائے دیوار پر جمٹتے چلے گئے۔ اور اس نے بازوں کے سہارے اپنے جسم کو ادپر کی طرف اٹھایا۔ جیسے ہی اس کا سر دیوار سے ادپھا ہوا۔ وہ

اندر کی پوزیشن دیکھ کر چونک پڑا۔ سامنے ہی غیر ملکی ہاتھ اٹھاتے کھڑے تھے۔ اور مسلح سپاہی انہیں میشین گنوں کا نشانہ بناتے ہوئے تھے۔ جب کہ ایک آنپکڑ غیر ملکیوں کی تلاشی لے رہا تھا۔

چند لمحوں بعد اس نے غیر ملکیوں کے ہاتھوں میں پتھک دیاں پڑتی دیکھیں تو اس کا دماغ گھوم گیا۔ وہ تیزی سے نیچا اتر اور پھر دوڑتا ہوا سڑک پر آیا۔ وہاں قریب ہی اس نے ایک فیلی فون بوکھ دیکھا تھا۔ چنانچہ وہ دوڑتا ہوا ایکی فون بوکھ میں گھسایا۔ اور اس نے جیب سے سکے نکال کر خانے میں ڈالے اور پھر سیور اٹھا کر تیزی سے سر سلطان کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دینے۔ اُسے اب اپنی شرارت کی سلسلہ کی احساس ہوا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ فیاض جا کر ان سے پوچھ گئے کرے گا۔ اور جب اُسے معلوم ہو گا کہ یہ لوگ مجرم نہیں بلکہ حکومت کے مہماں میں تو وہ شرمدہ ہو کر معافی مانگ کر واپس آجائے گا۔ اور پھر وہ اس کا مذاقہ اٹالے گا۔ مگر فیاض نے تو اس کی توقع سے کہیں بڑھ کر حقائق کا ثبوت دیا تھا۔ ان معزز ہماوی کے ہاتھوں میں پتھک دیاں پڑ جانے کا مطلب تھا کہ معاملہ بے حد سنگین ہو گیا ہے۔ اور اب حکومت پاکیشیا اور حکومت مغربی جمیں کے درمیان طعن جاتے گی۔ افغان جس مقصد کے لئے انہیں بلوایا گیا تھا وہ مقصود اور صوراً وہ جملے تھا۔ ظاہر ہے اس طرح اس کے اپنے ٹک کا نقشان تھا۔ اور یہ نقصان وہ بہداشت نہ کر سکتا تھا اور مگر اب کیا کیا دیجا سکتا تھا۔

حاقت ہو چکی تھی۔

"پی۔ اے ٹو سر سلطان سیکر ڈھی دزار خارجہ" رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے سر سلطان کے پی۔ اے کی آواز سنائی دی۔

"ایک شو سر سلطان سے بات کراؤ جلدی"

عمران نے ایک شو کے مخصوص لہجے میں کہا۔

"یس سر" دوسری طرف سے بوکھلائے ہوئے لہجے میں جواب دیا تھا۔

"ہمیلو سلطان بول رہا ہوں" دوسرے لمحے دوسری طرف سے سر سلطان کی سنجیدہ آواز اپھری۔

"ایک شو سر سلطان شاہی روڈ پر ایک پسلے رنگ کی عمارت ہے۔ جہاں مغربی جرمی سے آئے ہوئے انجینئروں کا گرد پٹھرا ہوا ہے" وہ گرد پ جو جام نگر ڈیم کی خرابیاں دور کرتے کئے حکومت کی مخصوصی درخواست پر آتی ہے۔

عمران نے ایک شو کے مخصوص لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔ کیوں کہ اُسے خطرہ تھا کہ کہیں پی۔ اسے غیر قانونی طور پر بات چیت سنانہ رہا ہو۔

"مجھے معلوم ہے فرمائیے" سر سلطان نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"انٹیلی جنس سوریو کا سپر ٹنڈنٹ فیاض ایک انپکٹر اور دس سجا ہیوں کے ساتھ ابھی دنیا پہنچا ہے" اوس نے

اں معزز مہجنوں کو ڈیکھ سرکل کے مجرم سمجھ کر باعده گرفتار کولیا
ہے اس نے ان کے ہاتھوں میں ہٹھکو لیاں ڈال رکھی ہیں۔
آپ سر جان کوئے کر خود اداں پہنچیں وہ صعلالت بے حد
سنجیں ہو سکتے ہیں جلدی فراہ جس قدر جلد ممکنی
ہو سکے عمران نے انتہائی سخیرہ بیجے میں کہا۔
”ادھ یہ تو انتہائی سنجیں واقعہ ہے دشیک ہے دین
ابھی پہنچ رہا ہوں ۔۔۔ سرسلطان نے گمراۓ ہو شر ہجے
میں کہا۔

ادر گمرا نے ایک طویل سانسی لیتے ہوئے رسیور کر پیش
پر رکھا اور پھر فون بوکھ سے باہر نکل کر وہ دو بلند اُسی گلی میں
داخل ہو گیا اس نے انسو کی سچوشن دیکھ لی تھی اس لئے
اب اس نے بقیہ تماشا دیکھنے کے لئے ایک جگہ کا انتخاب کر لیا تھا
ٹھاہر ہے وہ سرسلطان کے ساتھ اندر ہنپس جاسکتا تھا ایکوں
کے لازماً سر جان بھی ساچھا ہوں گے۔ گلی کے آخری حصے پر ڈکنی
کروہ دایس طرف مرٹا۔۔۔ یہاں ایک درخت کا فن گھٹنا اوڑاؤنی
تھا۔ اس نے اس درخت پر سورج تکانے کا فیصلہ کیا تھا یہاں
سے وہ نصف اندر ہونے والے تمام واقعات آسانی سے دیکھ
بھی سکتا تھا۔۔۔ بلکہ وہ لوگ اتنے قریب تھوڑے تھے کہ وہ آسانی
سے ان کے درمیان ہمٹنے والی گفتگو بھی سی سکتا تھا جنما پختہ
اس نے ادھر ادھر کسی کو نہ پا کر وہ تیزی سے درخت پر پڑھتا چلا
گیکے سب جوں کہ جہاں تک درخت کا خالی تھا اسی اونچائی

کی دیوار تھی۔ اور جہاں دیوار کی اوپر جانی ختم ہوتی تھی۔ جہاں سے درخت کی شاخیں شروع ہو جاتی تھیں۔ اُسے چیک کرنے لئے جانے کا بھی خطرہ نہ تھا۔ اس لئے وہ اطمینان سے اور پڑھتا چلا گیا۔ اور پھر ایک دو شاخہ پر اس نے قدم جا کر باقاعدہ ثشت بنالی۔ اب وہ درخت کے گھنیبرے پتوں اور شاخوں میں مکمل طور پر چھپا ہوا تھا۔ جب کہ وہ آسانی سے اندر کی سچوشن دیکھ سکتا تھا۔ غیر ملکیوں کے پاس اس وقت پانچ سپاہی اور فیاض موجود تھا۔ باقی سب سپاہی اور ان پکڑ کر ہیں چلے گئے تھے۔ عمران سمجھ گیا کہ وہ لوگ عمارت کی تلاشی نینے میں مصروف ہوں گے تاکہ مجرموں کے خلاف ثبوت مہیا کیا جا سکے۔

فیاض کا چہرہ مسرت سے کھلا پڑ رہا تھا۔ آنکھوں میں فتح و کامیابی کی چمک تھی۔

"ماں ماں۔ تم ان جنیبرے ہو اور ڈیم ٹھیک کرنے آئے ہو۔ میں مجرموں کے سب عربے جانتا ہوں۔ تم واقعی یہاں ان جنیبرین کر آئے ہو گے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ مگر یہاں تکی انشیلی جس احمدقوں پر مشتمل نہیں ہے جیسا کہ تم لوگوں نے سمجھ رکھا ہے۔ میں مہمیں ابھی ہمیڈ کو اور ٹرے لے جاؤں گا۔" اور پھر جب تقریباً ڈگری استعمال ہو گی تو تم خود ہی اپنی اصلاحیت تسلیم کرو گے۔

فیاض نے مفسحکہ اٹانے والے ہمچینے میں نظر پھر کر کر اور ایک ایک نظر چاہیا کر بولتے ہوئے کہا۔

اور اُسی لمحے کاں بیل بجھنے کی آواز سنائی دی اور عمران

سمجھ گیا کہ سرسلطان وغیرہ پہنچ گئے ہیں۔ گو سیکرٹریٹ یہاں سے
کافی فاصلے پر تھا۔ یعنی پھر بھی سرسلطان نے معاملہ کی سنجینی
اور نہ اکت کا احساس کرتے ہوئے عمران کی توقع سے کہیں جلد
پہنچ گئے تھے۔

”ویکھو۔“ باہر کون آیا ہے۔ اگر ان کا ساتھی ہے تو اُسے
بھی گرفتار کرو لو۔“ کال بیل کی آواز سنتے ہی فیاض نے ایک
سپاہی سے مخاطب ہو کر ”تحکماں نہ لے جائیں کہا۔ اور سپاہی
مشین گن سنبھالے تیزی سے پھاٹک کی طرف بڑھتا چلا گیا۔
”ہمیں ہمارے سفارت خلائق نے شیلی فون کرنے دو۔ تم نہ ہمارے
ساکھوں سلوک کیا ہے اس پر تمہاری حکومت کو بھی عبرت ناک
سزا بھلکتی ہو گی۔“ ادھیر عمر خیر طلی نے انتہائی غصے سے لے
میں فیاض سے مخاطب ہو کر کہا۔

”بھگت لیں گے بھائی بھگت لیں گے۔“ تم صبر تو کرو۔ ذرا
ہمیڈ کو اڑ تو چلو۔ جب تمہارے منہ پر مرجوں کا تھوڑا پیڑھاوں
گا۔ تب شیلی فون بھی کر ا دوں گا۔“ فیاض نے ایک بار پھر
مفہکہ اڑانے والے لے جائیں کہا۔

اسی لمحے عمران نے پھاٹک کھلتے اور پھاٹک کھونے والے
سپاہی کو اڑیاں سجا کر سیلوٹ کرتے دیکھا۔ پھاٹک
کھلتے ہی سرسلطان اور سررحمان تیزی سے فیاض کی طرف
بڑھتے چلے آ رہے تھے۔ سپاہی کی اڑیاں بخندے کی آوانستہ
ہی فیاض نے بھی چونک کر چکے کی طرف دیکھا۔ اور پھر شاید سرسلطان

اور سر رحمان کو اچاہا ک آتے دیکھ کر اس کی گردان اُسی طرح مڑی ہی رہ گئی۔ اور عمران کے چہرے پر مسکراہٹ تیر نے لگی۔
 ”جناب“ میں نے مجرم خود فتحار کرنے لئے ہیں۔ ڈیتھ سرکل کے مجرم جناب“ فیاض نے ان کے قریب پہنچنے سے پہلے ہی اپنی کامیابی اور فتح کا اعلان کرتے ہوئے کہا۔
 ”تمت احمدق“ اتو گدھے ہے۔ یہ تم نے کیا کہ دیا یہ تو حکومت کے معززہ مہمان ہیں۔ بے دوقوف گدھے ہے۔
 سر رحمان نے غصہ سپتختے ہوئے کہا۔ غصے کی شدت سے ان کا چہرہ و چہرہ گیا تھا اور آنکھوں سے شعلے بٹھل رہتے تھے۔
 ”نج“ جناب۔ یہ مجرم“ فیاض جو کامیابی کے نشی میں چور تھا۔ سر رحمان کی گالیاں سننے ہی بُری طرح ہمکلانے لگا۔
 ”کھولو ہتھکڑیاں“ کھولو۔ جلدی کھولو۔ سر رحمان نے یونگ کر سپاہیوں سے مخاطب ہو کر کہا جو سر رحمان کو آتے دیکھ کر پہلے ہی اُن شن ہو چکے تھے۔ اور سپاہیوں نے بھلی کی سی تیزی سے غیر ملکیوں کے ہاتھوں میں پڑی ہوئی ہتھکڑیاں کھوننی شروع کر دیں۔

”معززہ مہانوں سے معافی مانگو“ جلدی کرو۔ ذرثہ گولی مار دوں گا۔“ سر رحمان غصے کی شدت سے کانپ رہتا تھا۔
 ”میں معافی چاہتا ہوں“ فیاض نے ڈوبتے ہو کے بھی میں ان غیر ملکیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ اس کا چہرہ دھوان دھعلیں ہو رہا تھا اور آنکھیں جھکی ہوئی تھیں۔ اس کا جھی چاہ رہا۔

تھا کہ یہیں زین پھٹ جلتے اور وہ اس میں زندہ دفن ہو جاتے۔
نہ صرف ان غیر ملکیوں کے سامنے جن کے سامنے وہ اب تک اکٹھا
ہوا تھا۔ بلکہ ان سپکڑ رانا اور سپاہیوں کے سامنے اس کی
زبردست بے عرقی ہوئی تھی۔ لیکن سر رحمان کے سامنے اُسے دم
مارنے کی بھی مجال نہ تھی۔ اور سر رحمان کی علامت بتا رہی
تھی کہ بجانے کے طرح انہوں نے اپنے آپ کو سنبھالا چوا ہے۔
ورنہ وہ یقیناً فیاض کو گولی مار دینے سے بھی مدیغ نہ کر سکتے۔
” ہونہے — معافی — اس طرح معافی کا کام مطلب ہے۔
آپ لوگوں نے جو سلوک ہم سے کیا ہے۔ اس کے آپ کو پورے
پورے نتائجِ محکمے ہوں گے۔ ادھر ہم غیر ملکی نے وانت
پیشہ ہوئے جواب دیا۔

” جاؤ — دفع ہو جاؤ — دورہ جاؤ میری نظروں سے؛
سر رحمان نے غصے کی شدت سے زین پر پیر ماڑتے ہوئے نیاض
سے کہا اور فیاض ایک جگہ سے واپس مٹا اور پھر تیری سے
پھاٹک کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ ان سپکڑ رانا اور سپاہی بھی
سر جھکاتے اس کے قیچی چل رہے تھے۔ یوں لگ دیا تھا جیسے
مشکلت خود وہ فوج اپنے موڑچوں کو واپس جا رہی ہو۔

” سینے میں سیکڑی وزارت خارجہ سلطان ہوں اور
یہ سنٹرل انٹلی بنس ہیو یو کے ڈائیکٹر جنرل سر رحمان ہیں۔ یہ
سب کچھ شدید غلط فہمی کی بناء پر ہوا ہے۔ اس لئے بہتر ہے
کہ اس بات کو یہیں ختم کر دیا جائے۔ یہیں فاتحی طور پر آپ لوگوں

سے معافی چاہتا ہوں ۔ سرسلطان نے پہلی بار زبان کھولی
ان کا لہجہ بے حد با وقار تھا ۔

” ہوں نجے آپ سیکر ٹرمی اور ڈائریکٹر جنرل ۔ میکن یہ
معاملہ ختم نہیں ہو سکتا ۔ یہ معاملہ تواب شروع ہو گا ۔ ”
ادھیر عالم غیر ملکی نے انتہائی تپے ہوئے لہجے میں کہا ۔

اور پھر جیسے جیسے سرسلطان اور سر رحمان انہیں منلنے کی
کوشش کرتے وہ لوگ اتنے ہی زیادہ اکٹھتے چلے جا رہے تھے۔
سرسلطان سے زیادہ سر رحمان کی حالت خراب تھی ۔ وہ تو
اپنے چنگیزی خون کی وجہ سے اینی انا میں کھڑے تھے۔ درنہ ان کی
حالت ایسی تھی کہ جیسے ابھی غیر ملکیوں کے پریکر پلیں گے ۔

” یہ لوگ تو ماش کے آٹے کی طرح اکٹھتے ہی جا رہے ہیں ۔ ان
کا بھی علاج کرنا ہی پڑے گا ۔ ” عمران کو بھی ان کی اکٹھ دیکھ کر
اب غصہ آتا جا رہا تھا۔ یا پھر شاید اپنے باپ کو اس طرح معافیاں
مانگتے دیکھ کر وہ مشتعل ہوتا جا رہا تھا ۔

” آپ لوگ جا سکتے ہیں ۔ ہمارا وقت فضائع نہ کریں ۔ سہم اپنے
سفارت خانے سے بات کریں گے ۔ اس کے بعد ہی کوئی فیصلہ
ہو گا ۔ ” ادھیر عالم غیر ملکی نے انتہائی کرخت لہجے میں
جواب دیتے ہوئے کہا ۔

” ٹھیک ہے ۔ آپ کر لیں بات ۔ ” سرسلطان نے
غضبلے لجئے میں کہا اور پھر سر رحمان کا ہاتھ پکڑے وہ تیزی
سے واپس مڑے اور پھاٹک کی طرف بڑھتے چلے گئے ۔

جب یہ لوگ پھانک سے باہر چلے گئے تو سامے غیر ملکی
عمارت کے اندر ورنی حصے کی طرف بڑھ گئے اور لان خالی ہو گیا۔
تب عمران درخت سے نیچے اترًا — اور پھر گھنی میں سے ہوتا ہوا دہ
ستک پر آیا اور اس نے ایک بار پھر ٹیلی فون بوکھ کا رخ کیا۔ سکے
ڈال کر اس نے دسیور اکھایا اور نہر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔
”ٹائیگر سپینگ“ — چند لمحوں بعد ہی دوسری طرف
سے ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

”عمران بول رہا ہوں“ — عمران نے سمجھیدہ ہجھ میں کہا۔
”یس سر“ — ٹائیگر نے موڈ بانٹہ ہجھ میں کہا۔
”ٹائیگر — فوڈ اشائی روڈ پس پانچ جاؤ“ یہاں ایک پیلے رنگ
کی عمارت ہے جہاں چند غیر ملکی ٹھہرے ہوتے ہیں۔ تم نے ان کی
نگرانی کرنی ہے — اگر ہو سکے تو ان کا ٹیلی فون بھی ٹیپ کر لینا۔“
عمران نے اُسے ہدایت دیتے ہوئے کہا۔

”بہتر جناب“ — دوسری طرف سے ٹائیگر نے جواب دیا۔
اور عمران نے ایک جھنشک سے دسیور کر میڈل پر دکھا اور بوکھ
سے باہر نکل کر وہا اینی کارڈ کی طرف بڑھتا چلا گیا — اُسے اپنی
شرارت میںکی پڑھی تھی۔ سر جمان اور سر سلطان کو ان غیر ملکیوں
کی منتیں کرتا دیکھ کر اُسے اپنے آپ پر غصہ آ رہا تھا — یہ سب
کچھ اس کی شرارت اور فیاض کی حماقت کی وجہ سے ہوا تھا۔ اور
اس وقت تو سوائے افسوس کرنے کے اور کچھ نہ کر سکتا تھا۔ اس
نے ایک موہوم سی امید پر ٹائیگر کو نگرانی کا حکم دے دیا تھا کہ

شاید کوئی ایسی بات کا پتہ چل جائے جس کو بنیاد بنانے کے لئے غیر ملکیوں
کو سیدھا کیا جا سکے۔

ہی سوچتا ہوا وہ کار چلاتا رہا۔ اور پھر تھوڑی دیر بعد اس کی
کار ہوٹل شوبرا کے سامنے سے گزری تو اس نے لاشوری طور
پر کار کو کمپاؤندھ کی طرف موڑ دیا۔ وہ کچھ دیر وہاں بیٹھ گئے
ذہنی طور پر سکون ہونا چاہتا تھا۔ اس نے کار پار کرنگ میں روکی
اور پھر اتر کر میں گیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

مال تقریباً غالی پڑا ہوا تھا۔ آکاڈ کا میز میں آباد تھیں۔ عمران
ڈھیلے ڈھیلے قدم اٹھاتا ایک میز کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اور
پھر جب اس نے بیٹھنے کے لئے کسی گھسیٹ تو دوسرا لئے
پوک پڑا۔ کسی گھسیٹ کی وجہ سے اس کے پائے کے ساتھ پٹی
ہوئی ایک چھوٹی طسی خیشی لڑک کر سامنے آگئی۔ عمران نے
حک کر وہ خیشی اٹھائی اور پھر کوئی پر بیٹھ کر اُسے دیکھنے لگا۔
سبز رنگ کی خیشی پر کوئی لیبل موجود نہ تھا۔ البتہ خیشی کی صاخت
عجیب قسم کی تھی۔ بوتل بخاہر خیشی کی لگتی تھی لیکن اُسے
لما تھیں یعنی کے بعد پتہ چلا کہ وہ کسی مخصوص قسم کے پلاسٹک سے
تیار کی تھی ہے۔ ڈھکن پر ایک منوگر اسم چیپا ہوا تھا۔ ایک سرخ
رنگ کے دائرے کے اندر موت کا مخصوص نشان یعنی ایک
کھوپٹی اور دہیاں بنی ہوئی تھیں۔ اور نیچے باریک حروف
میں ایم۔ زیڈ لکھا ہوا تھا۔ عمران غور سے اس ڈھکن
کو دیکھنا شروع ہے۔

"فرمایئے جناب"۔ اُسی لمحے دیرنے قریب آکر بڑے مودباہنے پہنچے میں کہا۔

"چاتے لاد"۔ عمران نے سنجیدہ پہنچے میں کہا۔

اور پھر دیر کے جلنے کے بعد اس نے بوتل کا ڈھکن کھولا اور اُسے سوچنے لگا۔ اندر سہرے رنگ کے محلوں کے چند قطرے پڑے ہوتے تھے۔ عمران نے چھوٹی انٹھی بوتل کے منہ میں ڈالی اور پھر اُسے زبان پر لگا کر اس کا ذائقہ پختہ لگا۔ وہ چند لمحے خاموش بیٹھا رہا۔ پھر اس نے ڈھکن بند کر کے بوتل جیب میں ڈال لی۔ اُسی لمحے دیر نے چاتے کے برتن میز پر لگانے شروع کر دیتے۔

"ابھی مجھ سے پہلے اس میز پر کون بیٹھا سوائھا"۔ عمران نے دیر سے مخاطب ہو کر پوچھا۔
"یکوں جناب"۔ کیا بات ہے؟ دیر نے چونکہ ہوئے پوچھا۔

"دراصل سید بے حد گرم ہو رہی ہے۔ اس لئے میں نے سوچا کہ میں آپ نے کسی جن کو تو یہاں نہیں بٹھا دیا تھا۔ ظاہر ہے جن آگی سبنتے ہوتے ہیں"۔ عمران نے احمدانہ انداز میں آگھیں جھپکاتے ہوتے کہا۔ اور دیر بے اختیار ہنس پڑا۔

"آپ کا اندازہ درست ہے جناب"۔ مگر یہاں جنوں کی بجائے جوانیاں بیٹھی ہوئی تھیں۔ دلوں ہی آگ ہوتے ہیں۔ اور

پھر نام بھی ملتے جلتے ہیں ”— دیٹر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”ادہ تم تو شاعر ہو بھئی یہاں کہاں آن پھنسے بڑے باذوق آدمی لگتے ہو“ عمران نے مسکرا کر اس کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔

”بس جناب مقدم کی بات ہے۔ ویسے آپ والی کم سی پر جو جوانی بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے متعلق تو میں جانتا ہوں۔ شاید آپ کا مقصد حل ہو جلتے وہ ہوٹل فردوس کے نیجہ کی بیٹھی شہپرلا تھی۔“ دیٹر نے میز کو صاف کرتے ہوئے کہا۔

”ادہ تم اسے کیسے جانتے ہو“ عمران نے چونکتے ہوئے کہا۔

”جناب میں کل تک ہوٹل فردوس میں ملازم تھا۔ آج ہی یہاں آیا ہوں۔ اس لئے جانتا ہوں“ دیٹر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”اچھا اچھا پھر تو بھئی تم گھر کے بھیدی ہوتے۔ یہ محترمہ شہپرلا کا حدود اربعہ کیا ہے؟“ عمران نے جیب سے ایک نوٹ نکال کر بڑی خاموشی سے دیٹر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ اور دیٹر نے عقاب کی طرح نوٹ جھپٹا۔ اور اسے بھلی کی سی تیزی سے جیب میں منتقل کر دیا۔

”برطانیہ سے آئی ہیں ایک ہفتہ پہلے۔ بے حد آزاد خیال۔

لفڑ ہی لفڑ مزے کریں۔ دیٹر نے آنکھ مارتے ہوئے کہا۔

اور پھر تیزی سے کاؤنٹر کی طرف مرتا چلا گیا۔ اور عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے چائے بنانی شروع کر دی۔ "ویرٹر" اچاک عمران نے جو بخ کہ کہا۔

"لیں سہ" ویرٹر نے تیزی سے قریب آتے ہوئے کہا۔

"بھئی" چینی تو لا تے ہی نہیں یا کچھ پر دفیر قسم کی چیز لگتے ہو" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ادھ" سعدی جناب وصالی یہاں چلتے کہی کھار ہی کوئی منگو اتا ہے۔ اس لئے ایسا ہو جاتا ہے" ویرٹر نے معنادت خواہاں بھجے میں کہا۔ اور پھر تیزی سے مڑ گیا۔

"میرے خیال میں مس شہلا نے بھی چائے ہی منگو اتی ہو گی" اور انہیں تو چینی کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اس لئے تم اس بار بھی چینی بھول گئے ہو" ویرٹر جب چینی لے آیا تو عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"امے نہیں جناب" انہوں نے تو شیری منگو اتی تھی۔ اور پھر صاحب کسی شیشی سے انہوں نے سارے گلاسوں میں چند قطرے ڈالے اور سب سہیلیاں پینے لگیں۔ بجانے ان قطروں میں کیا تھا کہ ان کے چہرے کھل ائھے تھے؟ ویرٹر نے جواب دیا اور پھر صریلہ تاہم واپس مڑ گیا۔

عمران نے سر بلہ دیا۔ اب وہ ساری بات سمجھ گیا تھا۔ شہلا نے اسی شیشی میں سے قطرے شیری میں ڈالے ہوں گے۔

اور پھر شیشی و اپس پس میں ڈالنے لگی ہو گی۔ کہ شیشی نیچے کی پڑھی۔
بہر حال اُسے اس کی خوشبو اور ذائقہ کچھ پر اسرار سالگا تھا۔
اس نے اس کے فیصلہ کیا تھا کہ اسے یہ بار بھر میں ٹیکٹ کرنے
گا۔ تاکہ پہتہ چل جائے گہرے پر اسرار سامنہ روند آخہ ہے۔

کیا چیز۔
چلتے ہی نے کے بعد وہ اٹھا اور پھر چند لمحوں بعد اس کی کار
دانش منزل کی طرف اٹھی جلوہ ہی بھتی۔ ظاہر ہے وہ
فیصلہ کرنے کے بعد دیر کرنے کا عادی نہ تھا۔

پیکے فوز کی لمحنی اپاٹنک بچاٹھی۔ تو کرسی پر بیٹھ ہئے
نو جوان نے چونک کر رسیور اٹھایا۔
”راجراستھ سپیکنگ۔“ نو جوان نے سنجیدہ ہجھے میں
کہا۔

”پرو فیسر ڈنکن سپیکنگ۔“ دوسرا طرف سے ایک
منمنا قی سی آواز سنائی دی۔

”ادہ۔“ پرو فیسر ڈنکن فرمائی۔ راجہ نے نرم
ہجھے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”میرا خیال ہے۔ آپ نے مشن کا آغاز کر دیا ہے۔“
پرو فیسر نے کہا۔

”ماں پرو فیسر۔“ مشن کا آغاز ہو گیا ہے۔ مس شہلا نے
گموں کا رد چارہ کر دیتے ہیں۔ ”ڈنی ان کی نگرانی کر دے ماں۔“

ہے۔ مارگریٹ کو مزید سپلانی کے لئے بیسح دیا گیا ہے۔ ایک
ہفتے بعد ریڈ کارڈالیشو کر دیئے جاتیں گے۔ اور پھر کام
تیز رفتار میں شروع ہو جائے گا۔ ” راجرنے نہ ملچھ
میں تفصیل بتاتے ہوتے کہا۔

” یہ تو غلط ہے۔ مگر انٹیلی جنس کو تمہارے مشن کا کیسے
پتہ چل گیا؟ ” پروفیسر ڈنکن نے کہا۔ اور راجر یہ بات سنتے
ہی بے اختیار اچھل پڑا۔

” یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ ”
راجرنے جواب دیا۔

” کیسے ہو سکتا ہے۔ کیا مطلب ہو گیا ہے مانٹیلی جنس
بیور یو کے سپرینٹنڈنٹ فیاض نے سمارمنی روپاً شرکاہ پر چھاپے مارا۔
تمہیں معلوم ہے کہ میں انجینئروں کی سیم کے ساتھ حکومت کی دعویٰ
پر یہاں آیا ہوا ہوں۔ اس نے وہاں علی الاعلان کہا کہ وہ
ڈیکھ سرکل کے سلسلہ میں چھاپے مار رہا ہے۔ ” پروفیسر نے
جواب دیا۔

” مگر سیم نے تو ابھی ابتداء کی ہے۔ اور آپ کا تو ہماری تنظیم
کے ساتھ کوئی براؤ راست تعلق بھی نہیں۔ پھر وہ وہاں کیسے
پہنچ گیا؟ ” راجرنے جواب دیا۔ اس کے لیے میں حیرت
کلتی۔

” یہ قو درست ہے کہ میری صرف تمہارے ساتھ دلستی ہے۔
اوہ اس لئے مجھے تمہاری یہاں آمد کے بالدوے میں علم ہے۔ میں

اس سپرنٹ نشست کو بہر حال کچھ معلوم ہوا تو اس نے چھاپہ مارا۔ گویہ چھاپہ ناکام رہا۔ لیکن پھر بھی میں نے ضروری سمجھا کہ تمہیں اطلاع کر دوں تاکہ تم محتاط ہو جاؤ۔ پروفیسر نے کہا۔

”مجھے حرمت ہے کہ بھارے مشن کی اور گروپ کی اطلاع انٹیلی جنس تک کیسے پہنچ گئی۔ میسے اب ہمیں مزید محتاط رہتا ہو گا۔“ راجہ نے جواب دیا۔

”میرا مشورہ تو ہی ہے کہ تم اپنے چیف بس سے بات کر لو۔ اور فی الحال اپنی سرگرمیاں روک لو۔ آگے تم خود بھجو دار ہو۔ اچھا بانی بانی۔“ پروفیسر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

راجہ نے پریشان سے انداز میں رسید رکھ دیا۔ اس کی سمجھ میں یہ بات نہ آ رہی تھی کہ انٹیلی جنس بیویوں کو ان کی سرگرمیوں کی اطلاع کیسے مل گئی۔ اور اس نے پروفیسر کو من اور اس کے ساتھیوں پر کیوں چڑھائی کر دی۔

پروفیسر کا مشورہ درست تھا۔ ابھی ابتدائی سیٹھ تھی۔ سب سے پہلے انٹیلی جنس سے نیٹنائزٹے ہو گا۔ ورنہ ایک زیستی کیا گیا تو پھر پوری دنیا میں شور پرخ شکتی ہے۔

اب ہی صرف مسلکہ تھا ان چار لوگوں کا۔ بنہیں کہن کر اُن جاری کئے جا پکھتے تھے۔ اب اس کی ایک ہی صورت تھی کہ ان چاروں لوگوں کو فوری طور پر قتل کرایا جائے تب ہی معاملہ رکھ سکتا تھا۔ وہ کافی دیر تک بیٹھا سوچتا رہا کہ لیے معاملہ

میں فوری طور پر کیا ایکشن لیا جلتے۔ اور آخر اس نے ہی فیصلہ کیا۔ کہ فوری طور پر کام روک کر پہلے اس سپرنٹنٹ سے پتہ کیا جلتے کہ اُسے ڈیتھ سرکل کے بارے میں کیسے اطلاع ملی۔ اور یہاں اگر ضرورت ہو تو وہ فائل فائپ کر کے اور سپرنٹنٹ کو ملکانے لگاتے کے بعد ہی مشن کا آغاز کیا جاتے۔ فیاض کی چھان بین کے لئے اس نے شہلہ سے کام لینے کا فیصلہ کیا۔ شہلہ کی رپورٹ کے بعد ہی مخفی کے دوبارہ آغاز کا فیصلہ ہو سکتا تھا۔ کیوں کہ وہ ایم زیڈ کو ہر قسمیت پر خفیہ رکھنا چاہتا تھا۔

کافی دیر تک اس طرح سوچنے کے بعد اس نے فیصلہ کہ انداز میں کندھے اچھاتے۔ اور پھر رسیور اٹھا کر منبر فائنل کرنے شروع کر دیتے۔

”ٹوفی سپلائینگ“۔ چند لمحوں بعد دوسری طرف سے ٹوپی کی آواز ابھری۔ ”باس بول رہا ہوں“۔ راجر نے سخت لمحے میں کہا۔ اس کا لمحہ بده لاہوا تھا۔

”باس باس“۔ ٹوفی کا لمحہ یک دم موڈ بانہ ہو گی۔

”جگریں کارڈز کیا پوزیشن ہے“۔ راجر نے پوچھا۔ ”ان کی مکمل جگرانی ہو رہی ہے۔ ایم۔ زیڈ نے ان پر بے پناہ اشہد کھایا ہے۔“ وہ پاگھوں کی طرح مرد ڈھونڈھتی پھر رہی ہیں۔ اب تو ان کی حالت پہ ان کے والدین بھی چونک پڑتے ہیں۔ لیکن چوں کہ لوگیاں آزاد خیال اور عادرن ہیں۔ اس

لئے وہ انہیں روک نہیں سکتے۔ ویسے میرا خیال ہے انہیں ڈوز زیادہ دے دی گئی ہے۔ اگر یہی حال بدقاویہ سڑکوں پر پکڑے اتار کر بھاگی پھریں گی؟ ٹوپنی نے جواب دیا۔ "ڈوز زیادہ نہیں۔ دراصل انہوں نے اسے پہلی بار استعمال کیا ہے۔ اسی لئے ان کا یہ حشر ہور ہے۔ مادریہ بات ہمارے حق میں جاتی ہے کہ ان پر زیادہ سے زیادہ اثر ہو۔ تاکہ وہ رینہ کار ڈوز کے لئے ہماری طلب پوری کرنے پر ہر قسمیت پر تیار ہو جائیں۔" راجرنے جواب دیا۔

"یہیں بس۔" ٹوپنی نے جواب دیا۔ "میکن اب ایک اور حکم سن لو۔ مشن کو فوری طور پر رکھنا ہے۔ کیوں کہ یہاں کی انشیلی جنس ہمارے راستے پر چل نکلی ہے۔" راجرنے کہا۔

"انشیلی جنس چل نکلی ہے۔" وہ کیسے۔ انشیلی جنس کو کیا معلوم ہے؟ تو کوئی ایسا اقدام ابھی تک کیا ہی نہیں۔ جس سے کوئی مشکوک ہو سکے؟" ٹوپنی نے حیرت بھرے ہیجھ میں کہا۔

"اس بات پر تو مجھے بھی حیرت ہے۔ بہر حال اطلاع علطاً نہیں ہو سکتی اس لئے مشن کو فی الحال تاکم خانی روک دیا گیا ہے۔ اب تم ایسا کر د کہ ان چاروں لڑکوں کو ڈالاک کو ڈالو۔ تاکہ معاملہ آئے نہ بڑھ سکے۔ جب حالات شیک ہو جائیں گے تو پھر نئے سمرے سے شکار ڈھونڈھو لیتے جائیں گے۔" راجر

تے سکھانہ پہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے جناب جیسا آپ حکم کریں“ ٹوپی نے جواب دیا۔

”سنو کوشش کرنا کہ کوئی حادثہ ظاہر کیا جاسکے۔ تاکہ پولیس مشکوک نہ ہو۔“ راجر نے ہدایت کرتے ہوئے کہا۔ ”میں سمجھتا ہوں جناب ایسا ہی ہو گا۔“ ٹوپی نے دوسری طرف سے باعتماد پہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”او۔ کے مجھے کام مکمل ہونے کی روودھ دے دینا۔“ راجر نے کہا۔ اور اس نے ساٹھ ہی اس نے دوسری طرف سے جواب کا اختار کئے بغیر کریٹل کو ایک بار پھر دبادیا۔ اور دوبارہ بنبرڈ انل کرنے شروع کر دیتے۔

”شہلا سپیکنگ“ چند لمحوں بعد دوسری طرف سے شہلا کی آواز سستائی دی۔

”راجر سپیکنگ“ راجر نے کہا۔ اس بارہ وہ اپنے اصلی پہجے میں بات کر رہا تھا۔

”اوہ راجرم“ شہلا نے حرمت بھر کے پہجے میں کہا۔ اُسے شاید راجر کی اس اچاکٹ کاں پر حرمت ہوئی تھی۔

”شہلا“ ہمارا من انتیلی جنس کی نظروں میں آگیلے ہے۔ اس لئے بارس نے مش ملوک دیتے کا حکم دے دیا ہے تا راجر نے کہا۔

”اوہ حکم کیسے“ شہلا کی حرمت بھری آواز سنائی۔

دی۔

”اس کا پتہ تم نے کہنا ہے۔۔۔ نیلی جنس بیوہ دکا کوئی پس پڑنے نہ
فیاض ہے۔ وہ ڈیکھ سرکل کے غلاف کام کر رہا ہے۔۔۔ تم اس سے
را بطرہ قائم کرو۔۔۔ اور یہ معلوم کرو کہ اس کے پاس کیا اطلاعات
ہیں اور کن ذرائع سے یہ اطلاعات اس تک پہنچی ہیں۔۔۔ راجہ
نے کہا۔۔۔

”بہتر۔۔۔ میں اُسے دلیل کر لوں گی۔۔۔ تم بے فکر ہو۔۔۔“
شہزادے منستے ہوئے کہا۔۔۔

”ٹھیک ہے۔۔۔ جلد از جلد یہ کام مکمل ہونا چاہیئے۔۔۔ تاکہ
دوبارہ مشن کے آغاز کا فیصلہ کیا جا سکے۔۔۔ اس کے علاوہ باقی تمام
سرگرمیاں فی الحال معطل سمجھو۔۔۔“ راجہ نے کہا۔۔۔

”ٹھیک ہے۔۔۔ لیکن بآس نے ان لڑکیوں کے بارے میں
کیا حکم دیا ہے جنہیں گرین کارڈ سپلائی کر دیئے گئے ہیں؟“
شہزادے پوچھا۔۔۔

”بآس نے ٹوفی کو حکم دے دیا ہے کہ انہیں فوری طور پر
پلاک کر دیا جائے۔۔۔ ظاہر ہے اس کے سوا کوئی چارہ بھی تو
نہیں تھا۔۔۔“ راجہ نے کہا۔۔۔

”ادہ۔۔۔ بہر حال ٹھیک ہے۔۔۔ بآس بہتر سمجھتا
ہے۔۔۔“ شہزادے جواب دیا۔۔۔ اُسے شاید ان چاروں
لڑکیوں کی پلاکت کے بارے میں سن کر افسوس ہو رہا تھا۔۔۔
لیکن ظاہر ہے تنظیم کے اصولوں کے تحت وہ مجبور رکھی۔۔۔

”شہلا۔۔۔ اب تم نے فوری کام کرنا ہے۔۔۔ اپنا مشن مکمل کر کے
مجھ پورٹ دو۔۔۔ تاکہ میں بس کورپورٹ دے سکوں؛
راجہ نے کہا۔۔۔

”ٹھیک ہے۔۔۔ وہیں ٹرکو را ہوٹل میں ہی پورٹ دینی
ہے نا۔۔۔“ شہلانے جواب دیا۔۔۔
”ہاں وہیں۔۔۔ لیکن پوری احتیاط سے کام کرنا۔۔۔ او۔۔۔ کے۔۔۔
بانی بانی۔۔۔ راجہ نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور
کریڈل پر ڈال دیا۔۔۔

فیاض کی جان پر بنی ہوئی تھی۔ سر جمان نے اُسے دفتر میں والپس آکر اس بُری طرح لتاڑا تھا کہ اس کا جی چاہ رہا تھا۔ کہ وہ خود دکشی کر لے۔ آج تک وہ سر جمان کے ہاتھوں اس حدیث ذلیل ٹھہرا تھا۔ لیکن غلطی اس کی تھی کہ وہ جو حل میں آکر بغیر تحقیق کتے ان غیر ملکی انجمزوں پر جھیٹ پڑا تھا۔ بختر سے آکر اس نے پرد فیض گھومنش کو ڈھوندا۔ اسی پر دش کی۔ لیکن کسی بھی یونیورسٹی میں اس نام کا کوئی پیدا قیصر موجود ہوتا تو اس کا پتہ چلتا۔ اب وہ کمپنی ہائیکورٹ میں وقوف بنایا گیا ہے۔ لیکن ایسا کس نے کیا ہو گا۔ یہ بات اس کی سمجھ میں نہ آرہی تھی۔ خاہر ہے کسی دوسرے کو اپنیہ عرکل کے بارے میں کیا علم ہو سکتا ہے۔ لے دے کے بس ایک ہی آدمی ایسا تھا جس پر مشک ہو سکتا تھا۔ اور وہ تھا علی عمران۔ لیکن عمران

سے اصل بات اگھوانا شیر کے منہ سے نوالہ چھیننے کے برابر تھا۔
 لیکن سرخان نے جس طرح اُسے ذلیل کیا تھا۔ تارا اتھا۔ گایاں
 دسی تھیں۔ وہ اس کی بدداشت سے باہر تھیں۔ چنانچہ ان
 کے کمرے سے باہر نکلتے ہی اس نے فیصلہ کر لیا تھا۔ کہ وہ عمران
 سے اصل بات ہر قیمت پر اگھوائے گا۔ اور اگر عمران نے یہ
 حرکت کی ہے تو پھر وہ اُسے گولی مار دے گا۔ چاہے بعد میں اُسے
 پھانسی کے سختے پر ہی کیوں نہ چڑھنا پڑے۔ اس کا ذہن
 بُری طرح سلگ رہا تھا۔ چنانچہ اپنے کمرے میں آتے ہی اس نے
 کیپ اٹھا کر سر پر رکھی اور پھر جیپ لے کر وہ عمران کے غلیٹ
 کی طرف چل پڑا۔ اس کا چہرہ غصے اور جھنجھلا سبک سے بگڑا
 ہوا تھا۔ انہوں میں وحشت تھی۔ اور وہ اب اپنا غصہ کسی پر
 بہر حال نکالنا چاہتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے جیپ
 عمران کے غلیٹ کے سامنے رکی اور کھر شیخ اتک کر وہ ایک جنما جنگ
 میں دود دیڑھیاں پھلانگتا ہوا غلیٹ کے در داڑے پر ہنگ گیا۔
 دروانہ حسب توقع بنتا تھا۔ فیاض نے کال بیل پر انگوٹھا دکھا
 اور پھر اسے مسلسل دیکھا گیا۔ جیسے تھوں بعد ہی درعاڑہ ایک
 جھکے سے کھلا اور درعاڑہ سیمان کی گجرٹی ہوئی شکل
 دکھاتی دی۔

”کیا اور دی پہن کر آدمی اخلاق بھی ہوں جاتا ہے۔“ فرمائی۔
 سیمان نے گجرٹے ہوئے بیچے میں کہا۔ مگر فیاض اُسے دھکیلتا ہوا
 انہوں داخل ہو گیا۔

میکھاں ہے وہ عمران کا بچہ — کہاں ہے وہ — جلد می تباہ؟
فیاض نے غصے سے دھاڑتے ہوئے کہا۔

”مران کا بچہ — جناب اخلاق کے ساتھ ساتھ عقل بھی۔
..... سیماں نے طنزیہ لیجئے میں کہا۔ گرددہ سے
لئے وہ اچھل کر ایک طرف ہٹ گیا۔ درد فیاض کا نور عمار
تھیڈر اس کے چہرے پر پڑتا۔

”بکھاس نہ کرتے ہو — خانہ ماں کی اولاد — یہی تھیں
گولی مار دوں گا۔ فیاض نے تھیڈر خالی دیکھ کر حق کے بل
جیختے ہوئے پلاوز نکال لیا۔

”آپ خانہ ماں کی اولاد کو خوراً گولی مار دیں۔ ہمیرے باپ
کا نام خانہ ماں تھیں نواب آصف رضا خان تھا۔ سیماں
نے خانہ ماں تھے ہوئے جواب دیا۔

”شش اپ — میں نے بہت دیکھے ہیں تھا کہ جیسے
نواب اور خلائق — تباہ عمران کہا ہے؟“ فیاض نے
اور زیادہ تھے ہوئے لیجئے میں کہا۔

”سری جیب میں پیٹھے لکھ دیجیں — نکال لیجئے“
سیماں بھی خلائق تھے عمران کا باودھ تھا۔ وہ فیاض کے رعنی میں
کہاں آتا تھا۔

”بھروسی بکھاس کستے — میں تھیں گولی مار دوں گا۔
فیاض کا تھا اپنی آخری صورت پیٹھ کیا اور اس نے فائرنگ کرنے کے
لئے ترکی پ انگلی کو حرکت دی۔ مگر اس کی حضرت دل میں

رہ گئی۔ سلیمان کی لات بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آئی۔ اور فیاض کے ہاتھوں سے ریو اور نکل کر دور جا گرا۔ اور پھر اس سے پہلے کہ فیاض سنبھلتا سلیمان نے انتہائی پھرتی سے اپنے نیفے سے ریو اور مکال لیا۔ چون کہ اکثر مجرم فلیٹ میں آدمیتے تھے۔ اس لئے اب سلیمان نے بھی باقاعدہ ریو اور رکھنا شروع کر دیا تھا۔

”اب بولتے مار دوں گولی۔“ اور حیرت ہادوں چھپے پڑا۔ سلیمان نے انتہائی طنزیہ لججے میں کہا اور فیاض غصے کی شدت سے کھڑا ہوت کاشاڑہ گینا۔ ظاہر ہے۔ صورت حال بد لگئی تھی۔ اور غصے کی شدت کے باوجود وہ جانتا تھا کہ سلیمان گولی مارنے سے دریغ بھی نہ کرے گا۔

”تم تم۔“ میں مہبیں گرفتار کر کے جیل میں ڈال دوں گا۔ تم نے سر کارہی کام میں رکاوٹ ڈالی ہے۔ جانتے ہو اس جرم کی کیا سزا ہے؟“ فیاض سے اور کوئی جواب نہ بن پڑا تو وہ اس لائن پر آگیا۔

”سزا جزا کسی مولوی سے پوچھیے۔“ اور جرم کی بات کسی دکیل سے یکجیئے۔ مجھ سے ایسی بات کرنے کی ضرورت نہیں میں تو اتنا جانتا ہوں کہ آپ کا گوشت ٹھلانے کے لئے مجھے کتنی بہنڈیاں جلانی پڑیں گی۔“ سلیمان نے جواب دیا۔

”اے اے اے۔“ وہ کیا سوچ رہا ہے۔ ارے غائب خدا کا۔ انیشی عینس کا سپرشنہ نٹ اور ایک بادر چی کے سامنے

بھیگی ملی سن اکھڑا ہے دھر ہو گئی بھتی ۔ اچانک دروازے سے عمران کی آداز سنائی دی اور فیاض تیزی سے دروازے کی طرف گھوم گیا ۔

”دیکھو عمران ۔ یہ تمہارا باوار حی نہ ہوتا تو میں اس کی بوٹیاں اڑادیتا ۔“ فیاض نے عمران کو دیکھتے ہی غصیلے لمحے میں کہا۔ ”اچھا اچھا۔ مجھے معلوم ہے۔ بھتی تمہاری بڑی فہریانی۔ کہ تم نے میرے باوار حی پر حرم کھایا ہے ۔“ عمران نے آگے بڑھ کر سکرا تے ہوئے کہا۔

”سبھالئے صاحب ان کو ۔ اور سنئے ۔ مجھ سے چلتے کے لئے نہ کہیے ۔ میں ایسے احمدقوں کو چاتے پلاتا اپنی توہین سمجھتا ہوں ۔“ سیدحان نے بڑا سامنہ بناتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ تیزی سے گھوم کر دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

”آخر بات کیا ہوئی سوپر فیاض پیاۓ ۔“ عمران نے آگے بڑھ کر بڑے پیار بھرے انداز میں فیاض کے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

”بات کیا ہوئی ہے ۔ مجھے تم سے یہ امید نہ کھی کہ تم اس طرح مجھے ذلیل کراؤ گئے۔ دوستی کا یہ مطلب نہیں ہوتا ۔“ فیاض نے بڑا سامنہ بناتے ہوئے کہا۔

اور پھر آگے بڑھ کر اس نے ایک طرف پڑا ہوا اپنا ریو الور اٹھایا اور دروازے کی طرف مر گیا۔ اس کا انداز ایسا تھا جسے کوئی بیوی روٹھ کر اپنے میکے جا بھی ہو اور اس کا دل چاہ رہا ہو کر

اس کا شوہر اس کے آگے ہاتھ جو کر ملتیں کر کے اُسے جانے سے بیک دے۔

”ارے ارے سوپر فیاض۔ ارے کہاں جا رہے ہو۔
آؤ بیٹھو یا۔ تھم تو میرے جان و جگر ہو۔ میرے غلیظ سے
نار اھن ہو کر نہیں جا سکتے۔“ عمران نے مسکرا کر بڑے پیار
بھرنے انداز میں اُسے روکتے ہوئے کہا اور فیاض اس کے ایک
ہی قفتر سے پر رک گیا۔ پھر وہ مردا اور دروانے کے قریب پڑے
ہوئے صوف پر بیٹھ گی۔ اس کی شکل رونے والی ہو ہی نصی۔
وہ آیا تو سخت غصے میں تھا۔ لیکن انسانی ذہن ہے۔ اب اس پر
ڈپریشن کا زیب دست دورہ پڑا تھا۔ اور یوں مگتا تھا جیسے
وہ ابھی بچوں کی طرح بچوٹ بچوٹ کو مدد دے گا۔

”سیماں۔ سیماں۔“ عمران نے اچانک چیخ کر
سیماں کو آواز دی۔
”کہا بارت سے۔“ سیماں نے دروانے میں نمودار
ہوتے ہوئے کہا۔

”سیماں۔“ تھیں معلوم ہے کہ فیاض میرا سب سے
پیار اور دست بہے۔ پھر تم نے اس سے زیادتی کیوں کی مخالفی
مانگو اس سے۔“ عمران نے بچے کو سنبھیڑہ بنلاتے ہوئے کہا۔
اور ساتھی اس نے سیماں کو آنکھ مار دی۔

سیماں نے بھی ایک نظر فیاض کے چہرے پڑا۔ اس
کے لمبوں پر ملکی سی مسکراہیٹ تیرنے لگی۔

”میں معافی چاہتا ہوں فیاض صاحب۔۔۔ مجھ سے غلطی ہوئی۔۔۔“
مجھے الہمیناں سے آپ کی گولی کا کمر جانا چاہیے تھا۔ بزرگوں
سے سنا ہے کہ پوچھیں والوں کے ہاتھوں مرنے والے سیدھے
جنت میں جاتے ہیں۔۔۔ سیمان نے سادہ سے ہجعے
میں کہا اور پھر مسکرا تاہو ادا پس مر لگیا۔۔۔

”آخہ ہوا کیا ہے یا۔۔۔ فیاض تم تو بڑے بہادر آدمی ہو۔۔۔
پھر یہ کیا عورتوں کی طرح شو سے بدلنے بیٹھ گئے ہو۔۔۔“
عمران نے اس کے قریب بیٹھتے ہوئے بڑے پیار بھروسے ہجعے
میں اُس سے پچکارتے ہوئے کہا۔۔۔

”عمران۔۔۔ مجھے سچ پسح بتا دو۔۔۔ پر دیسر گھوش بن کر
تم نے مجھے فون کیا تھا۔۔۔ فیاض نے رد دیتے والے
لہجے میں کہا۔۔۔“

”پر دیسر گھوشی۔۔۔ اسے عذاب خدا کا۔۔۔ اب تم
مجھ پسح پڑھانے کے چکر میں ڈالنا چاہتے ہو۔۔۔ بھائی تھیں پر دیسر
ادھرنے میں نے تھیں فون کیا۔۔۔ اور پھر مجھے کیا ضرورت تھی
پر دیسر بننے کی۔۔۔ جب کہ میں میں نبھی تم سے رقم ادھار
مانگ سکتا ہوں۔۔۔“ عمران نے جواب دیا۔۔۔

”لیکھو عمران۔۔۔ اب ملکا میری ہر داشت سے باہر
ہو گیا ہے۔۔۔ میں نے اب فیصلہ کر لیا ہے کہ میں نوکری چھوڑ
مکمل چکا۔۔۔ مجھ سے مزید بے عزتی بیداشت نہیں ہوتی۔۔۔ میر جہاں
مجھے اس طرح دیسل کر دتے ہیں۔۔۔ جیسے میں پر نشادی نہ ہو۔۔۔“

کوئی چیز پاسی ہوں۔“ فیاض نے رد دینے والے لمحے میں کہا۔

”اس میں کیا شک ہے؟“ عمران نے جواب دیا۔
”کیا کہا؟“ فیاض نے یک دم پھکتے ہوئے کہا۔

”بھی کہ نوکری چھوڑ دیتی چلے ہیئے“ دمکھوٹھے در بھٹکتے پھر رہا ہوں۔ درنہ مجھے کیا ضرورت تھی ظاہر سے گھر بیٹھا رہیا تو ڈلتا رہتا۔“ عمران نے پھکارتے ہوئے کہا۔
”میں کیوں چھوڑوں نوکری؟“ میں خود کشی کر دوں گا۔“ فیاض نے چونکتے ہوئے کہا۔

”یہ اس سے بھی اچھا فیصلہ ہے۔“ مگر مر نے سے پہلے یہ فلیٹ میرے نام لکھتے جانا۔“ عمران نے کہا۔
اور پھر اس سے پہلے کہ فیاض جواب دیتا۔ سیماں ٹھائی دھکیتیا ہوا اندر آیا۔ ٹھائی پر چائے کے ساتھ ساکھی کی قسم کے بسکٹ بھی موجود تھے۔

”واہ واہ۔“ خاطریں ہو رہی میں۔ یار فیاض۔“ تم بڑے خوش قسمت ہو کر سیماں بتہا رے لئے چائے کے ساتھ ساکھ بسکٹ بھی لے آیا ہے۔“ درنہ میں تو لاکھ پیٹا رہ جاؤ۔
چائے بھی نصیب نہیں ہوتی بسکٹ تو ایک طرف رہتے۔“ عمران نے کہا۔

اور فیاض بھلا کیا جواب دیتا وہ مسکرا کر غاموش ہو گیا۔
اب اس کا بھروسہ آہستہ آہستہ ناگزیر ہوتا جا رہا تھا۔ بھروسے پس

چھایا ہوا اڈپریشن اب درستا جارہا تھا۔
 ”یہ پروفسر گھوش کا قصہ کیا ہے۔ یک گھنٹے تو بتاؤ جسیں
 نے بتھیں تو کہی چھوڑنے اور خود کشی کرنے تک مجموعہ کر دیا
 ہے۔“ عمران نے چائے کی پیالی اینی طرف کھسکاتے
 ہوئے کہا۔ اور فیاض نے شروع سے لے کر آخر تک ساری
 کہانی تفصیل سے بتادی۔ اور یہ بھی بتادیا کہ سر جمان نے
 سختی سے منع کر دیا ہے کہ عمران سے مدد نہیں لیں۔
 ”تم ڈیٹھی کو بتانا ہی نہیں۔ بس چکے سے مجھے ایک بڑا
 سا چکیں کاٹ کر دے دینا۔ کیا ضرورت ہے بتلنے کی؟“
 عمران نے مشورہ دیتے ہوئے کہا۔

” بتھیں تو رقم کی پڑھی رہتی ہے۔ چلو اس طرح کرو کہ مجھے
 ڈیٹھ سرکل کے مجرم پکڑ دادو میں بتھیں رقم دے دوں گا۔ مگر
 سنو۔ ایڈوانس ایک پیسہ بھی نہیں۔“ فیاض باقاعدہ
 سوئے بازی پر آتھ آیا۔

” دیکھو فیاض۔ بھوکے پیٹ تو عبادت بھی نہیں ہوتی۔
 مجھم کہاں سے پکڑے جاسکتے ہیں۔“ ادھر سیدھاں نے
 سولہ سال کی تختاہ کا نوش دے دیا ہے اب تو ایک ہی ہوت
 ہو سکتی ہے کہ تمہاری طرف سے استحقی دینے کے بعد میں
 تمہاری جگہ نو کری کر لوں۔ کہاں کم تختاہ تو پر مہینے مل جایا
 کر لے جی۔“ عمران نے منہ بسوارتے ہوئے کہا۔
 ”بھوکھ تو پیر ارادت ہیں۔ اس لئے میں نے بتھیں بتایا۔“

ہے تم دوست نہیں دشمن ہو میں سمجھ گیا" — فیاض ایک جھنک سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"تو پھر کچھ آیڈ والنس دے دو۔ یقین کرو میں بے ایمان نہیں ہوں تھاہاری طرح" — عمران نے معصوم سے پہچ میں کہا۔

"کیا کہا میں بے ایمان ہوں" — فیاض کو سچ پuch غصہ آگیا۔

"اے اے میں تھیں تھوڑی کہہ رہا ہوں" — یار ایک تو تم بڑی جلدی ناراض ہو جلتے ہو۔ میں تو اپنا کھڑا رد رہا ہوں" — عمران نے کہا۔

"اچھا تم وعدہ کرتے ہو کہ میری اس کیس میں امداد کرو گے اور کسی کو بتاؤ گے بھی نہیں" — فیاض نے پچھا سوچتے ہوئے کہا۔

"پکاو عده" — اگر کہو تو قسم کھالوں — تھاہارے سرکی قسم" — عمران نے پڑے پر خلوص پہچ میں کہا۔ اور فیاض نے جیب میں با تھڈا ل۔ اور پڑے نڈوں کی ایک گلڈی مکال کو عمران کی گود میں ڈال دی۔

"سیماں" — اے بھائی سیماں — جلدی آؤ" — عمران نے خوشی سے پختے ہوئے کہا۔

"کیا بات ہے صاحب" — کیا کوئی خزانہ مل گیا ہے؟ سیماں نے جھپٹلئے ہوئے پہچ میں کہا، مگر وہ سمجھ لمحے

عمران کے ہاتھ میں نوٹوں کی گذاری دیکھ کر اس کی آنکھیں چمک اشیاء۔

" یہ لو سلیمان ۔ یہ پہلی قسط ہے ۔ تم اسی طرح چاٹئے پیولتے رہئے تو اسی سی عکڑوں گذاریاں مل سکتی ہیں ۔ " — عمران نے گذاری سلیمان کی طرف اچھائتے ہوئے کہا۔ اور سلیمان کے بڑی پھرتی سے گذاری کو پچ کر لیا۔

" اور چاٹے لے گاؤں جناب سپر فتنہ نہ فیاض صاحب ۔ " سلیمان نے اس بارہ بوشے مکوڈ بانہ اند انہ میں فیاض سے مخاطب ہو کر کہا۔

" ارے ارے ۔ ایک چلے ہیں ایک گذاری ۔ دوسرا چاٹے حرام چلے جائے گی ۔ " — عمران نے تیز ہجے میں سلیمان کو سمجھاتے ہوئے کہا۔ اور سلیمان تیزی سے والیں مڑ گیا۔

بیسے دوسرا چاٹے کی آفر کو کے اس نے بڑی غلطی کی ہو۔

" اچھا تو پیارے فیاض ۔ اب تم بے فکر ہو کر اپنے دفتر میں جا بیٹھو۔ بلکہ کوئی نئی رواکی پہنچا دا اور منے کرو۔ ڈیکھ سرکل ہتھاڑے قریب سے بھی گدار جلتے تو میرا نام بدل دینا۔

ارے ہاں فیاض ۔ یادو وہ لونڈیا تو بڑی زندگانی کی پچھ کیا ۔ — عمران نے داز دارانہ ہجھے میں کہا۔

" کون سی لونڈیا ۔ " — فیاض نے چونکتے ہوئے کہا۔ لونڈیا کا ذکر سننے ہی اس کا چہرہ چمک اشناختا۔

" اسے دہی ۔ جو اس روز ہو ٹھیں فردوس کے نیجر کے

کھرے میں بیٹھی تھی ۔ عمران نے آنکھ کا کونا بلتے ہوئے کہا۔
 ”وہ ارے ہاں وہ تو میں بھول ہی گیا۔ تم نے خواہ مخواہ وہاں لات اٹا دی۔ مگر وہ تھی کون ۔“ واقعی زوردار تھی ۔ فیاض نے پُر جوش ہجھے میں کہا۔ اس کا تمام دیپیش نہیں ہو گیا تھا۔ اور وہ ڈیپٹ سرکل اور بے عنق سب کچھ بھول گیا تھا۔

”وہ اُسی شیجر کی بیٹی تھی ۔“ شہلا انگلینڈ سے ابھی ابھی آئی ہے۔ بڑی ہی آزاد خیال اور حرارت مند ۔ ویسے ایک بات ہے۔ مہماں اجوڑ ہے۔ پھنس کھی جلدی جلتے گی ۔“ عمران نے خالص بوفروں کے سے انداز میں کہا۔

”مم ۔“ مگر مہماں ڈیپٹی نے جو یہ رد دنا ڈال رکھا ہے۔ یار اپنے ڈیپٹی کو سمجھا وہ خواہ مخواہ کی مصیبت لگے میں ڈال لئتے ہیں۔ بھلا کیا حضورت تھی اس کیس کو لینے کی ۔ لپٹے آپ سیکرٹ سروس بھگتی پھر دی ۔“ فیاض نے چڑھپے ہجھے میں کہا۔

”بانکل سمجھا وہ گا۔“ دہ میری ہی توبات سمجھتے ہیں بیجا یہ فرمانبردار اور تابعہ اور قسم کے ڈیپٹی جو ہوئے ۔“ عمران نے طنز پیچے میں کہا۔ اور فیاض اس کی بات پس بے اختیار ہنس پڑا۔

”ارے ہاں ۔“ میں تے متمہیں ایڈیڈ ان س رقم دی ہے۔ اب یہ کیس تم خود ہی بھگتو۔ مجھے تو صرف مجرم چاہیں م مجرم ۔“

فیاض نے چونکتے ہوئے کہا۔

"وہ بھی مل جائیں گے۔ تم گھراو نہیں ۔۔۔ گر جتنی رقم تم
نے دی ہے اس سے تو ہتھکڑیاں بھی نہیں خردی جاسکتیں"
عمران نے پر اسامنہ بناتے ہوئے کہا۔

"یا۔۔۔ تم رقم کی غلکرنے کر د۔۔۔ بس تم ان مجرموں کو پکڑ دو
کسی طرح ۔۔۔ تاکہ میری جان اس عذاب سے چھوٹے"
فیاض نے حاجدا نہ لبھجیں کہا۔

"پھر وعدہ ۔۔۔ جو ماگوں گا دو گے" ۔۔۔ عمران نے کہا۔
"ماں ہاں ۔۔۔ با محل پکا وعدہ" ۔۔۔ فیاض نے جواب
دیا۔۔۔

"چلو بھیک ہے ۔۔۔ جاؤ عیش کرو ۔۔۔ شہلا کو بچنساوا اور
مزے کرو ۔۔۔ سمجھو مجرم پکڑے گئے" ۔۔۔ عمران نے بڑے
با اعتماد بچے میں کہا۔

"بہت بہت شکریہ ۔۔۔ میں ذرا فردوس ہو مل حیر لگا کا
ہوں۔ شاید وہ وہیں مل ہی جائے" ۔۔۔ فیاض نے انتہے
ہوئے کہا۔

"اٹھ تھہارے نیک اوادے پوئے کوئے آمین خم آمین" ۔۔۔
عمران نے بڑے پر خلوص بچے میں دھا دیتے ہوئے کہا۔ اور
فیاض مسکو آنکھ پوادر دازے سے باہر نکلتا چلا گا ۔۔۔ جب اس
کے قدموں کی آواز غائب ہو گئی تو عمران اٹھ کر تیزی سے اپنے
خصوص کھڑکی کی طرف بڑھتا چلا گیا ۔۔۔ جہاں وہ فون وجہ دھنا

جس سے وہ سیکرٹ سروس کے ممبروں کو کال کرتا تھا۔ اس نے
رسیور انٹھا کرتیزی سے بغیر گھمانے شروع کر دیتے۔
”جو لیا پیٹنگ“ — رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف
سے جولیا کی آداز سنائی دی۔

”ایک ٹو“ — عمران نے سرد ہجے میں کہا۔

”یہ سہ“ — جولیا کا بچہ یک دم موڈ بانہ ہو گیا۔

”فردوس ہوٹل کے نیچر کی لڑکی شہلا تھے۔ اس سے دستی کر
لو“ — اور اس کی نگرانی کرو۔ کوئی مشکوک بات محسوس ہو تو
فائدہ پورٹ کرو۔ — عمران نے سرد ہجے میں کہا۔

”مگر سہ مجھے کیسے معلوم ہو گا کہ کون سی بات مشکوک
ہے؟“ — جولیا نے جمرح کرتے ہوئے کہا۔

”تم نے اچھا سوال کیا ہے۔ اب مجھے بتہیں کسی سکول میں
داخل کرانا ہو گا۔ جہاں بتہیں یہ سکھا یا جائے کہ سیکرٹ سروس
کے لئے کون سی بات مشکوک کہلا فی جاسکتی ہے اور کون سی نہیں۔
عمران نے سرد ہجے میں کہا۔

”سوری بس — میں سمجھ گئی“ — سوری سر
جو لیا نے گہرائے ہوئے ہجے میں کہا۔ اور عمران نے سکراتے
ہوئے رسیور کریٹل پر دکھ دیا۔ اور پھر جمرے سے نکل
کر ڈرائیکٹر دوم میں آیا ہی تھا کہ دہاں پہنچے ہوئے شلی فون
کی گفتگی بچ اٹھی۔

”ہیلو“ — عمران نے رسیور انٹھلتے ہوئے کہا۔

”عمران صاحب میں ۔۔۔ میں ٹائیگر بول رہا ہوں ۔۔۔
دوسری طرف سے ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

”ہاں ۔۔۔ کیا بات ہے ٹائیگر ۔۔۔ عمران نے سنجیدہ
ہوتے ہوئے کہا۔

”باس ۔۔۔ ان غیر ملکی انجینئروں میں سے ایک ادھیر عمر
کی حرکات مشکوک معلوم ہوئی تھیں ۔۔۔ اس نے عمارت سے باہر
آکر ایک فون بوخت سے کسی کو کال کی ۔۔۔ اور کافی دیر تک
باتیں کرتا رہا۔ جب کہ عمارت میں بھی ٹیلی فون موجود تھا ۔۔۔
ٹائیگر نے کہا۔

”اوہ ۔۔۔ کہاں کال کی ہے ۔۔۔ اور کیا کی ہے ۔۔۔
عمران نے چونکتے ہوئے کہا۔

”میں نے سننے کی کوشش کی تھی لیکن سن نہیں سکا۔ بہر حال
میں نے پادڑ کے استھان سے یہ پتہ کر لیا ہے کہ کال و نکورا
ہوشیں میں تھی گئی ہے ۔۔۔ ٹائیگر نے جواب دیا۔

”عمارت کا فون ٹیپ کیا تھا ۔۔۔ عمران نے پوچھا۔

”جی ہاں ۔۔۔ پیکنی اُس سے استھان ہی نہیں کیا گیا ۔۔۔
ٹائیگر نے جواب دیا۔

”اوہ ۔۔۔ نہیں کہے ۔۔۔ نگرانی جاری رکھو ۔۔۔ عمران نے
خواب دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور کھو دیا۔ وہ جنہے
محض ٹھاوسو چار پا۔ پھر اس نے ٹنکوں اپوٹھیں کو چک کرنے کا فرض
لیا۔

شہلا نے جسے سی دروازہ کھول کر اندر قدم رکھا۔
 کرسی پر بیٹھا ہوا فیاض چونک کہ اٹھ کھڑا ہوا۔
 ”آئئے آئئے تشریف لایئے“ فیاض نے باچھیر
 پھاڑتے ہوئے کہا۔ وہ عمران سے مل کر واپس دفتر آگیا تھا۔
 اور اب وہاں بیٹھا شہلا کو بھنسانے کے لئے کوئی جامع پر وکرام
 سوچ ہی رہا تھا کہ چھپر اسی نے کسی عورت کے آنے کی اطلاع
 دی جو اس سے ملنا چاہتی تھی۔ اور فیاض نے عورت کا نام
 سنتے ہی اُسے بلانے کے لئے کہہ دیا تھا۔ لیکن یہ بات تو
 اس کے تصور میں بھی نہ تھی کہ آئئے والی دسی شہلا ہو گی جس سے
 ملنے کے وہ پڑوگرام سوچ رہا تھا۔ وہ چوں کہ اُسے ایک بار
 دیکھ کچا تھا۔ اس لئے دوسرا بار دیکھتے ہی پہچان گیا تھا۔
 فیاض کی یادداشت لڑکیوں کے بارے میں ضرورت سے زیاد

تیز دا قع ہوئی تھی۔

"ادہ" کتنا شاندار دفتر ہے۔ اور پھر آپ جیسا وچھرہ افسوس
بہت خوب سیر انعام شہلا ہے جناب۔ آپ کو شاید یا دھو
ایک بار ملاقات ہو چکی ہے۔ شہلا نے پہلے دفتر اور فیاض
کی وجہت کی تعریف کرتے ہوئے اپنا تعارف کرایا۔ اور پھر آجے
برٹھ کر باقاعدہ مصلحت کے لئے باقہ بڑھا دیا۔

"ہی۔" آپ کی مہربانی ہے مس۔ آپ جیسی
خوب صورت شخصیت کو کون بھول سکتا ہے؟۔ فیاض نے
دانست نکالتے ہوئے کہا۔ اور شہلا کا برٹھا ہوا باقہ یوں دلوں
ہاتھوں میں تھام لیا جیسے اب وہ کبھی اسے نہ چھوٹ لے گا۔ اس
کے پھرے پر مسرت کا آبشار بہنچے لگا تھا۔

"ذوق بھی اچھا معلوم ہوتا ہے۔" میں دیے ہی یہاں سے
گزردہ ہی تھی کسب مجھے خیال ہگیا مکد آپ جیسی شاندار شخصیت سے
ملنا چاہیے۔ اس بعد تو اس الحمق کی وجہ سے تفصیلی ملاقات
نہ ہو سکی۔ شہلا نے فرمی سے اپنا باقہ والپس کھینچے ہوئے
کہا۔

"یاں۔" واقعی مجھے بھی بڑا مشوق تھا آپ سے دوسری
ملاقات کا۔ لیکن بس ستر کا دی کام کی مجبوری یاں۔ تشریف
دیکھئے۔" فیاض نے دانست نکالتے ہوئے کہا۔ اور پھر اس
نے جلدی سے گھنٹی بجا دی۔

"میں سر" دوسرے لمحے پڑا سی نہ نمودار ہوتے

ہوئے کہا۔

"مس کیا شوق فرمائیں گی؟" فیاض نے بڑے

ہو دبانہ ہجھ میں کہا۔

"یہاں ارے یہاں تو ہر طرف سرکاریت ہی چھائی ہوئی ہے۔ آئئے کہیں علیحدہ جگہ پر بیٹھتے ہیں۔ یقین کیجیے آپ کی محبت میں بس رہونے والا ہر تجھہ بڑا قدر مسیرت گزرے گا۔ آپ جیسی شاندار اور وجہیہ شخصیتیں کم ہی نظر آتی ہیں۔" شہلا بنے کہا۔

"اوہ آپ کی مہربانی ہے۔ چلیئے۔ واقعی یہاں تو اہمیت سے گپ شپ بھی نہیں جو سکتی۔" فیاض نے کیپ سینٹ سے کیپ اٹھاتے ہوئے کہا۔ "ارے آپ اس درد میں چلیں گے۔ نہیں فیاض صا۔ اس طرح تو لوگ سمجھیں گے کہ آپ نے مجھے حراست میں لے رکھا ہے۔" شہلا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ارے ہاں واقعی میں تو بھول گیا۔ پھر آپ دو منٹ تشریف رکھئے۔" میں ابھی بیاس بدل کر آتا ہوں۔" فیاض نے کہا۔ اور پھر تیزی سے ملکہ ریاست نگ رومن کا دروازہ کھول کر غائب ہو گیا۔ اس کے جاتے ہی شہلا تیزی سے اٹھی اور میز کی درازوں کی طرف پیکی۔ بچھڑا اسی کو تو فیاض پہنچے ہی پاہر جانے کا اشارہ کر چکا تھا۔ اس لئے کھڑہ خالی ہی تھا۔ شہلانے بڑی پھرتی سے دراز کھولی اور پھر پہلی ہی دراز میں اُسے اپنے

مطلوب کی پیز نظر آگئی۔ اس میں وہ فائل موجود تھی جس سے ڈیکھ سرکل کے افاظ تکمیل ہوتے تھے۔ شہلا نے بڑی پھر تی سے فائل کھول کر دیکھنی شروع کر دی۔ فائل کے چند ہی کاغذ اس نے چند منٹ میں ہی پڑھ لئے اور پھر اس نے پھر تی سے فائل بند کر کے واپس دراز میں رکھی اور دراز بند کر دی۔ اور پھر چھپے ہٹ کر کرسی پر بیٹھ گئی۔ اب اس کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات ابھر آگئے تھے۔ فائل میں ان کے متعلق صرف یہاں یہ نہیں کا اشارہ تھا۔ باقی تفصیلات موجود نہ تھیں۔ اور اس طرح اُسے یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ انٹیلی جنس کو اطلاع کیسے ملے۔ ظاہر ہے فائل کے مطابق بہ طائفہ کی انٹیلی جنس نے یہ اطلاع سرکاری طور پر ہمیاکی کی تھی۔

چند لمحوں بعد ہی فیاض باہر آگیا۔ اس نے نیلے رنگ کا خوب صورت سوٹ پہننا ہوا تھا۔ اور پر فیوم کی تو شاید اس نے پوری شیشی ہی انڈیل لی تھی۔ کیوں کہ اس کے باہر آتے ہی کمرہ مہک اٹھا تھا۔

"بہت شامدار۔ آپ پر توہر لباس بے حد سمجھتے ہیں؟" شہلا نے مسکراتے ہوئے بڑے تعریفی ہجے میں کہا۔ اور فیاض کا سینہ جو پہلے ہی پھولا ہوا تھا اور بھی زیادہ پھولتا چلا گیا۔ اس کا جی چاہ رہا تھا کہ شہلا کو اٹھا کر ایسی آنکھوں میں رکھ لے۔ ایسی لڑکی اس کی نسبت میں پہلی بار اس سے نکرا فی تھی جو اتنی بے باکی سے اس کی تعریف کرنے چلی جا رہی تھی۔ جب کہ وہ خود بھی بے حد

خوب صورت اور پر شباب بھی۔ شہلا کا اندازہ ہی ایسا تھا کہ فیاض
تو بس مسلسل رینشہ غلطی ہوتا چلا جا رہا تھا۔

”شکریہ شکریہ۔ آپ بھی کسی سے کھم نہیں۔“
فیاض نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ اُسے لئے ہوئے دفتر
سے باہر نکلا۔ اس کے قدم سر کاری جیپ کی طرف لٹھی
تھی کہ شہلا نے اُسے بتایا کہ اس کی کار عمارت کے باہر موجود
ہے اور فیاض قدرے جھینپ سا گیا۔

چند لمحوں بعد وہ شہلا کی کار میں بیٹھا ہوا تھا۔ شہلا نے ڈرائیور
سینٹ سنبھال لی۔ اور کار تیزی سے دوڑتی ہوئی آجے بڑھتی
چلی گئی۔

”فیاض صاحب۔ آپ کا تو بڑے بڑے مجرموں سے واسطہ
پڑتا رہتا ہو گا۔ خوف ناک قسم کے مجرم۔ اور آپ ان کی گمذیں
توڑ ڈالتے ہوں گے۔“ شہلا نے کار چلاتے ہوئے مسکرا کر
کہا۔

”ہاں مس شہلا۔ بس ڈیوٹی جو ایسی ہی ہے۔ لیکن میرے
ہوتے ہوئے مجرموں کی جرأت نہیں ہے کہ وہ اس طک میں
گھس بھی سکیں۔“ فیاض نے تینے کو مزید چودا کر تے
ہوئے کہا۔

”ظاہر ہے آپ جیسے ذہین اور شاندار افسر کے مقابلے میں
مجرم بے چارے کیا کہ سکتے ہیں۔“ شہلا نے مسکلتے ہوئے
جواب دیا۔

اور اُسی لمحے اس نے کار ایک بڑے ہوٹل کے کپاڈ نہ میں
موڑ دی۔ پارکنگ میں کار رد کتے ہی دہ دنوں نیچے آتے۔
”اس طرف آئیے فیاض صاحب۔ اور فیصل رومز ہیں۔“
شہزادے مسکراتے ہوئے ایک طرف اشارہ کیا اور فیاض کی
باچپیں نیمی رومن کے الفاظ سنتے ہی کافون ہے جا تکرائیں۔ دہ
اس وقت اپنے آپ کو مقدمہ کا دھنی محسوس کر رہا تھا۔
تھوڑی درج بعد وہ ایک بڑے سبکے سجاٹے کمرے میں
پہنچ گئے۔ شہزادے دیرکو دیکھتے ہی وہ سکی لانے کا آرڈر
دے دیا اور فیاض کو خاموش رہنا پڑا۔

”فیاض صاحب۔ کچھ مجھے بھی تو بتلیتے۔ آپ کیسے مجرموں
کو پکڑتے ہیں؟“ شہزادے صوفی پر فیاض کے قریب ہو
کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

”بس مجرموں کا تھا قب کیا جاتا ہے اور انہیں پکڑ لیا جاتا
ہے۔“ فیاض نے جواب دیا۔ اب ظاہر ہے وہ مزید کیا
بتاتا۔ اس نے کبھی بڑے مجرم پکڑے ہوں تو اسے پتہ ہمی سو۔ کہ
مجرم کس طرح پکڑے جلتے ہیں۔

اُسی لمحے دیطر نے شراب کی بوتل اور دو گلاس لاکر میز پر
رکھ دیتے۔ اور مسکرا تاہو ادا پس چلا گیا۔ شہزادے بوتل میں
سے شراب گلاسوں میں ڈالی اور پھر ایک گلاس مسکراتے ہوئے

فیاض کے ہاتھ میں پکڑا دیا۔ ”آپ کو توبہ کی عادت ہو گی شراب پینے کی۔ کیوں کہ

میں نے سنا ہے کہ انٹیلی جنس کے بڑے افسروں میں شراب کی
چڑھا جلتے ہیں۔ لیکن ان پر کوئی اثر ہی نہیں ہوتا۔
شہلا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”بانکل بانکل۔ یہ شراب ہمیں کیا کہتی ہے۔ پوری بوتل
ایک سانس میں پی لتے ہیں۔“ فیاض بھلا کب چیز پر
رہنے والا تھا۔ وہ شہلا کے چکر میں آگیا۔

”اچھا۔“ واقعی۔ مگر میں کیسے مان لوں۔ میں نے بڑے
بڑے دھاکڑ شرابی دیکھے ہیں۔ لیکن یہ ایک سانس میں بوتل
ایسا تو ناممکن ہے۔“ شہلا نے اُسے اور زیادہ چڑھاتے
ہوئے کہا۔

”کمال ہے۔ آپ مان ہی نہیں رہیں۔“ اچھا دیکھیے۔
فیاض بانس کے آخری سرے پر پتھر گیا۔ اس نے ٹھلاں کو حلق
میں پلٹا اور یہ دو سکر ہاتھ سے میز پر پڑی ہوئی بوتل اٹھا لی۔
اور منہ سے لٹک کر غٹاغٹ پتا چلا گیا۔ ظاہر ہے وہ شہلا کے
سامنے اپنی بات تھی کیسے کر سکتا تھا۔ اور واقعی اس نے بوتل
اس وقت میز پر رکھی جب اس کا آخری قطرہ تک اُن کے حلق
سے اتر گیا۔

”بہت خوب۔ بہت خوب۔ اب مجھے یعنی آگیا۔“
شہلا نے اٹھ کر دروازے کو اندر سے بند کرتے ہوئے کہا۔
ادھر فیاض کا فیوز اٹ گیا۔ ایک تو فیملی روم۔ پھر شہلا جسی خوبصورت
اور بے باک لڑکی۔ پیٹ میں خالص شراب کی پوری بوتل اور

آخری پڑی کہ شہلا خود اپنے ہاتھوں سے دروازہ بھی بند کر رہی تھی۔
 ”بچ جان من تم سخفا ہو ہیرا ہو میری
 جان“ فیاض نے لایکھ دلتے ہوئے لہجے میں کہا۔ اس کا
 پھر سرخ ہو گیا تھا۔ آنکھیں چڑھنے لگی تھیں۔
 ”ارے آپ کو نشہ پورا ہے۔ ہونا تو نہیں چاہتے۔“
 شہلانے مسکراتے ہوئے کہا۔

”نہیں نہیں نشہ نہیں مجھے کیسے نشہ ہو سکتا ہے؟“
 فیاض نے اپنے ذہن کو سنبھالنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔
 لیکن دماغ مسلسل یجادوں میں اٹر رہا تھا۔
 ”اچھا۔ ابھی پستہ لگ جاتا ہے۔ اگر آپ مجھے بتا دیں کہ آج
 کل آپ کس کیس پر کام کر رہے ہیں۔ اور اس سلسلے میں آپ
 نے کیا کیا ہے۔ تو مجھے پستہ چل جائے گا کہ آپ واقعی نشہ میں نہیں
 ہیں۔ وہندہ مجھے ایسے لوگوں سے سخت نفرت ہو جاتی ہے جنہیں
 شراب پیتے ہی نشہ ہو جاتا ہے۔“ شہلانے سنجیدہ لہجے
 میں کہا۔ وہ واقعی انسانی نفیات سے اچھی طرح واقع تھی۔
 اسے معلوم تھا کہ فیاض اب سب کچھ ہی بتا دے گا۔ خود ہی
 بتا دے گا۔

”مارے۔ یہ کیسا امتحان ہے۔ آج کل میرے پاس ڈیتھ
 سرکل کا کیس ہے۔ بنی الادقا می نجمریں کاٹ۔“ فیاض نے
 اپنے ذہن کو پوری قوت بداری لکھ کر قابو میں کرتے ہوئے کہا۔
 ”ڈیتھ سرکل۔ اے باپ دے۔“ بٹا خوف ناک نام

ہے۔ بڑے خوف ناک مجرم ہوں گے۔ کتنے پکڑ لیئے یہ شہلا نے آنکھیں بچاؤتے ہوئے کہا۔

”میں نے کیا پکڑ نہ ہے۔ اس تو کسے سٹھپنے پر فیسر گھوش نے مجھے چکر دے دیا۔ اور میں نے شاہی روڈ کی ہپلی عمارت پر چھاپے مار دیا۔ مگر وہاں تو غیر ملکی انجینئر شہرے ہوتے تھے۔ میں کچونہ پوچھو سر جمان نے وہ ذلیل کیا وہ ذلیل کیا۔ ارے نہیں میں نے ذلیل کیا۔ میں نے ذلیل کیا۔“ فیاض نے بہکتے ہوئے ہبھے میں کہا۔ پہلے وہ نہ میں اصل بات کہہ گیا مگر پھر اس کے ذہن نے کام کیا کہ شہلا پر رعیب جانا ہے تو اس نے پٹری میں بدل دی۔

”ارے پھر تو بڑی مشکل ہوئی۔ اب کچھے پکڑ دیں گے آپ مجرموں کو۔“ شہلا نے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔

”ارے جان من۔“ مجھے کیا ضرورت ہے۔ میں نے عمران کو کہہ دیا ہے۔ ایڈوانس رقم بھی دے دی ہے۔ میں سمجھو مجرم پکڑے چھئے۔ اس کے پاس مجرم پکڑنے کا جادو ہے۔ ابھی پکڑ لیتا ہے۔“ فیاض نے بہکتے ہوئے یہجے میں کہا۔

”عمران۔“ دہ کون ہے۔“ شہلا نے چونکتے ہوئے کہا۔

”ارے وہی۔“ جو تمہارے باپ کے کمرے میں ڈالوں بکری بن کر پینچھے گیا تھا۔ بنطابر الحمق۔ بے وقوف۔ مگر وہ بے خود خوف نہیں انسان ہے۔ شہلا۔“ اس کے قریب نہ جانا۔ اور

جان من — اب میرے خیسم میں آگ بکھی ہوئی ہے اب مزید نہ
ترپاڑت — فیاض نے الہ کر شہلا کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے
کہا۔

” اورے فیاض صاحب — آپ کو پھر نشہ ہورا ہے ہے یہ
شہلا نے پچھے بیٹھتے ہوئے کہا۔

” مجھے — نہیں مجھے نشہ ہو ہی نہیں سکتا۔ چل سے دس
بو تکیں پڑا دو ۔ فیاض نے اپنے آپ کو سنبھالنے کی
کوشش کرتے ہوئے کہا۔

” اچھا — نشہ نہیں ہورا تو پھر مجھے تلاذ کرو وہ احمد خوف ناک
آدمی کہاں رہتا ہے — اول کیا وہ بھی انسانی جنس کا افسوس ہے یہ
شہلا نے دوبارہ اس کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا، اس کا لمحہ بڑا
پیار بھرا تھا۔

” وہ عمران — وہ عمران — اس کا پتہ مت پچھو۔ درد نہ
درد نہ تم زندگی بھر دو گی۔ میں تمہیں بتا دیتا ہوں۔ میں نشے میں
نہیں ہوں۔ مجھے اس کا پتہ یاد ہے — وہ نکل دو ۔ کے
فیٹ نمبر ۲۸ میں اپنے احمد باؤرچی سلیمان کے ساتھ رہتا
ہے۔ وہ ڈاٹر کیڈر جنرل اس سر رحمان جو میرا بابس پے کامیٹیا ہے
وہ آزاد ہے — مجھ سے چیزے مار لیتا ہے، میرے فلینٹ پر
قہقہہ کر لکھتا ہے۔ وہ جلد اخظر تاک پئے۔ سائبے وہ سیکرٹ
سرودس کے لئے بھی کام کرتا ہے۔ وہ فرمی واقر سے مادور
ستو۔ وہ تمہیں بھی جانتا ہے۔ اس نے مجھے کہا اعطا کر کم

سے دستی کر لوں — تمہیں پھنسالوں ۔ اور تم خود میرے پاس آگئیں ۔ مجھے نشہ نہیں ہوتا ۔ تم بتاؤ ہوتا ہے ॥ فیاض نے لکھ رہا تھا ہوئے بچے میں خود ہی تمام تفصیل بتاتے ہوئے کہا ۔ "نہیں نہیں — کہاں نشہ ہوتا ہے ۔ اور شراب بھی تم پی سکتے ہو ۔ مجھے لقین ہے کہ تم ایک اور بوتل بھی بغیر سانس لئے پی سکتے ہو ॥" — شہلا نے کہا ۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے انہ کم دوانی کی پختخنی کھولی اور اس سے پہلے کہ فیاض کچھ کہتا وہ دعاوازہ کھول کر کھرے سے باہر نکلتی ہی گئی ۔ فیاض سمجھا کہ وہ باہر دیڑ کو مزید شراب کا آرڈر دے رہی ہے ۔ اس لئے وہ دہن صوفی پہ بیٹھا جھومتا رہا ۔ اس کا ذہن جبھی طرح جھوٹ رہا تھا ۔ اور اب تک شہلا کی موجودگی کی وجہ سے اس نے بڑی مشکل سے اپنے آپ کو سنبھالا ہوا تھا ۔ مگر شہلا کے باہر جلتے ہی اس کی قوت ارادتی مزید کام نہ کرسکی ۔ اور دوسرے نے وہ جھومتا ہوا صوفی سے نیچے گرا ۔ اور قالمین پر اٹا سیدھا ہو کر پار ہا ۔ نشے کی شدت کی وجہ سے وہ ہوش و حواس سے عادی ہو چکا تھا ۔

شہلا نے دیڑ کے ہاتھ میں ایک بڑا ساندھ رکھا ۔ اور اُسے یہ کہیہ کہ کہ صاحب آرام کر رہے ہیں انہیں ڈسٹرپ مل کیا جائے ۔ وہ تیزی سے راہداری کر اس کرتی ہوئی ہوتل کے بیرونی حصے میں آئی ۔ اور کھوٹی دیکھ بعده وہ اپنی کار کے پاس پہنچ گئی تھی ۔ اس نے بڑی چونکا دینے والی معلومات

حاصل کر لی تھیں۔ اور وہ اب جلد از جلد ان معلومات کو راجہ کی
 منتقل کر دینا چاہتی تھی جو کہ اس کا باس تھا۔ وہ راجہ کی وجہ
 سے ہی اس تنظیم میں شامل ہوئی تھی۔ کیوں کہ راجہ نے ہی اُسے
 ایم۔ زیڈ کا عادی کیا تھا۔ اور پھر اس نے اس کی ایسی تصاویر
 حاصل کر لی تھیں کہ ان تصاویر کی وجہ سے وہ اس کے احکام
 ماننے پر مجبور ہو گئی تھی۔ اہاب تو وہ خود اس ماحول کی
 عادی تھی۔ اور اس نے اتنی دفادری کے ساتھ کام کیا تھا کہ
 اب وہ راجہ کے اسٹینٹ کے طور پر کام کر رہی تھی۔ اور
 اس کی تنظیم میں اب بڑی اور کلیدی اہمیت بن گئی تھی۔ اور
 اب تو وہ راجہ کے بغیر نہ ہی کا تصور بھی نہ کر سکتی تھی۔ اس
 لئے جب اُسے بہت چلا کہ اس بار تنظیم نے پاکیشیاں میں کام
 کرنے کا فیصلہ کیا ہے تو وہ بڑی خوشی سے یہاں آگئی۔ اس
 طرح ایک تو وہ طویل عرصے تک راجہ کے ساتھ وہ سکتی تھی دوسرا
 وہ اپنے ملک میں رہتی۔ اُسے اس بات کی پرواہ نہ تھی کہ وہ
 اپنے ملک کے مقادات کے غلاف کام کرنے جا رہی ہے۔
 کار میں بیٹھتے ہی ایک لمحے کے لئے اس نے سوچا کہ وہ قوان
 کر کے راجہ کو ان معلومات سے آگاہ کر دے۔ لیکن پھر اس
 نے ارادہ بدل دیا۔ اس نے سوچا کہ وہ خود جا کر راجہ سے بات چیت
 کرے گی۔ اور اس سے عمران کے بارے میں مزید ہدایات لے گی۔
 چنانچہ اس نے کار کا رخ اس سڑک کی طرف ہٹھ دیا جہاں ہنگوں اہمیت
 تھا۔ کیوں کہ راجہ نے کوئی اہمیت میں پہنچنے پڑی تھا۔

عمر از نے کارڈنکورا ہوٹل کے کمپاؤنڈ میں مولیٰ اور پھر اسے ایک طرف روک کر دے کچھ دیر کار میں بیٹھا سوچتا رہا۔ کہ اتنے بڑے ہوٹل میں اس ستمبر سے کائیسے پستہ چلا یا جائے۔ جہاں اس ادھیر عمر غیر ملکی انجینئرنے کاں کی بھتی کوئی واضح لائے آف ایکشن ذہن میں نہ آ رہی بھتی۔ قونکورا ہوٹل ویسے بھی غیر ملکیوں کی پسندیدہ رہائش گاہ بھتی اور یہاں ہر وقت بھانت بھانت کے غیر ملکی بھرے رہتے تھے۔ وہ کار میں بیٹھا کافی دیر سوچتا رہا۔ لیکن جب کوئی بات ذہن میں نہ آئی تو اس نے فیصلہ کیا کہ انداز میں کندھے جھکے اور پھر دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا۔ اس کے سمجھیدہ چہرے پر کیک لخت حاقدوں کی نقاب پڑھ گئی اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا قونکورا ہوٹل کے میں گیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

بھول کاریستوران غیر ملکی عورتوں اور مردوں سے بھرا ہوا تھا۔ مقامی لوگوں اور مرد بھی نظر آ رہے تھے۔ میکن ال کی تعداد نسبتاً کم تھی۔

عمران ایک لمحے درخانے کے قریب کھڑا یوں آ کھیں شپشا کہ ہال کو دیکھتا رہا جیسے کسی اتوکو پکڑ کر اچانک وہ سوب ہیں بٹھا دیا گیا ہو۔ اور دروازے سے قریب میزروں پر بیٹھے چند غیر ملکی حیرت سے عمران کو اس انداز میں کھڑا دیکھنے لگے۔

اسی لمحے ایک دیشتر تیری سے اس کے قریب آیا۔ ”ہال میں کوئی سیٹ خالی نہیں ہے۔“ اگر آپ بیٹھنا چاہیے میں تو کاڈ نذر سٹول پر قشر لینے رکھیں۔“ دیشتر نے ہو دبائے لمحے میں عمران سے مخالف طبقہ ہونکر کہا۔

”سیٹ خالی نہیں ہے۔“ یا کہیں کس نے دیشتر بنادیا ہے۔ اگر تمہاری بینائی اتنی بھی کمزور تھی تو یوں اجنبی کا فلکیوں بن جانا تھا۔ عمران نے بڑے سادہ منسے لمحے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”آپ کیا کہہ رہے ہیں؟“ دیشتر نے حیرت بھرے لمحے میں کہا۔

”بھائی نجم نگاہ دیشتر۔“ دیکھو ہال میں۔ کتنی میزیں ہیں جن کی، کرسیاں بھی خالی نہ کر آ رہی تھیں۔ عمران نے کہا۔

”اھ۔“ مگر جواب پر میزیں مبنپ ہیں۔

ساتھ ان کی اجازت کے بغیر نہیں بیٹھ سکتے ۔ ۔ ۔ دیڑنے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

” تو پھر لے آؤ اجازت ۔ ۔ ۔ اور سنو ۔ ۔ ۔ تحریری اجازت یعنی کہیں متبہارے یہاں آنے تک وہ مکری نہ جائیں ۔ ۔ ۔ عمران نے کہا۔

” جناب ۔ ۔ ۔ میں کہہ رہا ہوں کہ آپ کاؤنٹر پر تشریف رکھیں ۔ ۔ ۔ دیڑنے جان چھڑانے کے لئے کہا۔

” اچھا ۔ ۔ ۔ اگر تم کہتے ہو تو چلو یوں ہی ہی ۔ ۔ ۔ عمران نے سر ملا تے ہوئے کہا۔

اُندر پھر وہ دیڑ کے پیچے چلتا ہوا کاؤنٹر کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ کاؤنٹر پر ایک خوب صورت غیر ملکی لڈکی موجود تھی۔ کاؤنٹر کے سامنے چار پاسخ اونچے اونچے سٹول پڑے ہوئے تھے جن میں سے ایک پر ایک غیر ملکی بیٹھا شراب کا گلاس منہ سے لگائے ہوئے تھے۔

” تشریف رکھیں ۔ ۔ ۔ دیڑنے ایک خالی سٹول کی طرف اشامہ کرتے ہوئے کہا۔ مگر عمران دوسرا نے اچک کر کاؤنٹر کے اوپر ہی بیٹھ گیا۔

” اسے اسے ۔ ۔ ۔ یہ کیا ۔ ۔ ۔ نیچے اتمو ۔ ۔ ۔ یہ کیا حکمت ہے ۔ ۔ ۔ کاؤنٹر گمل کے ساتھ ساتھ دیڑنے بھی چک کر کہا۔ ” کمال ہے ۔ ۔ ۔ خود ہی بٹھتے ہو ۔ ۔ ۔ خود ہی اٹھاتے ہو۔ ” بھی بٹھا ۔ ۔ ۔ بھیں بیٹھوں گا ۔ ۔ ۔ عمران نے سر ملا تے

ہوئے کہا۔
 "کیا تم پاگل ہو۔ نیچے اترو۔" اچانک کاؤنٹر گل نے
 اُسے دھکیلنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ اُسے یوں کاؤنٹر پر
 چڑھ کر بیٹھتے دیکھ کر سادا ہال پہلے چونکا۔ پھر سڑف تھی
 بھرنے لگے۔ سب لوگ اس کے اس دل چسپ انداز پر بے اختیار
 ہنس رہے تھے۔

"اُر نے مجھے کیوں دھکیل رہی ہو۔ اپنے اس کنم نگاہ ویٹر
 سے پوچھو۔ جس نے خود ہی کہا تھا کہ کاؤنٹر پر بیٹھو۔" عمران
 نے معصوم سے لہجے میں کہا۔

"نیچے اترو۔ یہ کیا بد نیتیزی ہے۔ بجانے کوں کوں سے
 گدھے یہاں آ جاتے ہیں؟" اس غیر ملکی نے جو سٹول پر بیٹھا
 شراب پی رہا تھا۔ اچانک غصے سے بخیتے ہوئے کہا۔ وہ خلصے
 سٹول خشم کا مالک تھا۔

"اچھا اچھا۔ تو تمہیں باقاعدہ سٹول پر بیٹھ کر شراب
 پینے کی توبیت دی گئی ہے۔ بہت خوب۔ کتنے بیوں کو
 سکھانے کا تو سننے آئے تھے۔" جگہ جگہ سٹول پر بیٹھ کر شراب
 پینے۔ داہ داہ۔ بہت خوب۔ عمران نے باقاعدہ
 نالیاں پیٹھے ہوئے کہا۔

اور غیر ملکی اس کا فقرہ سنتے ہی یوں اچھل کر کھڑا ہو گیا جیسے
 اُسے بھلی کاشاک لگا ہو۔ اس کی آنکھیں جو یہی ہی شراب
 دشی کی وجہ سے چڑھی ہوئی تھیں اور زیادہ سرخ ہو گئیں۔ اس

نے اٹھتے ہی پوری قوت سے اپنا بازو گھما�ا۔

"ارے ارے بچاؤ یہ گدھا تو دوستی کی جملئے
و دل تھی جھٹاڑ نے لگا ہے" عمران نے ایک طرف جھکتے
ہوئے بڑے فریاد بھر سے بچے میں کہا۔

اور غیر ملکی دار خالی چلنے جانے کی وجہ سے مٹو کی طرح گھوم
گیا۔ اور پھر جسیے ہی وہ گھوام عمران نے بڑے اطمینان سے
لات اس کی پشت پر ملکا دی۔ اور غیر ملکی اچھل کر سامنے
پڑھی ہوئی میز ریجا گمرا۔ میز کے گرد بیٹھے ہوئے لوگ بھی چھینتے
ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور پھر تو پورے ماں میں ہنگامہ
سا پو گیا۔ غیر ملکی چھتیا ہوا کھڑا ہوا۔ اور دوسرے لمحے اس کے
باہم میں ایک خنجر نظر آئے لگا۔ اس کا خنجر مکڑے نے کا انداز
بتا رہا تھا کہ وہ خنجرنے میں خاصی مہارت رکھتا ہے۔ غصے کی
شدت سے اس کا چہرہ بگڑ گیا تھا۔ اور آنکھیں شعلے اگنے
لگی تھیں۔

"میں تھیں زندہ نہیں جھوڑ دی گا کتنے" غیر ملکی نے
خنجر کو تولتے ہوئے عمران کی درفت بڑھتے ہوئے کہا۔ کافی نظر
گریں اس صورت حال کو دیکھتے ہی کاؤ نظر کے چیخے چھپ گئی
تھی۔ جب کہ عمران بدستور اُسی طرح کاؤ نظر پر حیرت ہا
بیٹھا تھا۔ اس کے چہرے پر ایسا اطمینان تھا جیسے وہ سرکس
میں ہونے والا کوئی دل چسپ تھا اسادیکھ رہا ہو۔
ماں میں موجود لوگوں کو غیر ملکی کا انداز دیکھ کر ہی تھیں ہو۔

جیا تھا کہ اب عمران کسی صورت نہیں بچ سکتا۔ یکن ایسی صورت حال میں وہ اس غصے سے پاہل ہوتے غیر ملکی کو روک بھی نہ سکتے تھے۔

"غیر ملکی قدم پڑھا آگئے بڑھا اور پھر اس نے تیزی سے اپنا خنجر والا ہاتھ بلند کیا۔ اور ہال میں موجود لوگوں نے آنکھیں بند کر لیں جب کہ عورتیں بے تحاشا پڑھنے لگیں۔

غیر ملکی نے جیسے ہی خنجر والا ہاتھ بلند کیا عمران جوڑے الہمینا سے کاونٹری پر سٹھانا ہوا تھا۔ اس کی پیچھوی ملکی ہوئی ٹھانگ تے تیزی سے حرکت کی اور دوسرے لمحے پڑا ہوا سٹول را کھل سے نکلی ہوئی گولی کی طرح غیر ملکی پر پڑا۔ اور غیر ملکی کی خنجر چلانے کی حسرت دل میں ہی رہ گئی۔ سٹول کی اچانک اور زور دار ضرب سے وہ پیشتر کے بل فرش پر گما۔ اور اس کے ہمراہ یہ اختیار پڑھنے لگی۔ خنجر اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر عورت حاگما۔ اور ہال میں موجود لوگ اس کا یا پڑت پہ جیرت سے آنکھیں پھاڑتے رہ گئے۔ اب ان کی نظر وہی میں عمران کے لئے تحسین کے آثار نہایاں ہو گئے تھے۔

"یہ کیا ہو رہا ہے؟" — اچانک ایک گرجوار آفاند سنائی دی۔ اور وہ سکر لئے ایک قومی ہنگل غیر ملکی نے آگئے بڑھ کر فرش سے لٹکتے ہوئے غیر ملکی کا ہاتھ رُوک لیا۔

"سنو مشر" — ہمیں جگدا نہیں ہو سکتا۔ درست میں اٹھا کر تمہیں باہر بھینک دمل گا" — آنے والے قومی ہنگل غیر ملکی

نے فرش سے اٹھنے والے غیر ملکی سے سخت بچے میں مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

"میں اسے مار داؤں گا۔ اس نے میری توہین کی ہے"

فرش سے اٹھتے ہوئے غیر ملکی نے بُری طرح چیختے ہوئے کہا۔

"دیرز" آنے والے قوی ہیکل غیر ملکی نے اچانک

چیختے ہوئے اور دگر دیکھ رہے ہوئے دیرز کو آواز دیتے ہوئے کہا۔ اور دیرز بجلی کی سی تیزی سے دہائی اٹھتے ہونے لگے۔

"مسڑ راجروان کے کمرے میں چھوڑ آؤ۔ اور سنو۔"

جب تک ان کا عضیہ ٹھنڈا نہ ہوا انہیں کمرے میں سی رہنا پاہتے ہے" قوی ہیکل غیر ملکی نے تکمانتہ انداز میں دیرز سے مخاطب ہو کر کہا۔

اور چار پاسخ دیرز حملہ آور غیر ملکی پر بھوکے عقابوں کی طرح

جھپٹ پڑنے سے حملہ آور غیر ملکی نے اپنے آپ کو ان کی گرفت

سے چھڑانے کی بے حد کوشش کی۔ لیکن دیرز بھی شاید ایسے

موقوں کے لئے خصوصی تربیت یافتہ نہیں۔ وہ اسی

چکتے ترتیب تھے اور گالیاں دیتے غیر ملکی کو اٹھاتے سیرھیاں

چکتے چلے گئے۔

"اڑے مسٹر۔ تم نیچے اتر جو۔" اچانک اس قوی

ہیکل غیر ملکی نے مرکر عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔ اس کے

چہرے پر شدید خصے کے آثار نہایاں تھے۔

"مم۔" مم۔ مگر دیرز نے کہا تھا کہ اونٹر پر بیٹھو۔

عمران نے بڑے خوف نہ مہست بچے میں ہکلاتے ہوئے کہا۔

”میں کہتا ہوں نیچے اتردیا۔— قومی ہیکل غیر ملکی نے غصے سے دھاٹتے ہوتے کہا۔

”اچھا اچھا۔— یار ناراض کیوں ہوتے ہو۔— اترتا ہوئے عمران نے بچے کو اور زیادہ خوف زدہ بنلتے ہوئے کہا۔ اور پھر اصل کر نیچے فرش پا آگیا۔

”گٹ آڈٹ۔“— اس کے نیچے اترتے ہی قومی ہیکل غیر ملکی نے حلق کے مل جنگتے ہوتے کہا۔

”یا۔— اتنے زور سے کیوں بچھ رہے ہو۔ خواہ مخواہ گلا خراب ہو جائے گا۔“— عمران نے بڑے فرم بچے میں کہا۔

”میں کہتا ہوں گٹ آڈٹ۔“— ورنہ دھکے مار کر نکال دوں گا۔ یہ شرفا کا ہوٹل ہے۔ تم جیسے احمدقوں کے لئے یہاں کوئی جگہ نہیں ہے۔“— غیر ملکی نے اور زیادہ غصہ دکھلتے ہوئے کہا۔

”اچھا بھائی اچھا۔— گلامت پھاڑ د۔ ورنہ مجھے سینا پڑے کتا۔ اور میرے پاس تو سوئی دھاگہ بھی نہیں ہے۔“— عمران نے کہا اور پھر وہ بڑے اطمینان سے قدم بڑھاتا ایک میز کی روپ بڑھتا چلا گیا جہاں دو غیر ملکی مرد اور ایک غیر ملکی عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ اور ایک کرسی خالی تھی۔

”اگر آپ اجازت دیں تو میں یہاں بیٹھو جاؤں۔“— عمران نے بڑے مہذب اندر از میں اجازت لیتے ہوئے کہا۔

”ادو بیٹھنے بیٹھنے۔“ غیر ملکی مردوں نے گھر لئے ہوتے ہجے میں کہا۔ اور عمران یوں تیزی سے کرسی پر بیٹھ گیا۔ جیسے اُسے ایک لمحے کی بھی دیکھ ہوئی تو کرسی ہوا میں اڈ جائے گی۔ رش کریہ شکریہ — مجھے علی عمران ایم ایم سی۔ ڈسی۔ میں سی (آکسن) کہتے ہیں۔“ عمران نے بیٹھتے ہی اپنا تعارف کرنا شروع کر دیا۔

”تمہیں میں نے کہا ہے باہر جاؤ۔“ پھر تمہیں کیسے جو آت ہوئی کہ تم یہاں آ کر بیٹھ گئے۔“ تو یہیکل غیر ملکی نے عمران کو وہاں بیٹھنے دیکھ کر دانت پستے ہوئے اس کے قریب آ کر کہا۔

”جناب۔“ میں ان معزز لوگوں کی اجازت سے یہاں بیٹھا ہوں۔“ کیوں جناب۔“ آپ نے اجازت دی ہے نا۔“ عمران نے بڑے مضموم سے ہجے میں ان غیر ملکی مردوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

”ہاں ہاں نیخبر۔“ انہیں بیٹھنے دیکھئے۔“ کوئی ایسی بات نہیں یہ کچھ نہیں کریں گے۔“ اچانک غیر ملکی عورت نے قوی ہیکل غیر ملکی سے جو یقیناً پوٹل کا نیجر تھا سے مخاطب ہو کر کہا۔

”مگر میں.....“ غیر ملکی نے کچھ کہنا چاہا۔“ میں کہہ رہی ہوں انہیں بیٹھنے دیکھئے۔“ کوئی شرارت

نہیں کہیں گے آپ جائیں ॥ — عورت نے اس بار سخت لہجے
میں جواب دیتے ہوئے کہا۔
”او۔ کے اور سنو مسٹر — مس کی وجہ سے میں
تمہیں باہر نہیں نکال رہا — لیکن اب تم نے شراحت کی تو
بھیجا کھوٹھی سے باہر نکال دوں گا ॥ — نیجر نے عمران
کو تنبیہ پڑتے ہوئے کہا۔
”شراحت — ارے تو بے پسخیر اودہ ساری چیزیں
تو بہ میری یادداشت — ارے ہاں نیجر صاحب — شراحت
تو میرے ڈیٹھی نے بھی آج تک نہیں کی سوائے شادی
کے۔ اور اس دن سے اپنی شراحت پر کچھ ایسے ہیں اور
میرا لیسا کوئی ارادہ نہیں ॥ — عمران نے ہکلا کئے ہوئے
انہاں میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

نیجر چند لمحے کھڑا غصے سے دانت پستار رہا۔ اور بھروسہ ایک
جھٹکے سے مڑا اور دلپس کا ونڈر کی طرف بڑھنے لگا۔ مگر
دوسرے لمحے وہ چینا ہوا منہ کے بل فرش پر جا گرا۔ نیچے گرتے
ہوئے اس کے ہاتھ سملئے تھے دالی میز پر پڑے اور میز نپر وکھی
ہوئی شراب اچھل کر اس کے گرد بیٹھے تو گوں پیجاگری — عمران
نے تھرفاً اتنا کیا تھا کہ نیجر کے مڑتے ہی شانک کو اس کے
پیروں میں اٹھا دیا تھا۔ اس کا چھروہ اور اوپر والے جسم
نے فراسی بھی حرکت نہ کی تھی۔ اس نئے کسی کو بھی اس کی
حرکت کا احساس تک نہ ہو سکا تھا۔

"اے اے ہوا کیا کوئی رقم نیچے گری ہوئی تھی۔
 پچ پچ تین بڑے ہوٹل کے فنجر اور گری ہوئی رقم اٹھانے کا یہ اندازہ عمران نے بڑے طنزیہ لہجے میں فنجر کے گرفتے پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا۔
 ادھر فنجر نیچے گرتے ہی غصے سے چختا ہوا اٹھا اور اس نے اٹھتے ہی پیٹ فکر عمران پر چھلانگ لگادی۔ مگر عمران پہلے سی اپنی کر سی چھوڑ چکا تھا۔ اس لئے فنجر اپنے ہی زور میں میز پر جاگرا۔ اور پھر میز کو ساتھ لئے وہ غیر ملکی مرد دل پر جاگرا۔ اور ان دونوں کی چیزوں کے ساتھ ساتھ غیر ملکی عورت نے بھی گھر کر چھینیں مارنی شروع کر دیں۔ ہال میں ایک ہنگامہ سابق پا ہو گیا۔
 "کمال ہے یار۔ تمہارے جسم میں سینگ تو قوت نہیں کبھی ادھر گرتے ہو کبھی ادھر گرتے ہو۔ بھائی سینگ دھلتے کراؤ درمہ ٹوٹ پھوٹ ہو گئی تو ساری عمر ریڑھی پر لعنتے گزوں جلتے گی۔ عمران نے بڑے مطمہن انداز میں ایک طرف کھڑے تبصرہ کرتے ہوئے کہا۔

"سن آف پچ ڈیم فول۔ اب میں دیکھتا ہوں کہ تم کیسے زندہ پچ کر جاتے ہو۔" فنجر نے بڑی مشکل سے لکھتے ہوئے کہا۔ غصے کی شدت سے اس کئے منہ سے جھاگ نکلنے لگی تھی۔ اور دوسرے لمحے اس نے جیسے سے رویا اور نکال لیا۔
 "اے پیش ڈائریکٹر انٹلی جنس۔ آپ یہاں کیسے۔" اچانک ایک لاٹکی کی بچیتی ہوئی آواز سنائی دی۔

یہ شہلا بھی جو شاید اندر داخل ہوئی تھی۔ اور پھر آجے بڑھتی ہی چلی آئی۔ اس نے میجر کی حالت اندر یا الور دیکھ کر شاید خاص طور پر اس عہدے کے کا نام لیا تھا۔

”ادہ—مس شہلا—آپ—اور میں کہہ نہیں—میں دیسے ہی یہاں چلتے پہنچنے آگئا تھا۔—عمران نے بڑے مطہر سے پہنچنے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔
شہلا کی ذہانت نے واقعی کام دکھادیا تھا۔ پیشل ڈائرنیکٹر انٹلی ٹینس کے الفاظ نے میجر پر جادو کا ساتھ کیا تھا۔ اس کا ریوال اور تھا ہے ہوتے ہاتھ اٹھا کا اٹھارہ گیا۔ اور وہ یوں کھڑا تھا جیسے جادو کی چھڑی سے کسی نے اس کو مجسمے میں تبدیل کر دیا ہو۔
”پیشل ڈائرنیکٹر انٹلی ٹینس“—میجر نے بڑا بڑا تھے ہونے کہا۔

”آپ کا خادم“—عمران نے باقاعدہ یعنے پر ہاتھ رکھ کر جھکتے ہوئے کہا۔ اور میجر کے چہرے کے تاثرات یک دم بدلتے چلے گئے۔ اس نے پھر تی سے ریوال اور والپس جبیں میں رکھ لیا۔ اس نے اپنے یہ نیا ٹھنڈے پر یک لخت تفابوپا لیا تھا۔ اور یہ اس کی کاریگاری کامیابی کا بتیں ثبوت تھا۔ وہ ہوشیں کا میجر تھا اور اس لحاظ سے پیشل ڈائرنیکٹر انٹلی ٹینس کے عہدے کی قدر تکمیلت کو اچھی طرح پہچانتا تھا۔ اُسے معلوم تھا کہ اگر یہ احمد سا ڈائرنیکٹر چلے ہے تو ایک سمح میں ہوشیں سیل ہو سکتا ہے۔
”آئی۔ ایم۔ سعدی سر۔ آپ نے پہلے اپنا تعارف ہی

نہیں کرایا۔ نیجہ نے کار دبار میں ہجے میں کہا۔ لیکن چہرے کے تاثرات نرم پڑ جاتے کے باوجود آنکھوں میں چھانی مہونی و خست سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ کتنی لاچاری۔ مجبوری اور بے بسی کے عالم میں اپنے آپ کو کنٹرول کئے ہوئے ہے۔

”اب تو ہو گیا۔ اب تو میرا پچھا چھوڑ دیہ ہوشی میں یا بھنگر طخانہ کوئی خیز نکال لیتا ہے کوئی روں والہ توہہ توہہ۔“ عمران نے بڑے بخشنہلاتے ہوئے انداز میں کہا اور دوبارہ کرسی پر یوں بیٹھ گیا جیسے کرسی پر بیٹھ کر نیجہ پر پہنچتا۔ احسان کر رہا ہوا۔ نیجہ تیزی سے واپس مٹا اور تیز تیز قدم اٹھا کا کوئی نظر کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

”عمران صاحب۔ آئیے۔ ادپ کمرے میں چلتے ہیں۔“ کرسی کے قریب کھڑی شہزادے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔ ”ادھ مس شہزاد۔ آپ کھڑی ہیں۔ ارے کھان ہے۔ یہاں کے رواج کا تمہیں علم تھی نہیں۔ یہاں کرسی خالی نہ ہو تو جا کر کاؤنٹر پر بیٹھ جاؤ۔“ عمران نے شہزاد سے مناطق ہو کر یوں کہا جیسے اُسے ہوشی کے آداب سمجھا رہا ہے۔ مگر وہ بیٹھا کمپسی پر پسی تھا۔

”اچھا۔ آپ ان لوگوں سے بتیں کریں۔ میں جا رہی ہوں۔“ شہزاد نے ملڑتے ہوئے کہا۔ اس کا انداز تھا کہ خشت تھا۔ جیسے اپنی توحیں پر غصہ آگیا۔ ہم

”اے اے — آپ تو نارا اھن ہو گیں — کمال ہے۔
آپ کھرے کی بات کر رہی میں۔ آپ کے ساتھ تو میں جنت میں غبی
جل نہ کر لئے تیار ہوں ॥ — عمران نے تیری سے کسی سے
اٹھ کر اس کے پیچے لپکتے ہوئے کہا۔

”شکریہ — شجانے کی بات ہے۔ آپ پر غصہ بھی آتی ہے
تو جلد ہی اتر جاتا ہے ॥ — شہلا نے مسکراتے ہوئے
جواب دیا۔

”پھسلن زیادہ ہو گی — اس لئے اتر جانے پر مجبور ہو گا ॥
عمران نے بڑے سخیدہ ہیجے میں کہا۔
اور شہلا کے حلق سے بے اختیار قہقہہ نکل گیا۔ اب وہ
دو نوں سیر ہیاں پڑھ کر اپنے جا رہے تھے۔

”اگر میں فوراً آپ کے اس جعلی عہدے کا اعلان نہ کری تو
اس پیچرے آپ کو خوبی مار دیتی تھی ॥ — شہلا نے مسکراتے
ہوئے کہا۔

”جعلی عہدہ — اے غفت خدا کا — آپ دوسری
شخصیت ہیں جو میرے اس عہدے نے کرتی ہیں کرتیں ॥
عمران نے متین بلکت ہوئے کہا۔
”دوسری شخصیت — اچھا تو پہلی کون ہے؟ — شہلا
نے پوچھتے ہوئے یوچھا۔

”وہ بھی ہے ایک احمد — انقلی چیز کا سپر ٹنڈٹنٹ بنا
پھرتا ہے فیاض ॥ — عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

اور شہلا اس کے فقرے میں جپپی ہوئی طنز پر بُجھی طرح بھینپ گئی۔

کیا بات ہے۔ بہاں کی انگلی جنس میں سب سی احمد بھرے ہوتے ہیں۔ شہلانے بھی تو کیا تو کی جواب میں کی کوشش کرتے ہوتے کہا۔

”ارے ارے یہ فقرہ میرے ڈیڈھی کے سامنے نہ کہہ دینا۔ ورنہ ان کا چنگیزی خون جلال میں آجائے گا۔“ عمران نے خوف زدہ لہجے میں کہا۔

”ڈیڈھی آپ کے ڈیڈھی تو کیا دھمکی انگلی جنس میں ہیں۔“ شہلانے چونکتے ہوئے کہا۔

”کمال ہے۔ وہ انگلی جنس میں کہاں سے آگئے۔ ان میں شامل ہے۔ وہ ڈائٹر کیٹر جزل ہیں کوئی پھٹک سپر فنڈنٹ نہیں۔“ عمران نے بڑا سامنہ بناتے ہوئے کہا۔

”اچھا اچھا۔ سوری آپ ناراض ہو گئے۔ ویسے ایک بات ہے۔ وہ فیاض صاحب تو واقعی عقل سے پیدا ہیں۔

”توڑی دیر ہلکے مل گئے۔ بس ہو گئے بے تکلف۔ اور وہ مجھے لے گئے ایک ہوٹل میں۔ اور پھر انہوں نے شراب کی بوتل ایک ہی سانس میں خالی کر دی۔ اور پھر بڑھک گئے۔“ شہلانے سڑھیاں حڑھتے ہوئے کہا۔

”دیری گدھ آپ تو پوری شاعرہ ہیں۔“ خوب خاصاً خوب صورت کلام ہے آپ کا۔“ عمران نے

تعریف کرتے ہوئے کہا۔

شاعری کیامطلب شہلانے حیران ہو کر کہا۔ وہ شاید عمران کی بات نہ سمجھ سکی تھی۔

"مل گئے بس ہو گئے بنتے تکلف لے گئے ہوش میں پھر لڑھکنے گئے نکتی خوب صورت اور محضی خیز نظم ہے بہت خوب" عمران نے باقاعدہ ثبوت دیتے ہوئے کہا اور شہلاب نے اختیار نفس پڑھی۔

اب وہ دوسرا منزل پہنچ چکتے۔ اور پھر شہلائی سے لئے ہوئے ایک کمرے کی طرف بڑھتی چلی گئی جس کا دروازہ بند تھا۔ شہلانے آگے بڑھ کر دروازے پر دستک دی۔

"پھاگ جاؤ کتنے کے بچو" درنہ گولی مار دوں گا۔ کہہ دیا ایک بار کہ اب میں ٹھیک ہوں۔ پھر آجلتے ہیں دروازہ بھلنے؟ اندھے سے کسی کے دھاٹتے کی آواز سنائی دی۔ اور عمران بے اختیار سر پر ما تھی بھر نے لگا۔ وہ آواز پہچان گیا تھا۔ یہ

اُسی غیر ملکی راجح کی آواز تھی جس نے عمران پر خجھ نکال لیا تھا۔ اور جسے نیجر نے زبدهستی کمرے میں بھجوایا تھا۔ اور عمران اس کے فتوتے کامطلب بھی سمجھ گیا تھا۔ کہ راجح نے دستک پر یہ سمجھا ہو گا کہ وہ دستک دے رہے ہیں۔

"راجح" بتھی کیا ہو گیا تھا۔ میں شہلاب ہوں اور میرے ساتھ ایک معزز مہجان ہستے۔ شہلاب نے حیرت پھرے لہجے میں کہا۔ اُسے چوں کہ اصل صورت حال کا علم ہی

نہ تھا۔ اس لئے اس کا حیرت نہ دہ ہونا بجا تھا۔

ادوہ شہلا تم کم ان یہ اند رستے
نا جر کی آواز سنائی دی۔ اس بارہ ہجہ نرم تھا۔ اور شہلا نے
در واڑے کو دھکیسا تو در واڑہ کھلتا چلا گیا۔ وہ اند رستے بنہ
نہ تھا۔

”آئیںے عمران صاحب“ شہلانے در واڑہ
کھول کر اند ر قدم رکھتے ہوتے مڑکے عمران سے کہا۔ اور عمران
بھیڑ جیسی معصوم صورت بناتے اس کے پیچے کھرنے میں داخل
ہو گیا۔

را جر کسی پر بیٹھا تھا اور سامنے میر پر شراب کی بوتل اور
جام رٹے ہوئے تھے۔ وہ شاید شراب نوشی کر کے
اپنا غصہ ختم اکر دےتا تھا۔

تم تم یہاں بھی آگئے۔ میں مہمیں گولی مار دوں
گا۔ راجر نے جسے ہی عمران کو اند ر آتے دیکھا وہ اچھل
کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے چہرے پر ایک بار پھر غیض و خنب کے
آثار منیاں ہو گئے تھے۔

”را جر“ کیا ہو گیا ہے تھیں کیا تم آڈٹ ہو گئے ہو۔
یہ ہمارے دوست ہیں علی عمران اور عمران صاحب پر
را جر ہیں میرے دوست۔ یہاں سیر و فرسخ کے لئے آئے ہوئے
ہیں۔ شہلانے کہا اور پھر راجر کا تعارف کرانے لگی۔
”میرے لئے تو آپ نے ہمارے کا لفظ استعمال کیا۔ اور

اور ابھر صاحب کے لئے صرف میرے کا دیہ تو گپتا ہے۔ میں اس پر احتجاج کر دی گا۔ — عمران نے مسکن سے بچتی میں کہا۔

ادہ ایسی کوئی بات نہیں۔ یہ تو میں نے روانی میں
کہہ دیا تھا۔ شہلائے خستے ہوئے کہا۔
ماجر کھڑا دانتوں سے ہونٹ کاٹ دیا تھا۔

”آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی راجہ صاحب ویسے
میں آپ کی خبر نہیں کی مہارست کا دل سے تھاں ہو گیا ہوں ۴
عمران نے آنے بڑھ کر بتا عذر مصلخ کے لئے بڑھا تے
ہونے کہا۔

”تھینک یو“ — راجہ نے نیم دلی سے مسکلتے ہوئے کہا۔ وہ اس وقت تک اپنے خصے پر قابو پا چکا تھا۔ یہ خنزرنی کی کیسا بات ہوتی ہے — شہزادے نے ہیرت سے آنکھیں بچاؤتے ہوئے کہا۔ ”دراصل حکومتی دیر پہنچیں نیچ کافر پر بیٹھاں شراب یعنی رہا تھا کہ یہ صاحب آتے اور آکر کافر پر حرب کر بیٹھ جائے یعنی اس بعد تیزی پر مجھے قصر آگیا۔ اور تم ہم پس میں اٹھ جوڑے — اس کے بعد میں یہاں کمرے میں آگیا۔ راجہ نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر اب مسکراہٹ بھتی — اس نے اپنے خصے پر کامل طور پر قابو پیدا کیا تھا۔

"اچھا اچھا" — تو یہ بات ہے میں بھی کہوں کہ آپ اتنے غصے میں کیوں ہیں — بہر حال اس بات کو ذہن سے نکال دیجئے" — شہزادے بھی منستے ہوئے کہا۔

"میں نے تو نکال دیا تھا۔ لیکن آپ کی وجہ سے پھر داخل ہونا پڑا" — عمران نے بڑے معصوم سے بچھ میں کہا۔

"کیا مطلب" — شہزادے پوچھتے ہوئے کہا۔

"مطلب پوچھنے کی بیماری تو اب وبا فی صورت اختیار کرتی جا رہی ہے۔ بہر حال مطلب یہ کہ راجح صاحب کو مل سے نکال دیا گیا" — لیکن اب مجھے ان کے کمرے میں داخل ہونا پڑا یعنی داخل خارج برابر" — عمران نے اس طرح جواب دیا ہیسے حساب کا سوال حل کر رہا ہو۔

"ان کا مکمل تعارف تم نے نہیں کرایا" — راجھے بڑا سامنہ بنلتے ہوئے شہزادے سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یہ لے چارہ میرا تعارف کیا جائے" — میں خود کردا دیتا ہوں۔ بلکہ لکھ دیتا ہوں — آپ پنسل کاغذ سنبھالیں اور لکھیں اٹھائیں نہیں نہیں پسل کاغذ" — عمران نے ادھر ادھر دلختے ہوئے کہا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ پنسل کاغذ تلاش کر رہا ہوا۔

"فرماتیے فرمائیے" — لکھ بھی لیں گے۔ اگر لکھنے کے قابل ہوا تو" — راجھے کہا۔

"ادھ اچھا اچھا" — میں سمجھ گیا — یعنی لکھنا آپ

کے لئے پر ابلیم ہے کوئی بات نہیں۔ اب بھی وقت نہیں گیا۔

آپ تعلیم بالغان کے کسی سفر میں داخلہ لے لیں گے۔ پڑھنا سیکھ جائیں گے۔ عمران نے بڑے سادہ ادرو ہمدردانہ انداز میں مشورہ دیتے ہوئے کہا۔

”عمران صاحب آپ اپنا تعارف کرا رہے تھے۔“
شہل نے مسکرا تھے ہوئے کہا۔

”اے ہاں تعارف تو پھر ہو جائے تعارف تو دوستو کان کھول کر پورے کھول کر ایسے کھول کر جسے بند کھڑکیاں کھوئی جاتی ہیں۔ اگر آپ سے نہ کھل سکیں تو کسی مستری کو بلوالیں۔“ عمران کی دو ایک بار پھر پیٹھی تھی۔

”اجی دو تعارف شہل نے اُسے ایک بار پھر ٹوکتے ہوئے کہا۔

”ہاں ہاں تو میر انام کے چیزوں جیوں نام میں کیا رکھا ہے۔ آپ کے ملک کے ڈرامہ نگاہ شکریہ نے کہا ہے کہ نام میں کیا رکھا ہے۔ اگر گلاب کے پھول کا نام گلاب نہ ہوتا تو کیا اس کی خوشبوختی ہو جاتی۔“ بات تو درست ٹکتی ہے لیکن جناب یہ بھی تو موچئے اگر گلاب کے پھول کا نام گو جھی کا پھول دکھ دیا جاتا تو پھر لوگ اُسے سو بیٹھنے کی بجائے پکانا شروع کر دیتے۔ جن بخوبی تو کہتا ہے۔ نام ہی سب نکھلے ہے۔ اگر آپ کا نام عاقل فاضل ہے تو یقیناً آپ جاہل مطلق ہوں گے۔

اور اگر آپ کا نام نہیں سمجھہ ہو گا تو پھر آپ کے انہی ہنسنے میں
کوئی بستک نہیں ہو سکتا۔ اگر آپ...." — عمران
نے باقاعدہ مسائلیں دینی شروع کر دیں۔
"کیا بکواسی ہے — شہلا کیا تم میرا وقت ضائع
کرنے کے لئے اس اخْمَقَ کو یہاں بُکْٹِ لالی ہوتے — راجر کا پیمانہ
صبر برپیہ ہو چکا تھا۔ اس لئے وہ حیث پڑا۔
"عمران صاحب — پلیز — سخیدگی اختیار کریں۔ راجر
بے حد سخیدہ آدمی ہے۔ اسے وقت کا بڑا احساس رہتا ہے
شہلا نے عمران سے مخالف طب ہو کر کہا۔
وقت کا احساس اپنی چیز ہے۔ دانشور کہتے ہیں وقت ایک
چکر ہے۔ سرکل ہے۔ اور جب اس سرکل کو توڑ دیا جائے تو
پھر یہ ڈیکھ سرکل بن جاتا ہے" — عمران نے بڑے معصوم
سے لمحے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ لیکن اس کی تیز نظریں ڈیکھ
سرکل کے الفاظ کہتے ہوئے شہلا اور راجر کے چہرے پر جھی ہوئی
تھیں۔
"پھر وہی بکواسی" — راجنے چوڑک کہ پنجھی مصنوعی
غصہ پیدا کرتے ہوئے کہا۔ لیکن عمران کی نظر وہ سے ان دلوں
کی اسکھوں میں ڈیکھ سرکل کے الفاظ سننے پر ظاہر ہونے والے
تاثرات چھپے نہ رہ سکے — ادراستی مقصد کے لئے تو اس
نے جان پوچھ کر یہ الفاظ ادا کئے تھے۔
"کمال ہے" — آپ موت کے اس سرکل یعنی ڈیکھ سرکل

کو بکواس کہہ دے ہے میں۔ جب کہ موت اٹھ حقیقت ہے ہے۔ یہ اور بات ہے کہ کچھ لوگ اس حکمر میں دوسروں کو پہنچانا چاہتے ہیں۔ اور کچھ خود ہی پہنچ جاتے ہیں۔ عمران نے طفیلانہ انداز میں سرملائیج ہوئے کہا۔

"عمران صاحب۔ یہ آپ نے کیا ڈیکھ سرکل کی رٹ شروع کر دی ہے۔ آخر اس کا مطلب کیا ہے۔" اس بار شہزاد نے بھی سخت لمحے میں کہا۔

"پھر وہی مطلب۔ اس بار تو مطلب مجھے بھی نہیں آتا۔ اچھا دوست تو پھر تعارف ہو جائے۔ میرا نام حقیر فقیر پرتفقیر پرخ مدان۔ بنده نادان۔ جس کا باور چھ سلیمان۔ جس کا باپ سرمدھان۔ اور جس کا باشی سرسلطان۔ جس کے پاس نہیں کوئی سلامان۔ اس بنده نادان۔ بے روح اور بے جان۔ ارے ارے۔ یہ تو غلط ہو گیا۔ بار عرض اور باجان ہونا چاہیئے کا نام ملی عمران۔ ایم۔ ایس۔ سی۔ ڈی۔ سائیس۔ سی (R.A.Khan) ہے۔" عمران نے بڑی تفصیل کے ساتھ اپنا تعارف کر اتے ہوئے کہا۔

"ایم۔ ایس۔ سی۔ ڈی۔ سی۔ ایس۔ سی (R.A.Khan) ڈے۔" راجرا در شہزاد نے بیک وقت بڑھاتے ہوئے کہا۔ ان دونوں کے پھرروں پر اس کی ذکریاں سن کر حیرت کے تاثرات چھائے کئے۔

"ایک اور ذکری بھی ہے۔ مگر میں اسے ہمیشہ بوقت میں بنہ

رکھتا ہوں۔ یہ دُگری بڑی سخت ہے۔ اس دُگری کے چار قطعے
بھی کسی کو پلا دیتے جاتیں تو پھر وہ بندہ ہے دام۔ غلام ابن علام
ہو جاتا ہے اور اس دُگری کو ایم۔ زید کہتے ہیں ॥
عمران نے بڑے پر اسرار انداز میں ایم۔ زید کے الفاظ ادا کرتے
ہوئے کہا۔

اس بار شہلا اور راجر پر ان الفاظ کا نسب دست رد عمل
ہوا۔ راجر تو بے اختیار اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ دوسرا سمجھے
اس نے انتہائی پھر تی سے سایلنس فرنگار یو اوز نکال لیا۔ شہلا
بھی اٹھ کر تیزی سے ایک طرف ہٹتی چلی گئی۔ اس کے
چہرے پر بھی شدید خوف اور حیرت کے آثار ابھر لئے تھے۔

”بتاؤ— یہ تم نے ایم زید کے بارے میں کہاں سے معلومات حاصل کی ہیں۔ بتاؤ— ورنہ گولی مار دیں گا“ راجر نے حلق کے بل پر جنتے ہوئے کہا۔

”راجر— یہ فیاض کا ساتھی ہے۔ اور سنو— میں نے فیاض کو شریپ کر لیا تھا۔ میں نے اس کے دفتر میں موجود فائل بھی دیکھ لی ہے۔ اس میں ایم۔ زید کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ وہ سطحی سی اطلاع ہے جو برو طانیہ سیکرٹ سروس نے ستر کارنی طور پر دی ہے۔ فیاض نے سارا کام اس آدمی کے ذمہ لکھا دیا ہے۔ میں تمہارے ساتھ بات کرنے کے لئے یہاں آئی تو ہمال میں یہ نظر آگیا۔ چنانچہ میں اسے یہاں لے آئی ہوں“ شہزادے جلدی پورٹ دیتے ہوئے کہا۔

اودہ میکن لے سے میرے متعلق کس نے اطلاع دی۔ کہ میں
ڈیکھ سرکل سے شلک ہوں اور پھر ایم زیڈ بوتل
اور چار قطرے اس کا مطلب ہے یہ احمد ضرورت سے کچھ
زیادہ ہی جانتا ہے راجرنے غصے سے داشت پیشے
ہوئے کہا۔

"اگر یہ جانتا ہی ہے تو اسے مزید جاننے کے لئے مہلت نہیں
ملنی چاہیے" شہزادے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔ دوسرے
لمحے اس نے بھی بلاوز سے ایک چھوٹا سا پستول بہ آمد کر لیا۔
مگر عمران ان دونوں کے درمیان کرسی پر یوں الہمیتائی سے
بیٹھا ہوا تھا یہ اسلوچنہ پلاسٹک کا بنایا ہوا ہو اور ادالے
ان سے کوئی خطرہ نہ ہو۔

"بھی" بھی تو میں نے آدھا تعارف ہی کرایا ہے کہ تم
دونوں گھبرا گئے ہو ناراضی چھوڑو۔ باقی تعارف نہیں
کر سکتا۔ اتنا ہی کافی ہے" عمران نے کہا۔ دیسے دہ دل
ہی دل میں اپنی خوش قسمتی پر ہنس رہا تھا کہ قسمت نے خود بخود
اُسے اصل مجرم سے نکرا دیا ہے اب یہ بات بھی یقینی ہو
جئی ہتھی کہ اس ادھیر عمر غیر ملکی انحصار نے بھی اسی راجر کو ہی فوں
کیا ہو گا۔

"شٹ اپ سنو جو کچھ تم ڈیکھ سرکل کے بارے
میں جانتے ہو سب کچھ پسخ پسخ بتا دو۔ اس طرح شاید میں تھاہی
جان بخش دینے پر عنزہ کر دو" راجرنے انہی سخت

بیجس کہا۔

ہڈی تھا سرکل — ارے کے کیا کہہ دے ہے ہو۔ کس خوف ناک سرکل کا نام لے رہے ہو — قریں بھائی — مجھے مرنے کا فی الحال کوئی شوق نہیں۔ ایسی تو میں نے میں شہلا سے طوفانی قسم کا عشق کرنا ہے۔ تم ابھی سے ڈریں کا نام لے رہے ہو ہے عمران نے بٹے خوف زد مسہبے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”میرا خیال ہے راجہ — اسے زیادہ ڈھیل دیتا پنے سا کھ نیادتی ہے۔ جو کچھ یہ حالت کے اسے اپنے سا کھ قریں لے جانا چل ہے یہ شہلا نے سخت لمحے میں کہا اور دوسرا نجع اس نے تریکھ پا انکھی کی گرفت سخت کر دی۔

”ٹھہر و شہلا — جلد ہی مت کرد۔ درہ اس کی لاشن یہاں سے لے جانا مسلک بن چلے گی — ہم اسے یہاں سے لے جا کر کسی سفان جگہ پر قتل کریں گے یہ — اچانک راجہ نے ڈیچ زبان میں شہلا سے مخاطب ہو کر کہا اور شہلا نے سر ٹلا دیا۔

راجہ نے شایہ یہ سمجھا تھا کہ یہ پاکشیا میں رہنے والا احمد سا آدمی بھلا ڈیچ زبان کیسے جانتا ہو گا — اب اسے کیا معلوم کہ عمران ڈیچ زبان اس طرح بولتا اور سمجھتا تھا جیسے ڈیچ اس کی مادری زبان ہو۔ لیکن عمران نے جان بوجھ کر اپنا پھر بنتے تاثر ہی رکھا۔

"بھئی" — یہ کون سی زبان میں تم دنوں نے باتیں شروع کر دیں۔ اچھے بھلے سیدھی سادھی انٹریشنل زبان میں گفتگو ہو رہی تھی پھر یہ پڑھی کیوں بدل ڈالی" — عمران نے بڑے معصوم سے لمحے میں کہا۔

"تم کھڑے ہو جاؤ" — ہور دیوار کی طرف منہ کر لو۔ خبردار اگر غلط حرکت کی تو گولی مار دوں گا" — راجہ نے اسے دانتے ہوئے کہا۔

"واہ واہ" — دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑا ہونا کوئی صحیح حرکت ہے۔ بلکہ یہ تو سر سے کوئی حرکت سی نہیں" —

عمران نے پُر زدہ انداز میں احتجاج کرتے ہوئے کہا۔

"میں کہتا ہوں اٹھو" — درنہ گولی مار دوں گا" — راجہ نے کہا۔

"گولی" — اچھا بے شک مار دو۔ میں اٹھا کر کھالوں گا۔
یکس گولی مٹھی ہونی چاہئے کٹ دی گولی کھانے سے مجھے الرجی ہو جاتی ہے" — عمران نے بڑے سطہ میں کہا۔ مگر دوسرا سے لمحے دو لوں خوف زدہ انداز میں اچھل کر کرسی سے نیچے گرا۔ جیسے کوئی بچہ اچانک اپنے اوپر جھککلی گر جانے سے ڈر کر گرتا ہے۔ کیوں کہ عمران کا فتحہ ختم ہوتے ہی راجہ نے ٹرکر دبادیا تھا۔ اور بلکی سی شخص کے ساتھ ہی گولی عمران کے کان تکے پاس سے گزرا کر پھسلی دیوار سے جائکرائی تھی۔

"کھڑے ہو جاؤ" — درنہ اس بار گولی سینے میں گھس جلتے گی" —

راجنے سخت ہیتے میں کہا۔

اور عمران ایک حصے سے انہ کے کھڑا ہو گیا۔ وہ یوں اٹشن کھڑا تھا جیسے پریڈ کرتے ہوئے کسی بڑے افسر کو سلامی دے رہا ہوا۔

"دیوار کی طرف منہ کرو۔ جلدی" — راجنے قریب آتے ہوئے کہا۔

اور عمران فوجی انداز میں ابادٹ ٹرن ہوا۔ اور یہر ما پر حکم سے انداز میں قدم اٹھاتا سایہ کی دیوار کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ راجنے اس کی پشت پر رک کر ایک بارہ سے بڑی پھر تی اور مہارت سے اس کی جیبوں کی تلاشی لے لی۔ لیکن عمران کی جیب میں کچھ ہوتا تو اسے ملتا۔

"پھیک ہے۔ سیدھے ہو جاؤ" — راجنے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا۔ اور عمران اُسی طرح کھڑے کھڑے دوبارہ ابادٹ ٹرن ہو گیا۔

"سنو۔ اب تم یہاں سے ہمارے ساتھ باہر چلو گے۔ اس طرح جیسے دوستوں کے ساتھ جا رہے ہو۔ اگر کہتم نے شور مچلنے یا کسی تو اشارہ کرنے کی کوشش کی تو وہیں ڈھیر کر دوں گا۔" — راجنے عمران کو ہمایات دیتے ہوئے کہا۔

"باہر گر کہاں۔" — کہا فلم دکھنے کا ارادہ ہے۔ اگر ایسی بات ہے تو پھر تم کباب میں بڑی کیوں بنتے ہو۔ میں اور شہلا ہی کافی ہیں" — عمران نے بڑے منظہن ہجھے میں کہا۔

”بکواس مت کر دیا۔ راجمنے پیختے ہوئے کہا۔ اور پھر اُسے ریو الور سے دروازے کی طرف چلنے کے لئے کہا۔
 ”یا میر تم تو بات بات پیچھے پڑتے ہو۔ تھہارے گھنی میں بھی سائیلنس فٹ کرنا پڑے گا۔ درنہ میں تو تھہاری چخیں سن سکر بھرہ ہو جاؤ گا۔“ عمران نے بُرا اسمانہ بنلاتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ دروازے کی طرف مر گیا۔ راجمنے اس کے مڑتے ہی تیزی سے ریو الور کوٹ کی جیب میں ڈالا۔ اور پھر وہ عمران سے ایک قدم پیچھے چل پڑا۔ شہلا نے بھی پستول والپس اپنے بلادز میں چھایا اور وہ بھی باہر نکل آئی۔

عمران نے باہر نکلتے سی ایک طرف سے جولیا کو ایسی طرف آتے دیکھا۔ جولیا کے انداز سے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ بھی کسی کمرے سے نکل کر سیڑھیوں کی طرف آ رہی ہو۔ عمران اُسی طرح لاپرواہی سے آگے بڑھتا چلا گیا۔ شہلا اور راجرس کے دائیں بائیں حل رہے تھے۔ ان کا انداز تباہ کر دیتی طور پر بے حد چوکتا ہیں۔ جولیا بھی چہرے پر کوئی تاثر پیدا کرنے بغیر تیزی سے ان کے قریب سے گزدی اور پھران سے آگے سیڑھیاں اترتی چلی گئی۔

”ایک بار پھر کہہ دیا ہوں کہ کوئی غلط حکمت مت کرنا۔ درنہ میں ایک لمحہ بھی توقف نہیں کر دیں گا۔“ راجمنے سر گوشیانہ انداز میں عمران سے کہا اور عمران نے یوں سر ملا، یا جیسے اُسے اس بات کی پوری طرح سمجھ آگئی ہو۔

سیڑھیاں اتے کر دہ مال میڑ پہنچے اور پھر تیر تیز قدم اٹھاتے
میں گھٹ سے باہر نکلتے چلے گئے۔ اب راجرا در شہلا کو
کیا پتہ کہ عمران تو خود ہی چاہتا تھا کہ اس بھرے پرے ہو ٹولی سے
باہر نکلا جائے۔ ورنہ ظاہر ہے وہ بے چارنے عمران کو
غلط حرکت کرنے سے روکنے پر کسے قادر ہو سکتے تھے۔
”میری کار ادھر موجود ہے۔“ شہلا نے باہر نکلتے ہی
کہا۔ اور پھر راجہ نے عمران کو اس کار کی طرف بڑھنے کے لئے
کہا۔

چند لمحوں بعد وہ شہلا کی کار کے قریب پہنچ گئے۔ اور راجہ
عمران تمیت پھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ جب کہ شہلا نے فرائیونگ
سیٹ سنبھال لی۔

”ساحل سمندر پر چلو۔“ دیران علاقے میں۔“ راجہ نے
ایک بار پھر ڈیج زبان میں کہا۔ اور شہلا نے سر بلاتے ہوئے کار
آگے بڑھا دی۔ عمران نے کار میں بیٹھتے ہی سیٹ سے سر
مکا دیا تھا اور دوسرے لمحے اس کی آنکھیں بند ہو گئیں جیسے اسے
ذمہ دست نہیں آ رہی ہو۔ اور پھر اس کے خراویں کے ہیکے
ہیکے ساتھ بجا شروع ہو گئے۔

”یہ تو سو گیا۔“ عجیب احمق آدمی ہے۔ اسے خطرے کا
احساس نہیں۔“ شہلا نے بیک مرد میں عمران کی
حالت دیکھتے ہوئے ڈیج زبان میں کہا۔
”سو نے دو۔“ اس طرح یہ بجارتہ کام آسان کر رہا ہے۔

یکن اسے ایم۔ زیڈ کے بارے میں کسیے علم ہوا۔ اور پھر بوتل اور قطرے اور اس کے ساتھ ہی ٹرنکورا ہوٹل میں اس کی موجودگی مجھے حالات توقع سے کہیں زیادہ سیریس محسوس ہو رہے ہیں۔ راجرنے ڈر زبان میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”میں خود اس کی معلومات پر حیران ہوں۔ حالانکہ اسے یہ کیس فیاض نے دیا ہے۔ اور اُسے میں نے اچھی طرح کھنگالا ہے۔ وہ آگرہ ایم۔ زیڈ کے بارے میں کچھ جانتا ہوتا تو اگلی دن تباہ کرنے جواب دیا۔“
”مگر تم اسے میرے کمرے میں کیوں لے آئی تھیں؟“
راجرنے کہا۔

”در اصل میں اسے صرف تھیں دکھانے کے لئے آئی تھی۔ تاکہ تم اس کی طاس پ سمجھو جاؤ۔“ میں نے اس کی رہائش گاہ کا بھی سپتہ چلا لیا تھا۔ یکن یہ تو اچھا ہوا کہ یہ خود ہی کھل گیا۔“
شہزادے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔“ اب میں وکھتا ہوں کہ یہ مزید کسیے نہیں کھلتا۔ میں اس کی پیمان توڑوں والوں گا۔ اسے سب کچھ انکناپٹے گا۔“ راجرنے داشت پیتے ہوئے کہا۔ اور شہزادے نے سر پلا دیا۔ وہ راجر کے متعلق اچھی طرح جانتی تھی کہ وہ کیسا آدمی ہے۔ دشمنوں کے لئے وہ قطعی طور پر بے رحم ثابت ہوتا تھا۔ اور وہ تصور ہی تصور میں اس احمد نوجوان کے جسم کو قیمه ہوتے

دیکھ رہی تھی۔

کاراب شہر سے نکل کر ساحل سمندر کی طرف جانے والی سڑک پر تقریباً اٹھتی ہوئی حارسی تھی۔ شہلانے بیک ہر روز تعقوب کا بھی اندازہ لگانے کی کوشش کی۔ لیکن ترک پر آکاد کا گاڑیاں آجارتی ہی تھیں کوئی مشکوک گاڑی اُسے نظر نہ آئی۔ عمران بدستور خراٹے لے رہا تھا۔ جب کہ راجر بڑے چونکنے انداز میں ریوا اور سبھلے لے عمران کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی نظریں عمران پر گردی ہوتی تھیں۔

ساحل سمندر پر تھے تک کار میں خاموشی طالہ ہی رہی۔ اور پھر کار شہلانے اس علاقے کی طرف موڑ دی جدھر صرف ریت ہی ریت تھی۔ تقریباً دس ہفت تک مسلسل ریت میں گاڑی چلانے کے بعد وہ ایسی ہلگہ پہنچ گئے جہاں دور دور تک سوا کے ریت کے ٹیلوں کے اور پچھنچ نظر نہ آ رہا تھا۔

"بس۔" ٹھیک ہے۔ یہاں گاڑی روک دو۔" راجر نے شہل سے مخاطب ہو کر کہا اور شہلانے بے بیک مار یعنی اپانک گاڑی کو جھینکا لگنے سے عمران نے آنکھیں کھول دیں۔

"اچھا۔" سینماہال آگیا۔ بہت خوب۔ مگر یہ تو کوئی صحرا کی فلم ہے۔ یہاں کہاں آپھنسے مم۔ یا کوئی بعثانی کی فلم دیکھنی تھی؟" عمران نے آنکھیں چھاڑ بھاڑ کر ادھر دیکھنے کوئے کہا۔

حیرانی کی لمحے راجر دروازہ کھول کر نیچے اتر اور دوسرے

لئے اس نے عمران کا بازو پکڑ کر اُسے زور دار جھکھلا دیتے ہوئے باہر کی طرف
کھینچی اور عمران یوں اچھل کر بامرنگل آیا جیسے وہ خود اسی انتظار میں ہو
کہ کوئی اگر اُسے باہر کی طرف کھینچے۔

باہر نکلتے ہی راجر نے ریو اور جیب میں رکھا اور دوسرے لمحے
وہ عمران پر بھونکے درندے کی طرح جھپٹ پڑا۔ مگر عمران نے
جھکھائی دے کر اپنے آپ کو اس کے جملے سے بچایا۔ اور پھر وہ تیزی
سے کار کی دوسری طرف بھاگتا چلا گیا۔

”اُسے اُسے بچاؤ یہ تو آدم خور معلوم ہوتا ہے“

عمران کا انداز خوف زدہ پیچے جیسا تھا۔

”کھڑرو نجردار“ اچانک شہلا نے کہا اور اُسی لمحے
اس نے عمران پر گولی پلا دی۔ وہ بھی اپنا پستول دوبارہ برآمد کر چکی
بھتی۔ مگر اس کی گولی کار کی چھت پر لگ کر ہپسلتی ہوئی ریت میں
دفن ہو گئی۔ عمران پڑھی پھرتی سے کار کی آڑ میں دبک گیا تھا۔

راجر چھتا ہوا عمران کے پیچھے بھاگا۔ اس نے بھی پھرتی سے جیب
سے ریو اور نکال لیا تھا۔ اس کا چہرہ غصے سے آگ بنایا ہوا تھا۔
اور پھر جیسے ہی وہ کار کی دوسری طرف پہنچا۔ وہ ٹھٹھک کر رک گیا۔
عمران غائب تھا۔

”اُسے یہ کہاں گیا“ راجر نے حیرت سے پیچ کر کہا۔
کیوں کہ کار کی دوسری طرف شہلا موجود تھی اور اس طرف راجر۔ مگر
عمران غائب ہو چکا تھا۔ اور اُسی لمحے اُسے عمران کے بوٹ
کار کے پیچے نظر آئی۔

"یہ کارکے نیچے موجود ہے" — راجر نے چھتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے عمران کے پیروں پر گولی چلا دی۔ مگر یہ گولی بھی ضائع چلی گئی — کیوں کہ عمران کے دوٹ ایک لمحہ پہلے کار کے اندر غائب ہو چکے تھے اور اُسی لمحے شہزادی جنگ سنافی دی وہ ایک دھماکے سے نیچے گردی تھی — اور راجر اس کی جنگ سنتے ہی تیزی سے بجا گتا ہوا کار کی دوسری طرف آیا۔ مگر یہاں بھی عمران موجود نہ تھا۔ جب کہ شہزادا اب نیچے گرد کر اٹھ رہی تھی۔

"اے" — میرا پستول — شہزادے اٹھ کر چھتے ہوئے کہا۔ اور پھر اس سے پہلے کہ وہ دوفوں سنبھلتے اچانک ایک پلکا سا دھماکہ ہوا۔ اور راجر جنگ مار کر اچھل پڑا۔ اس کے باہم سے ریو اور نیکل کر — ریت میں جاگر آتھا۔ گولی کا وہی دوسری طرف سے چلا گئی تھی — اور راجر اور شہزادا چونکہ کرمٹے تو عمران بڑے مردمیں انداز میں شہزادا کا پستول پکڑے اور کار کی چھت پر کھینیاں لٹکائے کھڑا آتھا۔

"مجاہل ہے" — یہ قو اصلی پستول ہے۔ میں سمجھا تھا پلاسٹک کا ہے" — عمران کے لیے میں بے بناء حیرت کی جھکیاں نہیاں تھیں۔ وہ اس طرح پستول کو دیکھ رہا تھا جیسے اسے اب بھی یقین نہ آ رہا تھا کہ یہ اصلی ہے۔

راجہ نے اسے پستول کی طرف متوجہ دیکھ کر اپنے روپاوز کی طرف چھلانگ لگا فی — مگر عمران نے بھلی کی سی پھرتی سے پستول سیدھا کیا اور دوسرے لمحے گولی بھاگتے ہوئے راجر کی دوفوں

ٹانگوں کے درمیان سے گزر کر ریت پر پڑے ہوئے ریوالوں کے
دستے پر پڑی اور ریوالوں اچھل کر دور جا گرا۔
شہلا اب ایک لمحے تو مٹھنکے ہوئے انداز میں کھڑی رہی۔ مگر
دو سکھ لمحے وہ تیزی سینچے گئی۔ اور پھر اس سے ہلے کر
عمران اس کی اس حرکت کا مقصد سمجھتا۔ شہلا ایک بار پھر اچھل کر کھڑی
ہوئی اور پھر عمران کے چہرے اور آنکھوں پر ریت کی بوچھاڑ پڑی۔
شہلا نے ریت انگرذ باغثت کا منظاہرہ کیا تھا۔ اس نے ریت
کی مٹھی بھر کر عمران کی آنکھوں پر مار دی تھی اور عمران اس اچانک
اور غیر متوقع حربے کے سامنے بے بس ہو گیا۔ ریت آنکھوں
میں پڑتے ہی وہ اچھل کر پیچھے ٹھا اور پستول اس کے ہاتھوں سے
گر پڑا۔ اور وہ تیزی سے اپنی آنکھیں ملنے لگا۔ اُسے یوں
محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ بالکل سی انہا ہو گیا ہو۔ اس نے تیزی
سے اپنے دلوں ہاتھوں سے آنکھوں کو رکھا اور پھر تیزی سے
آنکھیں آنکھوں دیں۔ یہیں تکی سی دھند کے علاوہ اُسے اور
یکھ نظر نہ آ رہا تھا۔ یہیں اسی دھند میں اس نے راجر کا اٹھتا ہوا ہاتھ
دنکھا یا۔ اور دوسرے لمحے وہ نیچے عنوطہ لکھا گیا۔ اور راجر کے
ریوالوں سے نکلنے والی گولی اس کے بالوں کو چھوٹی ہوئی گزر گئی۔ عمران
بھلی کی تیزی سے آنکھیں مل رہا تھا۔ یہیں آنکھوں سے بہنے
والا پانی ہاشمار کی صورت اختیار کر گیا تھا۔ ریت نے اس کی آنکھوں
کو خاصانڈھی کر دیا تھا۔

اب تم بخ کر نہیں جاسکتے ॥ اپنکت راجر کی چھنپی ہوئی

آواز سنائی دی۔ اور دوسرے لمجھ کوئی چلنے کی آواز سنائی دی۔ عمران نے یہی سمجھا کہ کوئی اس کے جسم میں ترازو ہو جائے گی لیکن کوئی چلنے کے ساتھ ہی راجر کی جنخ سنائی دی۔ اور عمران نے چونک کر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا شروع کر دیا۔ وہ کار سے چند فٹ کے فاصلے پر بیٹھا ہوا آنکھیں مل رہا تھا۔

"بھاگو۔" اس کے ساتھی آتھے ہی۔ اچانک راجر کی آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی ترڑا ترڑ گولیاں برسنی شروع ہو گیں۔

یہ آواز عمران کی پشت کی طرف سے خالصے فاصلے پر سے ۲ ہی تھی۔ اور اُسی لمجھ عمران کو دوسری طرف سے کار کے دروازے کھلتے سنائی دیتے۔ عمران کی آنکھوں کے سامنے ابھی ہاپ دھنڈ پھیلی ہوئی تھی۔ ریست نے واقعی تقریباً اندرھا ہی کر دیا تھا۔ اور پھر کار تیزی سے مرتقی محسوس کی۔ اور دوسرے لمجھ عمران نے وہیں بیٹھے بیٹھے چھلانگ لگائی۔ اور تقریباً پانچ چھفت دو رجاء کر۔ یہ اس کی چھٹی حس تھی جس نے اُسے آخری لمجھ میں بجا لایا تھا۔ ورنہ راجر نے کار موڑ کر عمران کو کار سے کھلنے کی آخری کوشش کی تھی۔ اور کار کے پہلوں کے مرتے اور آواز سے ہی عمران ان کا مقصد سمجھ گیا تھا۔ کار شامیں کی آواز سے اس کے قریب سے گزرتی چلی گئی۔ اُسی لمجھ ترڑا ترڑ کی آوازیں ایک بار پھر گوئیں۔ لیکن کار آگے بڑھتی ہی چلی گئی۔ اور اُسی لمجھ عمران اکٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اب اُسے

پچھے کچھ نظر آنے لگ گیا تھا۔ لیکن آنکھوں میں ابھی تک شدید مردیں
لئی ہوتی تھیں۔

وہ فائرنگ کے انداز سے ہی سمجھ گیا تھا کہ یہ فائرنگ جو لیا
نے کی ہے ۔ اور پھر جنہے لمبوں بعد ایک ٹیکے کی آڑ سے جو لیا
بھاگتی ہوتی عمران کی طرف آئی۔

شکر ہے ۔ تم پنج گئے ۔ اگر میں اچانک فائرنہ کرنی
تو اس بار وہ یقیناً تمہیں نشانہ بنالیتا۔ ۔ جو لیلنے قریب ۲
کمر کہا۔

”متنے خواہ مخواہ بکھلف کیا ۔ مرتے دینا تھا۔ حکم از حکم تنوریہ
تو خوشی سے بھنگڑہ ڈالتا کہ ایک رقبہ رو سفید تو ختم ہوا۔“
عمران نے بُرا سامنہ بنلتے ہوئے کہا۔

”چھوڑو ۔ یہ بتاؤ تمہاری آنکھوں کا کیا حال ہے۔ اس
کتیا نے خوف ناک وار کیا تھا۔“ جو لیا نے تشویش بھرے
ہجھے میں کہا۔

”کتیا بہمیشہ خوف ناک وار کرنی ہے ۔ بہ حال اب ٹھیک
ہے ۔“ عمران نے آنکھیں بچاڑھے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھیں
بُری طرح سرخ ہو رہی تھیں۔

”میں تعاقب کرتی ہوتی یہاں تک پہنچ گئی۔ میں نے کار ٹیکے
کی آڑ میں روکی ۔ اور عین اس وقت میں نے تم لوگوں کو
چیک کیا۔ جب وہ تمہاری آنکھوں میں ریت ڈال رہی تھی ۔“
جو لیلنے کہا۔

"آنکھوں میں خاک ڈالنا تو سناتھا آج یہ بھی پتہ چل گیا۔ کہ
خاک کی بجائے ریت بھی ڈالی جاتی ہے۔ بہر حال آؤ۔ وہ
لوگ تو نکل گئے۔ عمران نے سر ملاٹتے ہوئے کہا۔ اور پھر
جو لیا کے ساتھ چلتا ہوا وہ اس شیئے کی طرف بڑھتا چلا گیا جس
کے تینچھے اس کی کار موجود تھی

کارتیزی سے شہر کی طرف اڑی چلی جا رہی تھی۔ راجر
سینیگ پر بیٹھا ہوا تھا جب کہ پھلی نشست پر شہلا موجود تھی۔
شہلا کے چہرے پر شدید پریشانی اور گھبراہٹ کے آثار مذیاں
تھے۔ جب کہ راجر غصے کی شدت سے دانت پیس رہا تھا۔
اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ انہوں سے چنگا بیاں سی
نکل رہی تھیں۔

"اس کے ساتھی نجانے کہاں سے ٹپک پڑے؟" — راجر
نے دانت پیسے ہوتے بیک مرد پر نظریں دوڑاتے ہوئے کہا۔
"حالاں کہ میں نے اپھی طرح چیک کیا تھا۔ پھر بھی وہ اچانک
ٹپک پڑے۔" — شہلا نے گھبراٹے ہوتے ہوئے میں کہا۔
"یہ پہلا ملک ہے جہاں اس قسم کے حالات پیش آ رہے ہیں۔
ورنہ اس سے قبل ڈیکھ سرکل بہمیشہ خاموشی سے کام کرتی رہی
ہے اور کسی کو کانوں کا ان خبر نہ ہوتی تھی۔" — صرف انہیں جس

وغیرہ نے ڈیتھ سرکل کا نام ہی سن رکھا تھا۔ لیکن یہاں تو یہ احمد بھارے بنیادی راذنکب پہنچ چکلے ہے ۔۔۔ راجہ نے کہا۔

”ویسے راجہ ۔۔۔ یہ شخص بے حد چالاک اور عیار ہے۔ اس نے کس عیاری سے مجھے گواکر میرا پستول چھین لیا۔ اور اس طرح صورت حال سی بدل ڈالی ۔۔۔ اس کی آنکھوں میں ریت نہ ڈالتی تو وہ ہمیں بھل گئے بھی نہ دیتا ۔۔۔ شہلانے کہا۔

”تمہاری بات درست ہے شہلا ۔۔۔ ہم نے اس آدمی کے متعلق غلط اندازہ لگایا ہے۔ یہ شخص داقعی بے حد خطرناک اور عیار ہے۔ اس کے ساتھ اور طریقے سے پٹنا ہو گا“ راجہ نے جواب دیا۔

”اب تو اس آدمی کی موت کے بغیر ہمارا مشن چل ہی نہیں سکتا ۔۔۔ شہلانے کہا۔

”ماں ۔۔۔ اب اسے ہر قیمت پر مزنا ہو گا۔ ڈیتھ سرکل کا اس ملک میں یہ سب سے بڑا شکار ہو گا“ راجہ نے جواب دیا۔ ”تواب تم کیا کر دے گے ۔۔۔ شہلانے پوچھا۔

”میں تمہیں تمہاری رہائش گاہ پر آتا کر ہمیڈ کو اور ٹریجاؤں چکا۔ اور بآس کو سارے واقعات کی روپورٹ کروں گا ۔۔۔ اس کے بعد ہی کوئی فیصلہ ہو سکتا ہے ۔۔۔ راجہ نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”مجھے بھی ہمیڈ کو اٹر لے چلو۔ ایسا نہ ہو یہ آدمی میری رہائشگاہ کا پتہ لگا کر دے ماں آدمی کے ۔۔۔ شہلانے خوف زدہ ہے۔

میں کہا۔
 ”ایسی کوئی بات نہیں — گھر نے سے کام نہیں چلے گا۔ تم اپنی رہائش گاہ پر نہیں جانا چاہتیں تو پھر تم جوزفین کلب میں شہر جاؤ۔ وہاں مار گریٹ کا گمرا خالی ہے — وہ ایسی جگہ ہے جہاں ان جیسا کوئی آدمی نہیں پہنچ سکتا۔ مادام جوزفین اپنے مہماں کی حفاظت کرنا جانتی ہے۔ باس سے بات کر کے اڑ رہتا ہے۔ متعلق کوئی ہدایت ہوئی تو میں تم سے دیں رابطہ قائم کر لوں گا۔ ورنہ تم وہاں سے باہر نہ نکلنا — جب تک یہ آدمی اداس کے ساتھی قبروں میں نہیں پہنچا دیئے جاتے؛ — راجنے اُسے سمجھاتے ہوئے کہا۔
 ”ٹھیک ہے — بالکل ٹھیک ہے؛ — شہلا نے سر

ہلاتے ہوئے کہا۔

”اس عمران کی رہائش گاہ کا تمہیں علم ہے؟ — راجنے پکھ دیر کی خاموشی کے بعد پوچھا۔
 ”ہاں — یہ کنج روڈ کے غیٹ نمبر ۲۰۴ میں اپنے ایک باورچی سیمان کے ساتھ رہتا ہے؛ — شہلا نے جلدی سے جواب دیا۔

”او۔ کے — اب یہ ہمارے ہاتھوں سے بچ کر نہیں نکل سکتا۔ — راجنے بڑے باعتماد لہجے میں کہا۔
 اور پھر تھوڑی دیر بعد اس نے کار جوزفین کلب کے گیٹ پر روکی۔ اور شہلا اتر کر اندر چلی گئی — مار گریٹ کی وجہ سے

مادام جو ذین چوں کرئے اچھی طرح پہچانتی تھی اس لئے وہاں مار گئی۔
کام کمرہ کھلوانا اس کے لئے کوئی مشکل نہ تھا۔

راجر اسے آتار کر کار چلاتا ہوا سپید ہائٹش کا بونی کی طرف
بڑھتا چلا گیا۔ جہاں بطور بس اس نے ہیڈ کوارٹر بنایا ہوا تھا۔
اس نے تنظیم میں اپنی دو یتیشیں بنائی ہوئی تھیں۔ ایک یتیشیت میں
وہ بس تھا۔ دیگر سرکل کا پہاڑ سرکل اور طاقت در بس۔ اور
دوسری یتیشیت میں وہ ایک عام درگر تھا۔

راجر نے ہیڈ کوارٹر میں اپنے مخصوص کمرے میں پہنچتے ہی
الماری سے ٹرانسپیرٹ نکالا۔ اور پھر اس پر فرمونسی سیٹ
کرنے لگا۔ اب وہ شیلی فون کے استعمال کے سلے میں محتاط ہو
گیا تھا۔ کیوں کہ اب اس کے خیال کے مطابق ایشی جنس ڈیکھ رکھ
کے وہچھے لگ چکی تھی۔ اس لئے شیلی فون کاں آسانی سے
چیک کی جا سکتی تھی۔ فرمونسی سیٹ کرنے کے بعد اس نے
ٹرانسپیرٹ آن کر دیا۔ تو اس میں سے تیز سیٹ کی آداں نکلنے لگی۔

اور ٹرانسپیرٹ پر سرخ رنگ کا بلب چکنے لگا۔ چند لمحوں بعد
ہی بلب سنبھل گیا اور اس کے ساتھ ہی سیٹ کی آداں نکلنی شد ہو
گئی۔ اس کا مطلب تھا کہ دوسری طرف سے والیہ قائم ہو گیا ہے۔
ہیلو ہیلو۔ ڈی۔ ایس۔ بس کا لنگ اور۔

راجر نے ڈیکھ سرکل کا مخصوص کوڈ دوپر اتے ہوئے بدلے ہوئے
بیجے میں کہا۔

یہ بس۔ نمبر ٹو سپیکنگ اور۔ دوسری

طرف سے ٹوٹی کی آواز سنائی دی۔ ٹوٹی نے بھی جواب میں اپنے
نام کی بجا تے کوڑ دہرا لیا۔

”لڑکیوں کے مشن کا کیا ہوا ادور“ راجرنے پوچھا۔

”ابھی تھوڑی دیر پہلے کام مکمل ہو گیا ہے باس ادور“
دوسری طرف سے ٹوٹی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تفصیلی پورٹ دو ادور“ ماجرنے چونکتے ہوئے
پوچھا۔

”ایک کار میں چاروں کو بے ہوش کر کے لادا گیا۔ اور پھر کار
کو ایک اونچی پہاڑی سینچے دھکیل دیا گیا ادور“ ٹوٹی
نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوہ“ مگر وہ تو علیحدہ علیحدہ تھتی ہیں۔ پھر یہ کیسے اکٹھی ہوئیں
اور“ راجرنے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

”شہلا کی آواز میں انہیں فرد افراداً بلا یا گیا اور ہر کام آسان ہو
گیا اور“ دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

”او۔ کے ٹھیک ہے۔ اب مزید بدایات سنو۔“
انتہائی اہم مشن درپیش ہے۔ کنج روڈ کے فلیٹ نمبر ۲۰ میں
ایک احمد سانو جوان رہتا ہے۔ اس کا نام علی عمران ہے۔ ظاہر
وہ انتہائی احمد اور پاگل سا شخص ہے مگر درحقیقت انتہائی عیار
مکار اور ذہین آدمی ہے۔ اُسے فوری طور پر بلاؤ کرنا ہے۔
چاہے کسی طرح بھی کرو۔ لیکن آج ہی یہ کام مکمل ہونا چاہیے۔ پورا
گروپ اس کام پر لگا دو۔ بے شک اس کا فلیٹ بھم سے

اڑا دو۔ یا اُسے سرٹک پہ گولی مار دو۔ کسی طرح بھی ہو اُسے ہر قیمت پر ہلاک ہونا چاہیئے اور ” راجر نے انتہائی سخت ہجے میں کہا۔

” اُس کا حلیہ اور شناخت اور ” ٹوپی نے جواب میں سمجھیدہ ہجے میں پوچھا۔ اور راجر نے تفضیل سے اُسے عمران کا حلیہ اور قد و قامت کے متعلق بتا دیا۔

” مگر باس — کیا یہ شخص واقعی اس قد را ہم ہے کہ اسے ہر حالت میں قتل ہونا چاہیئے اور ” ٹوپی نے جھوکتے ہوئے پوچھا۔ ” ٹوپی — تم حاشتے ہو کہ دیکھ سرکل صرف اشد مجبوری کی بنا پر اس قسم کے اقدام کرتی ہے۔ یہ شخص عمران تنظیم کے لئے بے حد خطرناک آدمی ثابت ہو رہا ہے۔ اس کا گمراہ راجر اور شہزاد کے ساتھ ہو چکا ہے۔ اور راجر سے پوری پورٹ ملی ہے کہ وہ ایم زنڈیڈ مک پہنچ چکا ہے۔ اور یہ تنظیم کے لئے انتہائی خطرناک بات ہے اور ” راجر نے سخت ہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

” ٹھیک ہے باس — واقعی اسے ختم ہونا چاہیئے اور ” دوسری طرف سے ٹوپی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

” سنو — یہ مش اتنا ہم ہے کہ میں کسی صورت ناکامی کی روپورٹ نہیں سننا چاہوں گا۔ لے کے ہر قیمت پر ختم ہونا چاہیئے۔ ہر قیمت پر اور ” راجر نے اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہا۔

” آپ بے نکر رہیں باس — ٹوپی اپنے فرائض اچھی

طرح پھچاپتا ہے اور ”— دوسری طرف سے ٹوپی نے
بڑے باعتماد ہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔
”اوسمیکے — میں تمہاری روپورٹ کا انتظار کر دیں گا اور
اینڈآل“ — راجرنے مطمین ہجے میں جواب دیتے ہوئے
کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ٹرائنسپر ۶۰۰ فلم کے اُسے
و اپس الماری میں رکھ دیا — اب اس کے چہرے پر اطمینان
کے ٹھہرنا یاں نہیں۔ کیوں کہ اُسے علم تھا کہ ٹوپی ایسے کاموں میں
مہارت کا درجہ رکھتا ہے۔ وہ یقیناً اپنے مشن میں کامیاب
رہے گا۔

عمران کے سامنے ڈیکھ سر جل کی تمام صورت حال
 اب واضح ہو کر سامنے آگئی تھی۔ ہوتل سے اٹھنے والی
 ایم۔ زیڈ کی بوتل میں موجود قطروں کو اس نے خود ہی دانش منزل
 کی لیبارٹری میں چیک کیا تھا۔ اور چینگ کا حیرت انہیں نہیں پہلا
 تھا۔ یہ ایسا عجیب و غریب مشرود ب تھا جس کے چند قطرے
 انسان کی جنسی جیلت کو زبردست تحریک دیتے تھے۔ اس قدر
 زیادہ کہ انسان درندوں کی صفت میں شامل ہو جاتا تھا۔ اس
 لئے اس کو ایک بار استعمال کرنے کے بعد انسان ہمیشہ
 کے لئے اس کا غلام میں جاتا تھا۔ یہ مشیات کی بالکل منفرد
 قسم تھی۔ جو ذہن کو ماؤن کرنے کی بجائے صرف جنسی جیلت کو
 تحریک دیتی تھی۔ یہ ایسا خوف ناک ہتھیار تھا جس کے ذمیع
 بڑے سے بڑا راز حاصل کیا جاسکتا تھا۔ اسے استعمال کرنے

دالا شخص سہر طرح سے اسے سپلانی کرنے والے کاغلام ہو کر دہ
 جاتا تھا چوں کہ دیڑ سے اُسے یہ معلوم ہو گیا تھا کہ یہ ایم-
 زیڈ نامی شیعشتی شہلا کے ہاتھ سے گردی تھی۔ اس لئے شہلا کی
 شخصیت مشکوک ہو گئی اور پھر ٹائیکر کی رپورٹ پر وہ
 بس دیسے ہی ٹکورا ہو ٹل جانکلا۔ اور پھر دہاں شہلا اور راجہ
 سے ٹکراؤ کے بعد ساری صورت حال کھل کر سامنے آ گئی فیاض
 اس کے کہنے پر شہلا سے ٹکرا چکا تھا۔ لیکن سجائے اس کے کہ
 شہلا سے وہ کچھ حاصل کرتا شہلا اُسے بے وقت بنانے میں
 کامیاب ہو گئی اور پھر راجر کھل کر سامنے آ گیا۔ اس طرح
 ڈیکھ سرکل کے دواہم مہروں کے سامنے آنے کے ساتھ ساتھ
 ان کا مشن بھی سامنے آ گیا۔ اور ظاہر ہے وہ مشن یہی ہو
 سکتا ہے کہ ایم-زیڈ کو یہاں کے اعلیٰ طبقوں میں خفیہ طور پر
 متعارف کرایا جاتے اور جب وہ اس مشروب کے غلام
 بن جائیں تو پھر انہیں بیک میل کرنے کے نہ صرف ان سے دولت
 کما فی جائے بلکہ سرکاری راز بھی حاصل کیجئے جاسکیں گے۔ اگر
 عمران کو اتفاق سے ایم-زیڈ کی شیعشتی ہاتھ نہ لگ جاتی تو شاید وہ
 ڈیکھ سرکل کے ان دواہم مہروں تک نہ پہنچ سکتا۔ عمران
 نے اب فیصلہ کر لیا تھا کہ اس مشن کو فوری انتظام پر یہ ہو جانا
 چاہیے درہ اگر یہ مشروب یہاں پھیل گیا تو پھر اس پر
 کنٹرول بے حد مشکل ہو جاتے گا۔ چنانچہ اس نے فیصلہ کیا ضرب
 لگانے کا منصہ ارادہ کر لیا۔ لیکن اب مسئلہ تھا۔ ان دوہریں

اور ان کے دیگر ساتھیوں کی تلاش — عمران اچھی طرح جانتا تھا کہ اب راجرا در شہزادوں کچھ عرصے کے لئے زینہ میں خلے جائیں گے — اس لئے انہیں بناہ راست تلاش کو حاصل کیں۔ اور تھا۔ لیکن عمران کے ذہن میں ابھی — ایک کلیو موجود تھا۔ اور وہ کلیو تھا اس ادھیر عمر غیر ملکی انجینئر کا — اس نے ترکیباً بہوٹل میں راجہ سے رایلیہ قائم کیا تھا۔ اور ظاہر ہے اس نے غیاہن کے چھاپے اور ڈیخ سرکل کا ذکر کیا ہوا ہے — اور پھر اس کے ذہن میں سرسلطان اور سر جمان کی متین سماجتیں اور اس ادھیر عمر غیر ملکی کی آڑ کا منظر بھی محفوظ تھا اور اس کا استقام بھی لینا چاہتا تھا — اس لئے اس نے فونی طور پر اس فلیٹ پر چھوڑ دیا تھا — اور خود وہ شاید ایک ٹوکر پورٹ دینے کے لئے اپنے فلیٹ میں چل گئی تھی۔ اس لئے عمران فلیٹ کے اس مخصوص کمرے میں بیٹھا ہوا تھا کہ جو لیا کی پورٹ اشہد کر کے اُسے مزید ہمایات دتے سنکے — کیوں کہ داشت منزل آج کل خالی پڑی ہوئی تھی۔ بلیک ذیروں کو اس نے ایک خاص مشن پر بیرون ملک بھیجا ہوا تھا — اس بار ایک میدھا سا وھا سامن سامنے آیا تھا۔ اور بلیک ذیروں والیا کہ اس بار وہ خود اس مشن پر کام کرے گا اور وہ مانش منزل میں بیٹھے بے کار ہو چکا تھا — چنانچہ عمران نے اُسے اجازت دے دی اور وہ سوائے جو لیا کے باقی نمبروں کو لے کر اس مشن پر

روانہ ہو گیا تھا۔ چنانچہ اب ملک میں عمران اور جولیا ہی باقی رہ گئے تھے۔ اس لئے اُسے معلوم تھا کہ جولیا کا فون خود بخود دانش منزل سے ڈائریکٹ ہو کر فلیٹ میں ہی آتے گا۔ اُسی لمجھے مخصوص شیلی فون کی گھنٹی بج اکٹھی اور عمران نے مسکراتے ہوئے رسیور اٹھایا۔

”ایک ٹوٹ“ — عمران نے مخصوص لمجھے میں کہا۔

”جو لیا بول رہی ہوں جناب“ — ایک اہم روپرٹ ہے۔ دوسری طرف سے جولیا نے پر جوش لمجھے میں کہا۔

”تمہیدہ مت باندھو“ — روپرٹ دو۔ — عمران نے انتہائی سرد لمجھے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”سوری سر“ — اپنے مجھے شہلاکی نگرانی کے لئے کہا تھا۔ میں نے اس کی نگرانی کی تو وہ انٹیلی جنس کے مرکزی دفتر گئی اور وہاں اس نے سپرنٹنٹ فیاض سے ملاقات کی — اور پھر فیاض سوں ڈالیں میں اس کی کاریہ پیٹھ کر ہمیشہ کوارٹر سے باہر آ گیا۔ اور وہ دلوں گمراں یعنی پر واقع بولنے کے فیملی روم نمبر رسولہ میں چلے گئے — جہاں شہاب منگوائی گئی چوں کہ وہاں ایسی کوئی جگہ نہ تھی جہاں سے ان کی خشتوں سنی جاتی اس لئے میں صرف ودر سے نگرانی کرتی رہی۔ — جولیا نے سپاٹ ہمیں روپرٹ دیتے ہوئے کہا۔

اور عمران بے اختیار سکرا دیا۔ ظاہر ہے جولیا فیاض اور شہلا کے فیملی روم میں جانے کے بعد وہاں جہاں کبھی سکتی تو

نہ جھانگتی۔ اور ظاہر ہے جتنے کے بغیر وہ گفتگو کیسے سن سکتی تھی۔ جو لیا
گو مغربی لڑکی تھی۔ لیکن دباؤ رہتے ہوئے اس میں لاشورو می
طور پر طبیعت میں مشرتی شدم و حاکا کا احساس داخل ہو چکا تھا۔
اب آگر وہ بطور عمران جو لیا سے بات تکر رہا ہوتا تو پھر اسے خوب
چھپتا تھا۔ لیکن ظاہر ہے بطور ایک شو وہ زیادہ بات نہ کر
سکتا تھا۔

چھڑا۔ عمران نے سرد لپجھے میں کہا۔

”شہلا جناب تقوٹھی دیر بعد باہر آگئی۔ اور پھر وہ دباؤ سے
سیدھی ٹرنکوڈا ہوٹل پہنچی۔ دباؤ عمران پہلے سے موجود تھا۔
پھر عمران اور شہلا دندنوں دوسرا منزل کے ایک کمرے میں
چلنے کئے جہاں ایک عیر ملکی پہنچ سے رہتا تھا۔ شہلا اور وہ
غیر ملکی عمران کو جبرا ہوٹل سے باہر لے آتے اور اپنی کاریں بٹھا
کر ساحل سمندر کی طرف چل پڑتے۔ میں عمران کی پذیرش
دیکھتے ہی سمجھ جو کہ اُس سے فوبر دستی نے جایا جا رہا ہے۔ لیکن چوں
کہ عمران اپنی خاکیت کر سکتے ہے اس لئے میں نے قریب سے
تعاقب کرنے کی بجائے طویل فاصلے سے ان کا تعاقب کیا۔

عمران کو ساحل سمندر کے ایک دیمان علاقے میں نے جاگر
قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔ جب عمران ان کے ہاتھوں
بے بس ہو گیا تب میں نے مداخلت کی اور ان پر فائز کھول دیا۔
اس پر وہ دلوں کار میں سوار ہو کر بھاگ نکلے۔ چوں کہ عمران
کی آنکھوں میں دمیت ڈال دی جو کہ اُسی اور دوسرے تقریباً اندھا ہو چکا

تحا اس لئے میں شہلا اور اس غیر ملکی کا تعاقب کرنے کی بجائے
عمران کو سنبھالنے میں مصروف ہو گئی ۔ اور اس طرح وہ
لوگ نکل جانے میں کامیاب ہو گئے۔ اور اب میں عمران کو
اس کے فلیٹ پر چھوڑ کر آپ کو رپورٹ دے رہی ہوں تاکہ
آپ مجھے مزید ہدایات دے سکیں ۔ ۔ ۔ جو لیا نے کہا۔
”نتہیں شہلا کی نگرانی کی مہایت دھی گئی تھی یہ تو نہیں کہا گیا
تحا کہ تم عمران کو سنبھالتی پھرو ۔ ۔ ۔ عمران نے جان بوجہ کر
انتہائی سرد ہجے میں جو لیا کوڈا نہتے ہوئے کہا۔

”مم ۔ ۔ ۔ مگر میں ۔ ۔ ۔ عمران زخمی تھا۔ وہ اندر ھا ہو چکا
تحا۔ اگر میں اسے نہ سنبھالتی تو وہ دہاں سے خود چل کر نہ آ سکتا
تھا۔ ۔ ۔ ۔ جو لیا نے چھڑائے ہوئے ہجے میں کہا۔

”تو کیا ہوتا ۔ ۔ ۔ کیا قیامت ٹوٹ پڑتی۔ عمران سیکرٹ
سروس کا میرہی نہیں ہے ۔ ۔ ۔ اس لحاظ سے وہ ایک عام
آدمی ہے اور تم نے سرکاری فرائض چھوڑ کر اسے سنبھالنا شروع
کر دیا ۔ ۔ ۔ نیاد میں زیادہ کیا ہوتا۔ عمران سمندر میں ڈوب
مرتا ۔ ۔ ۔ مر جاتا ۔ ۔ ۔ عمران نے جان بوجہ کر ہجے کو انتہائی
سخت اور بے رحم بناتے ہوئے کہا۔

”اوہ ۔ ۔ ۔ مگر سر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ عمران تو ہمارے کام آتی ہے۔“
جو لیا کا ہجہ رو دینے والا ہو گیا ۔ ۔ ۔ اور عمران کے چہرے
پر مسکراہیٹ ابھر آئی۔ وہ تصور میں ہی جو لیا کا چہرہ دیکھ دے ۔ ۔ ۔
تھا۔

"کام آنے کا یہ مطلب تو نہیں کہ ہم اُسے سنبھالتے پھریں۔ کیا سیکرٹ سروس عمران کے بغیر نہیں چل سکتی۔" نیڑا خیال ہے تھیں کوڑھیوں کے ہسپتال میں ایک سال کے لئے نہ سبادیا جائے۔ تاکہ بیمار لوگوں کو سنبھالتی رہو۔ اب سیکرٹ سروس کا کام تمہارے بس کا نہیں رہا۔" عمران نے اُسے مزید ڈلانے کے لئے کہا۔

"بب۔ باس۔" معاافی چاہتی ہوں۔ مجھ سے غلطی ہو گئی۔ معااف کر دیجیئے آئندہ خیال رکھوں گی۔" جو لیا اب باقاعدہ مرد پڑھی تھی۔

"سنوجولیا۔" تم سیکرٹ سروس کی رکن ہو۔ سماجی کارکن نہیں ہو۔ تمہیں صرف اپنے فرائض کا خیال رکھنا ہو گا۔ اس قسم کی بہادریوں کو دل سے نکال بیکو۔ اور سنو۔ اس بار میں آخری بار تمہیں معااف کر دیا ہوں۔ آئندہ تم نے اگر ایسی غلطی کی تو ایسی عبرت ناک سرزادوں گا۔ کہ تم اپنے اپنے بھی بہادری کرنے کے قابل نہ رہ جاؤ گی۔" عمران نے غذاتے ہوئے کہا۔ اور اُسے دوسری طرف سے جو لیا کے لمبے لمبے سانس واضح طور پر سنائی دینے لگے۔ وہ جو لیا کی حالت کو اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔

"بب۔ بہتر جناب۔" جو لیا نے بڑی مشکل سے اپنے آپ پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"سنو۔" اب تم نے عمران کی نگرانی کرنی ہے۔ بچھے

اللّاعات مل رہی ہیں کہ اس باروہ سیکرٹ سروس سے بالا بالا ہی کام کر رہا ہے اور اُس نے پر ٹھنڈنٹ فیاض سے گھٹ جوڑ کر لیا ہے۔ میں اسے عبرت ناک سبق دینا چاہتا ہوں تاکہ اُسے معلوم ہو جائے۔ کہ سیکرٹ سروس سے بالا کام کرنے والوں کا انجام کیا چوتا ہے؟ عمران نے سخت بیجے میں کہا۔

”بب بہتر حباب“ دوسرا طرف سے جو لیا نے کہا۔

مُو تم اس کے فلیٹ پر پہنچ جاؤ اور اس کی نگرانی کرو۔ سوا یہ اشد ضرورت کے مذاقلت کرنے کی ضرورت نہیں۔ میں عمران کے منہ سے اس وقت شکار چھیننا چاہتا ہوں جب وہ اُسے کھانے ہی والا ہو۔ تاکہ اس کو دی جائے والی عبرت ناک سزا کا جواز پیدا ہو سکے۔ عمران نے سرد بیجے میں کہا۔

”میں سمجھ گئی حباب“ جو لیا نے مختصر لفظوں میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تمہیں پانچ منٹ بعد عمران کے فلیٹ کے آس پاس ہونا چاہیے۔“ عمران نے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور کر پیٹل پر لکھ دیا۔ اس کے چہرے پر شراحت بھری مسکراہٹ پر رہی تھی۔ اور پھر وہ پانچ منٹ تک وہیں بیٹھا جو لیا کا انتظار کرتا رہا۔ اُسے علم تھا کہ اب جو لیا پانچ منٹ سے پہلے ہی فلیٹ پر پہنچ جائے گی۔ جب بھی اُسے ایک ٹوکی طرف سے جھاڑ پڑ جائے تو پھر اس کے کام میں بھلی کی سی تیزی آجائی ہے۔

پانچ منٹ کے بعد وہ اٹھا۔ اور پھر فلیٹ کی سیڑھیاں اترتا ہوئے پہنچے
 سڑک پر آگیا۔ جہاں نیچے گیراج میں اس کی کار موجود تھی۔ عمر ان
 نے گیراج کا تالاکھوں کر اس میں سے کار کو باہر سڑک پر نکال کر کھڑا
 کیا۔ اور گیراج کا دو دوازہ بنہ کر کے وہ دوبارہ کار میں سوار ہو گیا۔
 اور پھر چند لمحوں بعد اس کی کار تیز رفتاری سے ساحل سمندر پر پہنچے
 ہوتے اس ہوٹل کی طرف دوڑتی چلی گئی جس کے فیملی روم میں پرنسپل نے
 فیاض کی موجودگی کی جویا نے اطلاع دی تھی۔ اُسے معلوم تھا
 کہ جویا اس کا تعاقب کر رہی ہو گی۔ اس نے پروگرام ہی بنا�ا تھا کہ وہ
 فیاض کو وہاں سے لے کر اس ادھیر عمر غیر ملکی پریدر کرے گا۔ اور
 پھر اس کے ذریعے سے وہ اس تنظیم کے سربراہ یوسف احمد قذائفی لے گا۔ وہ
 بڑے ستمائی انداز میں کار چلاتا ہوا آئے بڑھتا چلا گیا۔

ٹونی نے بس کی طرف سے ہدایات ملتے ہی اپنے گرد پ کو کال کر لیا۔ اس کے گرد پ میں پانچ افراد شامل تھے۔ اور وہ سب کے سب میخے ہوئے اور تربیت یافتہ لوگ تھے۔ یہ گرد پ ڈیکھ سرکل کا انیشن گرد پ تھا۔ اور ٹونی ان کا انچارج تھا۔ اُدیٰ بھڑائی اور اغوا و قتل کا کام ہی گرد پ کرتا تھا۔

سنود و ستو۔ آج بس نے ایک آسان سامشن ہجاء سے ذمے لگایا ہے۔ جمیں ایک احمد سے شخص کو گولی مارنی ہے۔

ٹونی نے پانچوں افراد سے مخاطب ہو کر کہا۔

”احمد سے شخص کو سے آپ کا کیا مطلب ہے؟“ ایک آدمی نے چونکتے ہوئے کہا۔

”مطلب یہ کہ بقول بس۔ وہ کوئی بے وقوف سا آدمی ہے۔ بنگ روڈ کے فلیٹ نمبر ۴۰ میں رہتا ہے۔ اُسے ہم نے ہلاک

کرن لیتے۔ گو باس نے تو احکامات دیئے ہیں کہ اُسے برسر عام گولی مار دی جائے۔ لیکن ظاہر ہے اس طرح ہم مشکل میں چپس سکتے ہیں۔ اس لئے ہیں نے اپنے طور پر یہ فیصلہ کیا ہے کہ ایسے اقدامات کئے جائیں کہ بھار امشن بھی پورا ہو جائے اور بھاری پوزیشن بھی مشکوک نہ ہو سکے، ہم اس طبیعت کی نگرانی کریں گے۔ جب وہ احمد آدمی باہر نکلے گا تو اسے اخواکرنے کی کوشش کریں گے۔ اُسے اخواکر کے کسی دیمان جگہ پر لے جا کر قتل کر دیں گے۔ یا اگر بھار اٹاگٹ خود ہی کسی ویان سڑک پر پہنچ جلتے تو وہاں اُسے گولی مار دی جائے گی۔ ٹوپی نے انہیں سمجھاتے ہوئے کہا۔

ٹھیک ہے باس۔ یہ ٹلان درست ہے۔ باقی پانچوں نے سر ملاہتے ہوئے کہا۔

”تم لوگ پوری طرح تیار ہو کر آئے ہونا۔“ ٹوپی نے پوچھا۔

”جی ہاں۔“ کار دیں میں تمام ضروری اسلحہ موجود ہے۔ ایک آدمی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اد کے پھر آؤ چلیں۔“ مجھے یقین ہے ہم آسانی سے ٹار گٹ سٹ کر لیں گے۔ ٹوپی نے سر ملاہتے ہوئے کہا اور پھر وہ اٹھ کر کھڑے سے باہر نکلا۔ چلا گیا۔

چند لمحوں بعد وہ سب باہر پڑ پڑھ میں کھڑی ہوئی دو کاروں میں سوار ہو کر کوئی کے گیٹ سے باہر نکل آئے۔ آگے والی کار میں ٹوپی موجود تھا۔ اس نے مشہر کافتشہ کھوں رکھا تھا اور وہ بیشے کے مطابق ڈرائیور کو سڑکوں پر مرٹنے کی بہایات دے رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ نقصے میں دھی گئی کنگ روڈ پر بکھنے لگئے۔ جب اس روڈ پر بنے ہوئے فلیٹوں کا ایک یا اس تعداد ہوا تو ٹوٹی نے کاریں ایک طرف روکنے کا اشارہ کیا۔ اور وہ دونوں کاریں رک گئیں۔ ٹوٹی نیچے اتما اور پھر سیل چلتا ہوا فلیٹوں کے سامنے سے گزرنے لگا۔ وہ فلیٹوں کے بین بر حیکی کردہ تھا۔ اور پھر تھوڑی دیر بعد اُسے ۴۰ نمبر فلیٹ نظر آگیا۔ وہ اس فلیٹ کے سامنے سے گزرا۔ اور تھوڑی دور جا کر واپس ملا۔ مگر واپس مرتے ہی وہ چونک پڑا۔ کیوں کہ فلیٹ سے ایک نوجوان تیز تیز قدم اکھاتا نیچے اترا تھا۔ اور اس کی شکل دیکھتے ہی ٹوٹی سمجھ گیا کہ ہی اس کا مطلوبہ آدمی ہے۔ ایک لمحے کے لئے ٹوٹی کے دل میں آیا کہ ریو اور نکال کر اسے یہیں ڈھیر کر دے۔ مگر دو سکھے اس نے اپنے آپ کو روک دک لیتا۔ کیوں کہ سڑک خاصی پر ہجوم تھی۔ یہاں کسی کو گولی مار کر صحیح سلامت بٹکل جانا غاصبا مشکل محسوس ہو رہا تھا۔ اور جب تک ٹوٹی چلتا ہوا اس فلیٹ کے سامنے پہنچا وہ نوجوان فلیٹ کے نیچے بنے ہوئے گیرا ج سے ایک کار بسہنکال لایا تھا۔ ٹوٹی تیز تیز قدم اکھاتا آگئے پڑھتا چلا گیا۔ اور پھر جب وہ اپنی کار میں پہنچا تو جلدی سے دروازہ کھول کر اندر بڑھ گیا۔

نوجوان اس وقت کاریں سوار ہو کر آگے پڑھ چکا تھا۔

" یہ کار ہمارے ششکار کی ہے۔ اس کا تعاقب کرو۔" ٹوٹی نے ڈرائیور سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور ڈرائیور نے سر ملا تے ہوتے کار آگے پڑھا دی۔ ٹوٹی نے

ڈلیش پورہ میں تھب ٹر انسپریٹر پر دوسری کار میں موجود اپنے ساتھیوں کو بھی ہوشیار کر دیا۔ اور وہ دنوں کار میں آجے بچھے دفعہ نی ہوئیں عمران کی کار کے تعاقب میں مصروف ہو گئیں۔

اپنے پھر چیزیں ہی عمران کی کار شہر کی پرچوم سڑکوں سے گزند کر ساحل سمندر پر جاتے والی سنسان سڑک پر مردی ڈنی کے بیوی پر مسک اہم اہمیت حاصل آئی۔

"باس۔ ایک کار سوارے تعاقب میں ہے۔" اچانک ٹر انسپریٹر پچھلی کار سے ٹوپی کو اولادع دی گئی۔ اور ٹوپی نے پھونک کر سائیکلر کو عذر سے دیکھتا شروع کر دیا۔ واقعی دنوں کاروں کے چیزوں ایک سرخ زنگ کی سپورٹس ماڈل کار موجود تھی۔

"کیا پر شروع ہے ہمارے چیزوں ہے؟" ٹوپی نے پوچھا۔ "یہ بس۔ یہ کنگ روڈ ہے ہمارے تعاقب میں ہے۔" دوسری کار سے جواب ملا۔

"او۔ کے۔" اب ایکشن کا وقت آگیا ہے۔ تم کھلی کار کو سنبھالو۔ میں اپنے ٹار گٹ پر چھٹتا ہوں۔ پھر کھلی کار کو سنبھالنے کے بعد تم ہمارے ساتھ آٹھا۔" ٹوپی نے پاتا ہمہ ہدایات دیتے ہوئے کہا۔ اور ٹر انسپریٹر نے کے اس نے ڈرائیور کو عمران کی کار کو روکنے کے لئے کہا۔ اور ڈرائیور نے ایکسپلیٹر پر پورا دپاؤ بحال دیا۔ کار ایک جھینکا کھا کر آجے بڑھی اور پھر اس کی رفتار محضہ لمحہ تیز سے تیز تر ہوتی چلی گئی۔ عمران کی کار اور اس کا

دریانی فاصلہ کم ہوتا چلا گیا۔ کار میں بیٹھے ہوئے ٹوٹی کے علاوہ دو اور آدمی پوری طرح چونکنا ہو گئے۔

ٹوٹی نے اپنے قدموں میں بڑی ہوئی مشین گن انٹھائی اس کی نال کو کھڑکی کے سچے کنارے پر لٹکا کر وہ کار پر فائر کھولنے کے لئے تیار ہو گیا۔

کار تیزی سے دوڑتی ہوئی چند ہی لمحوں میں عمران کی کار کے قریب پہنچ گئی۔ اور دوسرے لمحے اس کے برابر دوڑنے لگی۔ سٹیرنگ پر موجود نوجوان نے ایک لمحے کے لئے مرکز کے طرف دمکھا۔ اور اسی لمحے ٹوٹی نے مشین گن کا ڈریکر دیا۔ اور ان کی کار ایک لمحے میں شکار کی کار سے آگے بڑھ گئی۔ ٹوٹی کی مشین گن سے نکلنے والی گولیاں تڑتڑ ابھٹ کے ساتھ نوجوان کی طرف پکیں۔ مگر نوجوان ٹوٹی کی توقع سے کہیں زیادہ چست اور ہوشیار نکلا۔ وہ ڈریکر دبنے سے پہلے ہی نیچے غوطہ لگا گیا۔ اور گولیاں سائیڈ کی کھڑکی اور سچے حصے پر لٹکر آکر رہ گئیں۔ ڈرائیور نے بڑی بھرتی سے کار کو آگے بڑھا کر عمران کی کار کا راستہ بلاک کرنے کی کوشش کی۔ مگر دوسرے لمحے وہ خود بُکھلا گیا۔ کیوں کی عمران کی کار اچاک کسی لٹوکی طرح گھومتی ہوئی مژتی چلی گئی۔ اور اب اس کار کی پشت ٹوٹی کی کار کی طرف تھی۔

"فائزہ" ٹوٹی نے جیخ کر کہا۔ اور پھر ٹوٹی اور اس کے ساتھیوں نے بیک وقت کار کے سچے حصے پر فائزہ کھول دیا۔ دوسرے لمحے ایک نردار دھماکہ ہوا۔ اور سڑک پر جانے والی کار کے سچے دو نور

ٹائکر بہ سڑ ہو گئے۔ اور کار قلا بازیاں کھاتی ہوئی سڑک کے کنارے سے نیچے گھر سے گڑھے میں گرتی چلی گئی۔

"وہ مارا۔ جلدی وہاں لے چلو"۔ ٹونی نے خوشی سے اچھتے ہوئے کہا۔ اور دمای یور نے تیزی سے بجا گتی ہوئی کار کو ایک چکر دے کر موڑا۔ اور پھر اسی رفتار سے اسے دوڑاتا ہوا اس جگہ پر لے جاتا گیا جہاں عمران کی کار الٹ کر گڑھے میں گرمی تھی۔

جولیا جب عمران کے فلیٹ کے قریب پہنچی تو اس نے
 عمران کو کار لے تر دیا ایں طرف جلتے ہوتے دیکھا چوں کہ وہ
 بائیں سمت سے چکر کاٹ کر آئی تھی۔ اس نے عمران اور اس کے
 درمیان کافی فاصلہ تھا۔ جولیا نے چوں کہ عمران کی سی نگرانی کرنی
 تھی اس نے وہ اُسی رفتار میں کار کو آجھے بڑھاتے لے گئی۔ مگر
 چند لمحوں بعد ہی وہ چونک پڑھی۔ کیوں کہ دو کاریں جو پہلے ایک
 طرف رکی ہوئی تھیں مڑ کر عمران کی کار کے پیچے لگ گئی تھیں، دونوں
 کاروں میں عین ملکی بیٹھے ہوتے تھے۔ اور عین ملکیوں کی وجہ سے
 ہی جولیا چونک پڑھی تھی۔ لیکن چوں کہ اُسے صرف نگرانی کا کام سونپا
 گیا تھا اس نے وہ خاموشی سے کار بڑھاتے لئے گئی۔ ایک دو
 موڑ مرٹن کے بعد جولیا کو یقین ہو گیا کہ عین ملکی عمران کا ہی تعاقب کر
 رہے ہیں۔ اور ان کا تعاقب کرنے کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ اپنے کام

میں خاصی مہارت رکھتے ہیں۔ جو لیا خاموشی سے ان دونوں کاروں کے پیچے جاتی ہوتی اسے بڑھتی چلی گئی۔

اکٹھے کھلے اُسے خیال آیا کہ وہ بحیرہ انسپیکٹر کی مدد سے وہ عمران کو تعاقب سے چونا کر دے۔ مگر اُسکی لمحے اُسے ایک شوکی تازہ ترین جھاڑی یاد آئی اور اس نے ارادہ بدل دیا۔ ویسے بھی اس کے خیال کے مقابلہ میں عمران اب اندازی تو نہ تھا کہ اپنے تعاقب کو بھی چکیں نہ کر سکتا۔

جب عمران کی کار ساحل شنڈر کی طرف جانے والی سڑک پر مڑی تو اچاک تیز ہلکیوں کی دوسرا بھی کار کی رفتار نیک دم کھم بھق چلی گئی۔ جب کہ پہلی کار کی رفتار تیز ہو گئی تھی۔ اور اس جو لیا ان کا یہ وگرام ایک لمحے میں سمجھ گئی۔ اس نے بھرقی سے کار کے شیشے اور چڑھادیتے اور پھر وہ اطمینان سے آجے بڑھ چلی گئی۔ اس نے یہ کار ایک شوکی منت کر کے گورنمنٹ سالہی غریبی تھی۔ اور اس میں اس نے ایک ماہر کاری گورنمنٹ کے ایک خیر ملکیوں کی کار کے قریب پہنچی غیر ملکیوں کی کار تھی۔ اسے سمجھنے جو کار کی مدد سے وہ کار کے اندر بیٹھ کر باہر والوں کو سمجھ سکتا تھا۔ کار میں یہ بھی بلطف پہنچت تھا۔ پھر جیسے ہی جو لیا کی کار تیز ہلکیوں کی کار کے قریب پہنچی غیر ملکیوں کی کار تھی۔ اس کے گھومنی اور اس نے راستہ بلاک کر دیا۔ اور جو لیا کو پھر تھوڑتھوڑے بڑیکے لگانے پڑ چکے۔ سڑک بلاک کرنے تھے ہی میں غیر ملکی کا محتول میں مشینی گنجی اٹھاتے بڑی بھرقی سے کار سے

اترے اور جو یا کی کار کے گرد پھیلتے چلے گئے۔

جو یا نے ڈالش بورڈ پر لکھا ہوا ایک بٹن دبادیا۔ اس بٹن کے دستے ہی اس کی آداں بند شیشوں میں سے باہر جا سکتی تھتی۔ اور باہر کی آداں میں اندر جا سکتی تھیں۔

"یہ تو کوئی غیر ملکی لڑکی ہے۔" ہو سکتا ہے کوئی سیاح ہو۔ ہمارے شکار کی ساکھی نہ ہو۔" جو یا نے ایک غیر ملکی کی آداں

سنی۔ سمجھ بھی ہواب اس کا خاتمه ضروری ہے۔ ورنہ یہ واردات کی عینی شاہد ہو گی۔ جو یا مار کر شیشے اڑا دو۔ دوسرے غیر ملکی نے چیختے ہوئے کہا۔ اور تینوں غیر ملکیوں نے مشین گئیں۔ سیدھی کر لیں۔

اسی لمحے جو یا کو لگے مود سے مشین گنوں کی مسلسل فائرنگ کی آداں میں سنائی دیں۔ اور جو یا سمجھ گئی کہ عمران کی کار پر حملہ کر رہا گیا ہے۔ اب ان غیر ملکیوں سے پتھنا ضروری پوچھا تھا۔ ادھر غیر ملکیوں نے کار پر فائرنگ شروع کر دی۔ مگر جو یا کار کی بادی سے مکرا کر نیچے گر پڑتی۔ کار کو بلٹ پر دف محسوس کرتے ہی ان غیر ملکیوں نے مشین گنوں کی نالیں جھکا کر ٹھانے دل پر فائرنگ کی کوشش کی۔ لیکن جو یا اس کا سنباب پہلے ہی کرچکی تھتی۔ ٹھانے دل کی بیرونی سائیڈ دل پر بلٹ پر دف چاہرے دل جنک چکی تھیں۔ اور پھر جو یا نے پھر تی سڈالش بورڈ پر دین مبنی دبائے۔ بٹن دستے ہی ڈاکی پر ایک سرخ رنگ کی سوئی حرکت میں آگئی اور

جو لیلنے پھر تی سے ان بیٹنوں کے بچے ہوا ایک سرخ رنگ کا
بیٹنے دینے میں بارہ باریا تو تڑا ہٹ کی تیر آفاز گوئی۔ اور اس کے
سامنے ہی تینوں غیر ملکی اچھل کر پشتت کے بل سڑک پر جا گئے۔ کار
کے پائیدانوں کے بچے نصب شدہ موونگ میشن ٹننوں نے ان
تینوں کو ہٹ کر دیا تھا۔ جو لیلوں نے ان تینوں کو چھپنی کر کے
رکھ دیا تھا۔ اور البتہ تینوں کے گرتے ہی سامنے کھڑی کا تیزی سے
حرکت تھی آئی۔ مگر اُسی لمحے جو لیلنے پھر تی سے کلاکاشن
کھولا اور پھر اس نے ڈالش بورڈ کے بچے خانے سے ایک چھوٹا سا
ٹاقٹ دی ریخ کا ہم نکال کر انہیں کی سد سے اس کا بن دیا کر
لے اپنی طرف گھوم کر آتی ہوئی مجرموں کی کار پر اچھال دیا۔ مجرموں
کی کار میں شاید ڈرائیور موجود تھا۔ اور غیر ملکیوں کے مرتبے ہی
اس نے کار موڑ کر جو لیا کی کار کی طرف کار کو تیزی سے بھکا دیا تھا۔
وہ شاید کار سے مکر ماوکر جو لیا کی کار کو پہنچا چاہتا تھا۔ مگر اُسے
کار کو گھمانے میں چند لمحے تک گئے اور انہیں چند لمحوں میں جو لیا
نے اپنا کام کر دکھایا۔ جیسے ہی مجرموں کی کار پیٹ کر جو لیا کی
طرف پڑھی جو لیلنے اس پر ہم ٹھیک دیا اور اس کے سامنے ہی
جو لیا کار کو تیزی سے پچھپے کی طرف لے گئی۔ ہم ٹھیک نہ نہ
پر پڑا اور دو سکھتے ایک خوف ناک دھماکہ ہوا اور جو لیا کی کار
کی طرف آنے والی مجرموں کی کار کے پر زے خنایس بکھرتے چلے
گئے۔ اور جو لیا نے کار کے پر زے بکھرتے ہی اپنی کار کو
تیزی سے آگے بڑھ لیا۔ اور پھر اس کی کار مجرموں کی کار کے

پر زوں کو رومندی ہوئی تیزی سے آگے بڑھتی چل گئی — موڑ
 مرتے ہی اُسے دور سے مجرموں کی کار میٹرک نئے کنارے کھڑی
 نظر آئی — اور اس میں سے غیر علی مملک نکل کر سڑک کے کنارے
 کی گردھے میں اترنے جا رہے تھے۔ حبب کہ عمران کی کار غائب
 تھی — جولیا نے کارک رفتار اور زیادہ بڑھادی۔ وہ جلدی از جلد
 مجرموں کی کارک پہنچ جانا چاہتی تھی۔ تکہ اچانک سڑک کے
 کنارے کھڑی ہوئی کار میں حرکت ہوئی — اور وہ یہ دم
 ایک جھٹکا کھا کر آگے بڑھی اور اس بار جولیا کی کار کی رفتار اتنی
 تیز تھی کہ جولیا کے لئے یہ ممکن ہی نہ رہا کہ وہ کار کو کنٹرول رکھ کر
 اس کار پر پھی بم چینک سکے — اسی لمحے مجرموں کی کار
 تیزی سے خھوئی۔ اور پھر جولیا کو یوں محسوس ہوا جیسے اس
 کی کار کی سائیڈ پر دھماکہ ہوا ہو — اور پھر اس کی کار
 پھرخیال کھاتی ہوئی سڑک پر سے ہو کر مخالف سمت میں خالی
 زمین پر رکھکر چل گئی — جولیا اس اچانک دھماکے سے
 سنبھل نہ سکی۔ اور اچانک جھٹکا لگنے سے اسے میرنگ کی
 زبردست ضرب لگی — اور اس کے ذمہ پر انہیں چلتے
 جذبے چھپے۔ مجرموں کی کار کا درایکور یقیناً کارچلانے میں بے حد ہلات
 رکھتا تھا۔ کیوں کہ اس نے سامنے سے کار گھرا فٹنی بجا لئے
 یعنی آخری لمحے پر کار کو داہیں طرف کاٹ دیا تھا — اس کا
 بتیجہ یہ ہوا کہ اس کی کار کا پھپلا حصہ تیزی سے گھوم کر جولیا کی کار
 کی سائیڈ سے پوری قوت سے ٹکرایا تھا۔ اور جولیا کی بھی

کار قلب بازیاں کھاتی چلی گئی تھی۔ جب کہ مجرموں کی کار آؤٹ آٹ کنڑوں ہٹنے سے پنج گئی تھی۔ پھر مجرموں کی کار کے ڈرایور نے اپنی کار روکی اور نیچے اتر کر دہ تیزی سے جو بیساکی الٹی ہوئی کار کی طرف بجا گتا چلا گیا۔ اس نے کامنے پر لٹکی ہوئی ہشیں گن بھی ہاتھوں میں بکڑلی تھی۔

عمران نے جیسے ہی کار کو ایک چوک سے مولٹا۔ وہ
 چوک پڑا۔ اس کے پنجھ آنے والی دو کاریں بھی اس کے
 ساتھ سی مرٹگئی تھیں۔ عمران کو شک تو ہلے ہوا تھا۔ لیکن آنے
 والے کچھ اس انداز سے آرہتے تھے کہ تعاقب کا احساس نہ
 ہوتا تھا۔ مگر اس موڑ کے مژنے کے بعد عمران کا تھک یقین
 میں بدل گیا۔ اور تعاقب کا احساس ہوتے ہی اس کے بیوں پر
 مسکرا بیٹ پھیلی چلی چکی۔ اس کیس میں ابھی تک صرف
 بیاگ دفعہ سی ہوئی تھی ہاتھ پر چلا نے کی نوبت ہی نہ آئی تھی۔
 اب حکم انکم ہاتھ پر توکھلیں گئے۔ دیے اُسے مجرموں کی
 جرأت اور بہت پوچیرت بھی ہو رہی تھی کہ انہوں نے وقت
 ضائع کیجئے بغیر دن دہار سے ہی اس پر ہاتھ دالنے کا فیصلہ
 کر لیا تھا۔

مختلف سرکوں سے گزرنے کے بعد اس نے جیسے ہی —
 ساحل سمندر کی طرف جانے والی سفناں سرک پر کارکار خ مودا
 وہ چوکتا ہو کر بیٹھ گی — اُسے معلوم تھا کہ اب مجرم اس پر ہاتھ
 ڈالنے کا فیصلہ کر دیں گے۔ اُسے یہ بھی معلوم تھا کہ جو یہ اضر و داس کے
 تعاقب میں ہو گی — اور وہ ظاہر ہے ان دونوں کاموں کے
 پیچھے ہو گی۔ اور پھر اس نے دوسری کار کو آہستہ ہوتے چیک کر دیا
 جب کہ پہلی کار کی رفتار تیز ہو گئی تھی — اور عمران مجرموں کا
 پلان سمجھ گیا۔ انہوں نے جو یہاں کو چیک کر لیا تھا۔ اس نے وہ دو
 حصوں میں بٹ کئے تھے — پھر موڑ مڑتے ہی صیہی عمران
 آگے بڑھا۔ مجرموں کی کار تیزی سے دوڑتی ہوئی اس کے قریب
 آجئی۔ عمران نے کھڑکی کے پنجے کنارے سے مشین گن کی نیال کو
 چھانکتے ہوئے دیکھ لیا — اور پھر جیسے یہ مجرموں کی کار عمران کی
 کار کے برابر آئی۔ عمران نے یعنی عنزو ط مار دیا۔ اور اسی لمحے مجرموں
 نے مشین گن کا فائر کھول دیا — مگر کوئی ایا عمران کو کوئی لعচان
 نہ پہنچا سکیں اور عمران نے انتہائی پھر تی سے کار کے سٹوچ کو
 بائیس ہاتھ پر پوری قوت سے موڑ دیا — اور عمران کی کار کسی دشکی
 طرح گھوٹتی ہوئی بیٹھے کی طرف ملا گئی۔ جب کہ مجرموں کی کار اس
 لمحے عمران کی کار کا راستہ روکنے کے لئے مڑی ہی تھی اور عمران
 کی کار کے مڑتے ہی مجرموں نے بھی اتنی ہی پھر تی سے کار موڑی۔
 مجرموں کی کار کا ڈرایور بھی عمران کی طرح ہی کار ڈرایور نگ میں
 ماہر لکھا تھا — جیسے ہی عمران نے مجرموں کی کار کو مڑتے دیکھا

اس نے انتہائی پھر تی سے کار کا دروازہ کھولا اور نیچے چھلا گک لگا
دی۔ اُسی لمحے کا پر بے تحاشا فائزہ نگ ہوئی۔ اور اس کی
کار کچھ تو ٹائرس پر سڑ ہو چانے اور کچھ عمران کے کنٹرول چھپوڑ دینے
کی وجہ سے قلابازیاں کھاتی ہوئی سڑک کے کنارے موجود ایک
گہرے گڑھے میں گرتی چلی گئی۔ جب کہ عمران پہلے ہی چھلا گک
لگا کہ اس گڑھے سے پہنے آنے والے ایک چھوٹے گڑھے میں
گراحتا۔ اس گڑھے میں جھاڑیاں موجود تھیں۔ اس لئے عمران
کو گرنے کی وجہ سے ایک تو چوتھ نہ لگی دوسرا وہ ان جھاڑیوں
میں چھستا چلا گیا۔ اور جھاڑیوں کے لئے پتوں نے اُسے فدی
طور پر چھپایا۔ عمران نے پھر تی سے جیب میں لامپ ڈال کر
ریو اور نکال لیا۔ اور پھر اپنے آپ کو ایڈ جبٹ کرنے لگا۔
اُسی لمحے اُسے دور سے ایک زور دار دھماکے کی آواز سنائی
دی۔ پہ دھماکہ بم کا تھا۔ اور عمران سمجھ گیا کہ جو لیا سے بھی
مجسم گکر لچکے میں۔ اب یہ معلوم نہ تھا کہ بم جو لیا کی طرف سے چھیکا
گیا ہے یا مجرموں کی طرف سے۔ اُسے اطمینان تھا کہ
جو لیا پر آسانی سے ہاتھ نہیں ڈالا جاسکتا۔ کیوں کہ جو لیا کی کار
بلٹ پر وف ہونے کے ساتھ ساتھ اس میں ایسے سسے موجود
تھے جس کے ذریعے اند ریٹھ ہوتے مجرموں پر غائب نگ کی جا
سکتی تھی۔ اسی لمحے مجرموں کی کار اس کے گڑھے سے ہوئی ہوئی دوسرے
بڑے گڑھ کے کنارے پر رکی۔ اور پھر اس میں سے مجرم

کو دکھانے پر گڑھے میں اترنے لگے۔
 عمران نے جھاٹی سے سراہنچا کر کے گڑھے کے کنارے سے
 باہر چھاٹا کا اس کا یہ وگرام یہ تھا کہ وہاب مجرموں کی کارلے کر
 نکل جائے گا، مگر اسی لمحے اس نے مجرموں کی کامکوریت میں آتے
 دیکھا۔ اور پھر اسے دوسری طرف سے جولیا کی کاربجی اسی
 طرف کو پکتی ہوئی نظر آئی۔ اور پھر عمران کے دیکھتے ہی دیکھتے
 مجرموں کی کارکے ڈرایور نے بڑی ہمارت سے جولیا کی کار کو
 سائیڈ ٹاؤنی۔ اور جولیا کی کار پٹھنیاں کھاتی ہوئی مخالف سمت
 میں لڑکتی چلی گئی۔ اور عمران بے اختیار اچھل کر گڑھے سے باہر
 نکلا آئا۔ اسی لمحے مجرموں کی کار کی احسان میں سے ڈرایور
 مشین گن سنبھالے نیچے اترنا۔ اور جولیا کی کار کی طرف دوڑتا
 چلا گیا۔

عمران نے پھر تی سے روایت سیدھا کیا اور دوسرے لمحے
 لڑکے دبا دیا۔ ڈرایور ناہمی جولیا کی کار تک رسپنچا بھی نہ تھا لہ عمران
 کی گولی اس کی پشت کچھ بیٹھی تھیں اندھستی ہی تھی۔ اور وہ
 پیچے مار کر سڑک کے کنارے ہی لڑکتا پڑ گیا اور عمران نے اس
 کے نیچے لڑکتے ہی تیزی سے اس کی طرف بعد نکلا وہی۔ ڈرایور
 سڑک پر پڑا ایٹھیاں رکھ کر دناتھا۔ گوئی شاید اس کے دل میں
 ٹھس گئی تھی سکیوں کہ اس کے منہ سے خون فوارے کی طرح نکل
 رہا تھا۔ اور پھر عمران کے پختے پختے دھماکتہ دھماکتہ پوکیا عمران
 نچھپ کر اس کی اکٹ طرف چڑھی ہوئی مشین گن اٹھائی اور

پھر وہ جولیا کی کار کی طرف بڑھا۔ جولیا کی کار الٹی ہوئی تھی۔

جیسے ہی عمران جولیا کی کار کے قریب پہنچا اپنا نک اُسے اینی پشت کی طرف تکسی کی آواز سنائی دی۔ اور عمران اچھل کر کار کی آٹھ میں ہو گیا۔ اور اس کی اس چھلا گئنے اسکی زندگی بجا لی۔ کیوں کہ عین اُسی جگہ تردد اسہب سے گولیاں برسیں۔ جہاں چند لمحے پہلے عمران موجود تھا۔

عمران تیزی سے کار کی آٹلیتا پروا دوسرا می طرف آیا۔ اور پھر رینگتا ہوا آگے بڑھا۔ اس نے دو غیر ملکیوں کو گھٹھے سے نکل کر انہیں اپنی کار کی طرف پکتے ہوئے دیکھا۔ مگر اب ان کا پانچ نکلنا محال تھا۔ عمران نے ہاتھ میں یک روپی ہوئی مشین گن سیدھی کی۔ اور دوسرے لمحے تردد اسہب کی گوشخ دار آواز فضای میں پھیلی چلی۔ اگری اور اس کے ساتھ ہی دونوں غیر ملکی چھتے ہوئے زمین پر چاکرے اور عمران نے تیزی سے مشین گن کا سار پھر دیا۔ اس نے گھٹھے کے کنارے سے تیسرے غیر ملکی کاسرا بھرتے ہوئے دیکھا تھا۔ مگر وہ غیر ملکی کچھ زیادہ ہی ہوشیار تھا۔ وہ تیزی سے دوبارہ غوطہ لگا گیا۔ اور عمران کی مشین گن سے چلنے والی گولیاں اس کے اوپر سے ہو کر نکلتی چلی گئیں۔

عمران تیزی سے پیچھے ہٹا اُسے مجرموں سے زیادہ جولیا کی فکر تھی۔ اس نے بڑی سی رتی سے الٹی ہوئی کار کا دروازہ کھولنے کی کوشش کی۔ مگر دروازہ لاک تھا۔ وہ تیزی سے گھومتا ہوا دوسری طرف آیا۔ کیوں کہ اس طرف کا شیشہ کھلا ہوا تھا۔

اس نے کھڑکی سے ہاتھ دال کر اندر سے لاک کھولا۔ اور پھر دروازہ کھول دیا۔ مگر اسی لمحے ایک گولی اس کے سر کے پاس سے گزرا گئی اور عمران کسی سانپ کی طرح پیٹھ گیا۔ اور بھر اس کا ہاتھ تیزی سے حرکت میں آیا۔ مگر اس کی مشین چن منٹھنے والی گولیاں بھی خالی جلی گئیں۔ کیوں کہ فائرنگ کرنے والا عمران کی صور و فیض کی وجہ سے اپنی کار تک پہنچ کر اس کی اوٹ لے چکا تھا۔ عمران کار کے پیچے دبکا ہوا اس کے باہر نکلنے کا انتظار کرتا رہا۔ مگر دوسرا سے لمحے اس نے کار کو ایک جھٹکا کھا کر آگے بڑھتے دیکھا۔ شاید اس عین ٹکنی نے اب بھاگ جانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ کار کے حرکت میں آتے ہی عمران اللہ کم تیزی سے سرڈک کی طرف بھاگا۔ اور اس نے کار کے پیچے پھٹے ٹانروں پر مشین گن کے برسٹ مارنے کی کوشش کی مگر جب تک عمران پوزیشن لیتا کار موڑ کے قریب پہنچ چکی تھی۔ اس کی زفار خاصی تیز تھی۔ اور عمران کی مشین چن کی ریخ سے نکل چکی تھی۔ دوسرا سے لمحے ہی کار موڑ کاٹ گئی اور عمران ایک طویل سانس لیتا ہوا تیزی سے واپس مٹا۔ اور پھر اس نے کھلے دروازے میں سے سیدھا اور سیرنگ کے درمیان چینی سوپی جو لیا کو کچھ کچھ کر باہر نکال ہی لیا۔ جو لیا بلے ہوئش تھی۔ عمران نے اس کی بیٹھنے چاک کی۔ اور اس کے چہرے پر اطمینان کے آثار ابھر آئے۔ جو لیا صرف اچانک ضرب لگنے کی وجہ سے بے ہوش تھی۔ دردناک کی حالت خظر سے باہر تھی۔

عمران نے بڑی بھرتی سے اس کی ناک دوا جھکیوں کی چنگی سے
بندہ کی اور دوسرا باتھ اس کے منہ پر سختی سے جمادیا۔ بے ہوش
آدمی کو فوری طور پر ہوش میں نے آنے کا اس سے زیادہ اور
اچھا مطابق کوئی نہ تھا۔ اور چند لمحوں بعد ہی جولیاکے ہوش
جسم میں حرکت پیدا ہوئی۔ اور جب جولیا نے آنکھیں کھولیں تو
عمران نے باتھ ہٹایا۔ مگر اسی لمحے وہ اچھل کر فرش
پر گرا۔ اسے یوں حسوس ہوا جیسے اس کے بازوں میں لوہے کی
دھکتی ہوئی سلانخ گھستی چلی گئی۔

جو لیا کو ہوش میں نے آنے کے چکر میں مشین گن وہ پہلے ہی
رکھ چکا تھا۔ اس لئے نیچے گرتے ہی اس نے لا شوری طور پر
جیب سے روپا وزن کالا۔ اور پھر قلا بازی کھا کر اس نے فاکر کر دیا۔
دوسرے لمحے ایک یعنی سنائی دی اور کسی کے نیچے گرنے کا
دھاکر سنائی دی۔ اور عمران ایک طویل سانس لیتا ہوا اللہ کھڑا
ہوا۔ فائز کے انداز سے ہی وہ سمجھ گیا تھا کہ فاکر کرنے والہ ذرا
فاسد پر موجود درخت کی آٹی میں ہے۔ اس لئے اس نے
اوہری فائز کیا تھا۔ ادب یہ اس کی خوش قسمتی اور مجسم کی
باقسمتی تھی کہ مجھرم فائز کرنے کے بعد یہ سمجھا تھا کہ عمران بہت ہو
چکا ہے۔ اس لئے وہ درخت کے نوٹے تنے کی آٹی سے باہر
نکل آیا تھا۔ اور اسی لمحے عمران کی گولی نے اُسے چاٹ لیا تھا۔ اور
عمران ایک طویل سانس لیتا ہوا اللہ کھڑا ہوا۔ جولیا بھی اس
دوران اللہ بیٹھی تھی۔ اس بارہ عمران واشقی مجرم کے ہاتھوں

چکر کھا گیا تھا۔ اب یہ تو اس کی خوش قسمتی تھی کہ جب وہ وقت مجرم نے ناٹو کیا اُسی لمحے ہمراں جو لیا کو چھپوڑ کر اٹھ کر اُہجا تھا۔ اور اس کے اچاہک حرکت میں آ جانے کی وجہ سے گوئی اس کی پشت میں گھسنے کی بجائے اس کے بازو سے رکڑ کھاتی ہوئی گزدگمی تھی۔ ہمراں نے انتہے ہی باندھ کو سنبھالا۔ اس میں سے خون مکمل رہا تھا۔

تالہ سمارے۔ تم ذمہ ہو۔ جو لیں نے ہمراں کے بازو سے خون نکلتے دیکھ کر بخوبی ہوئے کہا۔ اور پھر وہ اچل کر کھڑی ہو گئی۔

ہمہارے لئے بخوبی کتنے زخم کھلنے پڑیں گے؟ ہمراں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ مگر جو لیا مسکراتے بغیر تیزی سے ہمراں کی طرف پڑھی۔ اس نے ہمراں کا ذخیرہ دیکھا تو اس سے قدرے الہمیناں ہو گیا۔ زخم کہرازہ تھا۔ گھل لئے مرغ رکڑ کھاتی تھی۔ اس نے پھر تیزی سے ہمراں کے بازو کی قسمیں پھاڑی اور اس سے بھی بنا کر اس کے باندھ پر باندھنی شرودر جو کہ دی۔

اسی کو کہتے ہیں بیماری جو تی ہمارے سر۔ ہمراں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ششکر کرو پرچ کھئے ہو۔ درد نہ بڑھی ڈٹ جاتی۔ جو لیا نے سنجیدہ پہچانیں کہا۔

جب جسم زخموں سے پر ہو جائے گا تو پھر یہ یوں کی ہی باری آئی ہے۔ افتادہ سے عاشقی۔ ہمراں نے منہ بناتے ہوئے

کہا۔ اور جو لیا اس بار نہ چاہنے کے باوجود دبھی نہیں پڑی۔ پڑی بندھنے کے بعد عمران اور جولیا نے زور لگا کر جولیا کی کار کو سیمہ ہا کیا۔

"لے یہیں چھوڑو۔ میرے ساتھ آؤ۔" — عمران نے جولیا کی کار کی طرف دیکھتے ہوتے کہا۔ اور پھر وہ تیزی سے اس موڑ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ کیوں کہ وہ مجرم کا بنایا ہوا پروگرام سمجھ گیا تھا۔ اس نے کار موڑ کے قریب روک دی ہو گی۔ اور خود اتر کر واپس آگیا ہو گا۔

"ارے ادھر کہاں جا رہے ہو۔" — جولیا نے چرت بھرے پہچے میں کہا۔

"ہمارے لئے یہاں ایک صحیح سالم کار موجود ہے۔ آؤ۔" اور پھر ایسا نہ ہو کہ کوئی کار ادھر آنکھے۔ اور ظاہر ہے پھر پوسٹس نے یہیں آسافی سے نہیں جانے دینا۔" — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ جولیا کو سہراہ لئے بھاگتا ہوا موڑ کی طرف بڑھا۔ موڑ مڑتے ہی اس نے مجرموں کی کار ایک طرف کھڑی دیکھی۔ اور وہ دونوں کار کے قریب پہنچ گئے۔ عمران نے سٹرینگ سنبھالا جب کہ جولیا ساتھ دالی سیٹ پر بیٹھ گئی۔

"تمہاری کار کہاں ہے۔" وہ تو مجھے نظر نہ آئی تھی۔" جولیا نے کار میں بیٹھنے ہوئے پوچھا۔

"میری کار جھرے گئی ہے میں آرام فرمادی ہی ہے۔ میں بھی کب سے اس سے سمجھا جھرنا نے کے موڑ میں رکھا۔" مگر وہ مجھے چھوڑ

ہی شدہ ہی تھی۔ آج بڑی مشکل سے جان چھڑائی ہے۔ عمران
نے کار کو دوبارہ ساحل سمندر کی طرف موڑتے ہوئے کہا۔
”میں نے ایک کار کو تو یہ سے اٹا دیا تھا۔ مگر اس کار کا ڈرایور
مجھے چکر دے گیا۔ جو لیا نے سر ملا تے ہوئے کہا۔
”عورتوں کو چکر دینا کون سا مشکل ہے۔ مگر ایک بات بتاؤ تم
آخر یہاں کہاں سے آئیں تھی۔ کیا تم بھی میری طرح ساحل سمندر
پر تفریح کرنے جا رہی تھیں؟“ عمران نے الگھیں چڑھی کرتے
ہوئے پوچھا۔

”میں آن ڈیوٹی تھی۔ تہارہ بھی طرح فارغ نہیں پھر تی رہتی
ہوں۔“ جو لیا نے طنز بیٹھے ہیں کہا۔
”اچا۔ پھر یہیں آتا ہوں تاکہ تم اپنی ڈیوٹی پوری کرنی دہو۔“
عمران نے مسکرا تے ہوئے کہا۔
”اوے نہیں۔ مجھے تم ساحل پر آتا رہنا۔ وہاں سے شیکھی مل
 جائے گی۔“ جو لیا نے چھرا نے ہوئے بیٹھے ہیں کہا۔ بعد عمران
مسکرا دیا۔

”مگر تم نے بتایا نہیں کہ ڈیوٹی کیا تھی۔“ کیا میر اتعاقب کرنے
پھر رہی تھی؟ عمران نے جان بوجھ کر اُسے چھڑتے ہوئے
کہا۔

”اوے نہیں۔ تہارہ اتعاقب۔ تہارہ جیشیت ہی
کیا ہے۔ میں تو سر کار پر ڈیوٹی پڑھتی ہیں۔“ جو لیا نے بڑا سا
منہ بنکتے ہوئے کہا۔

ہاں جی — اب اس چھپے ایک شو کے مالستہ بہانی کیا جیشیت
ہے — بہم تو ہوتے گھر دے کی محفلی جب جی چاہا پکڑلی ہے
عمران نے بٹھے رددینے والے اندازان میں کہا۔
”سنو عمران — سزاں دفعہ میں نے تمہیں سمجھایا ہے کہ
میرے سامنے باس کی برائی نہ کیا کرو، مگر تم باز نہیں آتے۔ میں
کسی دن تمہیں گولی مار دوں گی — جو لیا نے غصے لے ہے میں
کہا۔

”اوے — کیا کہہ رہی ہو۔ اس چھپے کی خاطر مجھے گولی مارو
گئی۔ یہ تو میرا اظر فہمی ہے کہ میں نے اس چھپے کو آج چکا بل سے
نہیں نکالا۔ درد جس وحشت مجھے خسرا آگئا، میں اس کی گھون
دہ پڑھ کر اسے چھپے مار گوتیاں کھلا دوں گا۔ پھر تابتی پھرنا۔
عمران نے کوخت بیجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔
”یو شٹ اپ — اب اگر کچھ کہا تو گولی مار دوں گی۔
جو لیا اور بھی بھر کی اٹھی۔

”لےئے — تمہاری گولی کھانے کے انتظار میں تو میں بولھا ہتا
جا رہا ہوں۔ — عمران نے ڈھیٹ عاشقون کے سے بیجے میں
کہا۔

”روک دو کار — میں پیلی چلی جاؤں گی۔ میں تمہاری گبواس
نہیں سن سکتی۔ اور سنو — ایک شو سے بات کروں گی کہ تمہیں
ایک با تو ایسی عربت ناک بمزادے کے آئندہ تمہیں اس کامدان
اڑانے کی جرأت نہ ہو سکے۔ — جو لیا نے غصے لے ہے میں کہا۔

” اے کیا خوش قسمتی ہے اس چوبے کی ۔ روز اس سے جھاؤں نہیں سنتی ہو۔ مگر پھر بھی سایہ دل اُسی کی صبح ہو۔ پتہ نہیں کیا گھول کو پلا دیا ہے اس نے ۔ عمران نے مسکرا لئے ہوتے کہا۔

” ایک شوہن بھجے آج بھک جھاؤ۔ وہ میری بے پناہ حرمت کرتا ہے ۔ اسی لئے میں بھی اس کی حرمت کریں ہوں۔ دندن تم جانتے ہو۔ اب ظاہر ہے وہ عمران کے سامنے کہاں تسلیم کر سکتی تھی۔ کہ ایک شوہن جھاؤ بھی پڑائے۔

” ماں ماں ۔ مجھے معلوم ہے کہ وہ اپنے مبروں کی کتنی حرمت کرتا ہے۔ اگر یہ سیکرٹ سروس کا ممبر ہوتا تو بجائے خود کوئی کرنے کے اُسی کا گھونٹ دیتا۔ ۔ عمران نے جواب دیا۔

” ماں ۔ جیسے وہ عالم آدمی ہے۔ تمہارے پاس خود کو خدا پر کر گلاد بھانے آجائے گا ۔ جو لینے کے جواب دیا۔

” وہ سکرے آدمی ہی نہیں ہے۔ آدمی ہوتا تو تم بھی صینہ کی قدر کرتا۔ شادی کر کے قمر باتا۔ میساڈن ٹیاڈن کرنے نے دالے پیچے پیدا کرتا۔ ۔ جملان نے کہا۔ اور وہ دوسرا سلیعہ وہ تیزی سے ایک طرف جگ جیا۔ کیوں کہ جو یہاں فرض کی غدت سے باہم پھوڑ دیا تھا۔

” اے اے ۔ یہ کیا کر رہی ہو۔ میں تو تمہاری می تعریف کر رہا ہو ۔ ” عمران نے اپنے آپ کو سچاتے ہوئے کہا۔

”ردو کار ردو“ جو لیا نے غصہ سے چھیتے ہوئے کہا۔
اور عمران نے پھر قی سے بریک لگادیئے۔ کار رکتے ہی جو لیا نے
در دار زہ کھولا اور اچھل کر باہر نکل گئی۔ اس کے چہرے پر ابھی
تک غصے کے آثار موجود تھے۔

”اچھا بانی بانی“ عمران نے سکراتے ہوئے باتھہ
لبھایا اور پھر کار کو تیزی سے آگے بڑھائے لئے گیا۔ ساحل سمندر
دہائی سے ایک آدھ فرلا گئی دور تھا۔ اور عمران جانتا تھا کہ
جو لیا کو دہائی سے ٹیکیسی آسمانی سے مل جائے گی۔
وہ سی عمران نے اُسے جان بوجھ کو غصہ دلایا تھا۔ کیوں کہ وہ
اُسے اپنے ساتھ ہو ٹھیک نہ لے جانا چاہتا تھا۔ جہاں اُسے
فیاض کے ہوتے کی خبر ملی تھی۔ کیوں کہ اس طرح جو لیا کھٹک بھی سکتی
تھی۔ کہ اس نے تو ایک ٹوکو اعلان دی تھی۔ پھر یہ عمران کو اتنی بلندی
اعلان کیسے مل گئی۔ اس وقت تو اس نے جو لیا کو فوری طور پر
اس لئے اپنی نگرانی کے لئے بلا لیا تھا۔ کیوں کہ وہ جانتا تھا کہ
جو لیا کو فوری طور پر کام پر نہ لگایا تو وہ جھاڑ پڑنے کے بعد کتنی گھنٹوں
تک بیٹھی رہتی رہے گی۔ اس وقت تو اس کا پروگرام ہی تھا
کہ وہ جو لیا کو راستے میں ہی چکر دے کر تعاقب سے جھینک دے
گا۔ مگر دمیان میں کوڈ پڑے مجرم۔ احسان طرح مسئلہ
خواب ہو گیا۔

عمران نے ساحل سمندر پر ہنخ کے بعد مجرموں کی کار ایک سڑک
پار کنگ میں کھڑی کی اور خود ٹیکیسی سینہ میں کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

فیاض کی آنکھ کھلی تو اس کے منہ کا دالہ سخت سمجھ کر دو اس
بُورا ہاتھا۔ اس نے پہلے تو خالی خالی نظر دی سے اور حرادھر
دیکھا۔ اس کا انداز ایسا تھا ہیسے وہ اپنی یادو اشت کھو بیٹھا ہو گکھر
آہستہ آہستہ اس سے سب کچھ ملا آپنا۔ اور دوسرا سے تجھے دھاچکل
کر بیٹھ گیا۔ وہ ابھی تک قائم پر موجود تھا۔ اس کے کپڑے شکن ہاؤ د
ہو چکتے اور بال بکھرے ہجھتے۔

"ارے ۔۔۔ وہ شہلا ۔۔۔" فیاض کو اچانک شہلا یاد ہجئی۔
جس کے ساتھ وہ اس فیملی رام میں آیا تھا۔ اور وہ چونکہ کھدا
ہو گیا۔ شہلا کا گھرے بیس نام و نشان بھی نہ تھا۔ البتہ بیبا فی بی
شراب کی بڑی بوتل اور فود گلاس ابھی تک یہ نے ہوتے تھے۔
اور پھر فیاض کو گزر دی ہوئی سادھی کہا تھی یاد آتی ملی گئی۔ اُسے
یاد آیا کہ شہلا نے چلیج گر کے اُسے ایک ہی سائنس میں شراب

کی پوری بوتل پینے پکسایا گیا تھا۔ اور پردوہ جوش میں بغیر یا فی ملتے پوری بوتل چوڑھا گیا تھا۔ اور ظاہر ہے اس کے بعد اُس نے میں دھت ہونا ہی تھا۔ فیاض کا چہرہ بڑی طرح جگد گیا۔

”اس کا مطلب ہے شہلا نے میرے ساتھ دھوکا کیا ہے؟“

فیاض نے بڑی بڑی آنے ہوئے کہا۔ اور پھر قدم پڑھا کر وہ ملحوظہ باستق روم میں گھستا چلا گیا۔ اس نے آئنے میں اپنا چہرہ دیکھا۔ تو اُسے شہلا پر اقدار زیادہ غصہ آگیا۔ اس کے کپڑے سخت شکن آؤد تھے۔ اور ان کپڑوں میں باہر جانا اپنا مذاق اڑانا تھا۔ اس نے کپڑے اتارے اور پھر اچاک ایک خیال کے سخت اس نے جلدی سے اپنی جیبیں شوٹنی شروع کر دیں۔ گھر جیبوں میں اس کا شناختی کارڈ اور رقم سمیت سب چیزیں بالکل محفوظ تھیں۔ اب اس کی سمجھو میں نہ آ رہا تھا کہ آخر شہلا کا مقصد کیا تھا۔ کیا وہ صرف اُسے بے دوقوف بنانا چاہتی تھی۔ یا وہ اس سے کوئی خاص بات پوچھنا چاہتی تھی۔ مگر جتنا وہ ذہن پر زور دتا کہ اُسے شراب پینے کے بعد کی گفتگو یا داد آ جائے۔ مگر ذہن کی سلسلہ بالکل صاف نہیں۔ آخراں نے نیچ گ آ کر فہریں پرندوں دنیا چھوڑ دیا۔ اور پھر اپنے کپڑوں کی جیبوں میں سے اپنا سامان مٹکال کر غسل خانے کی الماری میں رکھا۔ اور پھر کپڑے اٹھا کر باہر آگئی۔ اس نے بستر کی چادر اٹھا کر بامہ ھلی۔ گواہی نے اندر ورثہ پہن رکھا تھا۔ لیکن پھر بھی اس نے مناسب سمجھا کہ دیر میں کے آنے پر دہ اندر ورثہ میں نہ ہو۔ اور بستر کی چادر بھر میں

باندھ کر اس نے دیٹر کو بلانے کی گھنٹی سمجھی۔ دوسرا بے لمحہ درعاڑہ کھلا۔ اور دیٹر اندر داخل ہوا۔ فیاض کو اس حالت میں دیکھ کر وہ ایک بھائی کے لئے شکر گیا۔ اور اس کے چہرے پر ملکی سی سکراہٹ تیر گئی۔ یکن اس نے جلد ہی اپنے آپ کو سنجھاں لیا۔ فیصلی روڑز میں وہ اس سے بھی بڑے تمثیل شد کیکھ چکا تھا۔

”میں سوتے۔“ دیٹر نے سمجھیدا ہرگز موڈ بانہ لہجے میں کہا۔ ”وہ لوگ کس وقت گئی تھی؟“ فیاض نے سخت یعنی میں پوچھا۔

”وہ تو جناب سعوطی دیر بعد چل گئی تھی اور مجھے کہہ گئی تھی کہ صاحب آنام کر رہے ہیں انہیں دُشُرہ بن کیا جائے۔“ دیٹر نے موڈ بانہ لہجے میں کہا۔ ”اچاسنو۔“ یہ نو دس روپے۔ اور ہر ٹوپے کی طرفے جاکر استرنی کرالا۔ باقی تین روپے لینا۔ فیاض نے بڑے سخادرت بھرے لہجے میں کہا۔

”مگر سو۔“ ہمارے ہوش میں تو استرنی کرنے والا انہیں ہے۔“ دیٹر نے دس روپے کا لٹڑ لیتے ہوئے اپنے بوس تک پہنچ میں کہا۔ ”کیون نہیں ہے۔“ یہ ہوشی سمجھا۔ ”مگر دخانہ۔“ فیاض نے غصہ سے دھاڑتے ہوئے کہا۔

سب بہتر سر میں نیچے جا کر خود استری کر لاتا ہوں
 جاپ دیٹرنے جھرانے ہوتے ہجے میں کہا۔
 ”خوکر دیا کسی سے کر لاو۔“ مگر آڈ جلد فیاض نے بگڑتے
 زیادہ دیر یہاں نہیں مک سکتا۔ فیاض نے بگڑتے
 ہوئے ہجے میں کہا اور دیٹر اس کے پاٹتے سے کپڑے کے
 کرتیزی سے دروازے سے باہر نکلا چلا گیا۔
 مکروہوں روپے ہوٹل پر لگادیتے ہیں مگر ایک استری
 کرنے والا نہیں رکھ سکتے۔ ہونہہ۔ فیاض نے غصے
 سے پھٹکاڑتے ہوئے کہا۔
 اور پھر اٹھ کر وہ دوبارہ غسل خلنے میں گھس گیا۔ اس نے
 الماری میں موجود ایک روک رینز سے ایک بار پھر شیو بنائی۔
 کیوں کہ اس سے احساس ہوارہ تھا جیسے اس کی شیو بڑھ گئی ہو۔
 شیو بنانے کے بعد اس نے نل کھولا۔ اور خوب زور شور
 سے نہایا شروع کر دیا۔ ٹھنڈے سے یافی کی چھواروں نے اس
 کے ذہن پر چھاتی ہوئی بوریت کی دبیزگر داتار فی شروع کر
 دی۔ اور پھر وہ بڑے مزے سے نہایا تارہ۔ جب خوب
 دل بھر کر نہایا چکا تو اس نے الماری سے نیا تولیہ نکالا اور جسم
 کو خوب دکھو دکر صاف کرنا شروع کر دیا۔

اسی لمحے اسے کھرے کا دروازہ کھلنے کی آداز سنائی
 دی۔ اور وہ سمجھ گیا کہ دیٹر کپڑے استری کا کو ملا دیا ہو۔

”صوفی پر کھدو اور جاؤ“ — فیاض نے غسل خانے کے اندر سے تکہاں لہجے میں کہا اور پھر اطمینان سے الماری میں موجود پوڈر وغیرہ جسم پر چھپ رک کر اس نے تو لیہ دماغی ریک طرف بینے ہوتے ٹیکے میں پھینکا — اور انڈر ویک کے ساتھ ہدعاں کھول کر وہ بڑے مطمئن انداز میں کھرے میں داخل ہوا۔ مگر دوسرے لمحے اس کے منہ سے پچھ سی نکل گئی — کیوں کہ سامنے صوفی پر عمران علیہا السلامی دل جسپ نظریں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔

”عم — عم — عمران تم — تم اور یہاں“ فیاض نے بڑا بڑا تے ہوتے کہا اور پھر لپک کر اس نے بستر کی چادر اٹھانی اور سچلے جسم پر لپیٹ لی۔ ”خوب — تو یہ عیاشی ہے۔ میں بھی کھوں کہ میر سماں کی صحت کیوں خراب ہوتی جا رہی ہے۔“ کھوں کے گرد حلقة پڑتے جا رہے ہیں — چہرہ زرد ہوتا جا رہا تھا باختون میں رعشہ اور پیری دل میں لرزش — اب پتہ چلا۔

”عیاشی — نہیں نہیں — وہ بھاگ گئی مجھے شراب پلا کر — وہ تمہاری حسینہ عالم۔“ کہتے تھے اس سے دوستی لگاؤ۔ — فیاض نے جو اپنے آپ کو سنبھالنے میں کامیاب ہو چکا تھا۔ بُرا سامنہ بناتے ہوئے کہا۔

”بھاگنا ہی تھا۔ حب تھے اپنا رعشہ زدہ ہاتھ اس

کی مرف بڑھایا ہو گا۔ اور کنوں میں پڑے ہوئے ڈول کی طرح
آنکھیں گھمائی ہوں گئی تو اس نے بھائنا ہی تھا۔ اور یہ مان
جلدی سے کپڑے پر ہن لوڈیٹھی آئیں ہیں۔ انہیں اعلاء علی
گئی ہیے کہ فیاض دمائل عیاشی کر رہا ہے۔ مجھے تبس اتنا ہی
پتہ چلا تو میں بھاگ کا آیا کہ تمہیں ہوشیار کر دعویٰ۔ عمران
نے فودا اپنیزہ بدلتے ہوئے کہا۔

”اُو رے اُو رے باب دنے۔ اُو رے کیا کچھہ رہے ہے ہو۔
مارا گیا۔ میرے کپڑے تو دیر استری کر لانے لے گئے ہے۔
فیاض نے بوكھلا منٹ میں ناچھتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے
پر سخت تھہراہٹ کے آثار رہنیا یاں ہو گئے تھے۔
”اُو رے یہ کیا غصب کر دیا تم نے۔ پھر ایسا کہ دیوں ہی
بھاگ چلو۔ لوگ ہی نہیں گئے نا۔ کوئی بات نہیں۔ مگر دیٹھی
نے جو دشتر کرنا ہے وہ تمہیں معلوم ہے۔“ عمران نے اسے
بڑنے سنجیدہ انداز میں سمجھاتے ہوئے کہا۔

”ہاں ہاں چلو چلو۔“ فیاض۔ فودا ہی راضی ہو
گیا۔ اس کی تو سر رحمان سے اس حالت میں سامنا کرنے کے
تصویر سے ہی دور جانا ہوا ہی تھی۔ اور پھر وہ دروازے کی
طریق بڑھا۔ مگر اب یہ اس کی خوش قسمتی تھی کہ اُسی لمحے دیر
دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں استری شدہ
کپڑے لئے اور پھر وہ ستارہ افسوس خانے میں گھسن گیا۔ اور

عمران کے ملت سے ایک طویل سانس نکل گئی۔ ورنہ آج دہ اشیعی بن یوسف کے سپرشنڈنٹ فیاضن کو بھری سرکر پر نگاہ دوڑنے میں کامیاب ہوئی گیا تھا۔ مگر دیر نے عین موقع پر شپک کر اس کا سارا میلان فیل کر دیا تھا۔

"بھاول جاؤ اب"۔ عمران نے فیاضن کے غسل خلنتے میں گھنٹے کے بعد دیر سے مخاطب ہو کر کہا اور دیر سر طباہا ہوا واپس چلا گیا۔ خود می دیر بعد فیاضن ٹھائی کی ناٹ شیک کرتا غسل خاتمے سے نکلا۔

"آؤ عمران چلیں" کہیں سر رحمان نہ آجائیں"۔ فیاضن نے فدا ہی بیرونی دروازے کا سرخ کرتے ہوئے کہا۔

"اب آرام سے بیٹھ جاؤ" سر رحمان کو میں نے راشتے میں ہی واپس بیٹھ دیا ہے۔ میں نے انہیں پا دلا۔ دیا تھا۔ کہ انہوں نے دوپہر کو بلڈ پریشر کی دھانہیں کھائیں اور ظاہر ہے اس کے بعد وہ کہاں آتے تھے"۔ عمران نے بنا سا منہ بنا تے ہوئے کہا۔

"ہوں" تو یہ بات ہے تم مجھے اس طرح نجھا پا سر نکال کر سپر اندھا ق اٹوانا چھتے تھے" میں تھیں دوست سمجھ دیا تھا مگر تم"۔ فیاضن نے غصہ سختی پہلاتے ہوئے کہا۔

"اسے بجاوی" میری بات تو سنو" مجھے تو پوچھو کر میں کیسے آیا۔ بڑی مشکل سے مبتہا را یہ فیملی روم لا ہونہ ڈھانے پر کاس روپے شیکسی کے بھرے ہیں۔ ایک ٹوپی ماندہ میں کھائی

ہے۔ بیس روپے جیسے کے دیتے ہیں۔ اور تم اللہ نا راضی ہو
رہے ہو۔ عمران نے فودا ہی موضوع پر لئے ہوئے کہا۔
”گولی کھائی ہے۔ اسے ہاں۔ یہ تھہارے بازو روپ
پٹی تو بندھی ہوئی ہے۔ مگر کیا واقعی زخم ہمی ہے۔ یا مجھ سے
پسے بٹوٹے کا ذرا مرد ہے۔ میں نے کوئی پیسہ نہیں دینا۔“
فیاض نے جڑ اسامنہ بنلتے ہوئے کہا۔

”وسنو۔“ میری کارتباه ہو گئی۔ جو لیا کی کارالٹ گئی میری
کار کے دوٹا کر بر سٹ ہو گئے۔ اور آپ فرماتے ہیں پسے ہی
نہیں دیتا۔ بھائی ڈیچھ سرکل کے آٹھ محرم ہلاک ہوئے ہیں اور
سب تھہارے کھاتے میں۔ ایک لاکھ روپے فی مجرم لول
گا۔ اس سے کم پر بات نہیں بنے گی۔“ عمران نے سہ
ہلاتے ہوئے کہا۔

”کیا کہہ رہے ہو۔ آٹھ مجرم ڈیچھ سرکل کے ہلاک ہوئے
ہیں۔ کہاں ہیں ان کی لاشیں اور کسے ہلاک ہوئے۔“
فیاض نے ڈیچھ سرکل کا لفظ سنتے سی احتہ ہوئے کہا۔ اس کی
آنکھوں میں یک دم حمک سی ابھڑائی تھی۔

”ایک لاکھ روپے فی مجرم۔“ نکالو چک۔ جلدی کرد
کہیں الیانہ ہو کر یوں اسیں اٹھا کر لے جائے۔ پھر ڈیڈی
تسییم نہیں کریں گے۔“ عمران نے سہ ہلاتے ہوئے
کہا۔

”یہ تو بہت ہے۔ آٹھ لاکھ روپے تو بہت میں۔ اچھا ایسا

کرو۔ ایک بزار روپے لے وو چلو۔ فیاض نے برا سامنہ بنلتے ہوئے جیب میں ٹاٹھ دالا۔

”بزاری مرضی“ منت دو میں ایک ٹوکو پچ دیتا ہوئی مجرم کیا کہ دل گزارا تو کرن لیتے ہیں“ عمران نے سخیدہ بنتے میں کہا۔ اور پھر ایک طرف رکھے ہوئے فون کی طرف ٹاٹھ بڑھایا۔

”اسے اسے ٹھہر وو اچھا یہ لو چار لاکھ کا چیک لکھ دیتا ہوں یقین کو عمران۔ آج کل قلاش ہو رہا ہوں دیکھو نہ تم سیرے دو سوت ہو۔ میرے بھائی ہو۔“ فیاض نے جلد میں سے جیک سے چیک بک نکالی اور عمران کی منت شروع کر دی۔

”اچھا۔ چلو جلد می کرو۔ تم بھی کیا باد کرو گے کس حاتم طافی سے داسطہ پڑا ہے۔ مفت ہی مجرم دے دیئے“ عمران نے کہا اور فیاض نے جلد می جلد می چیک کھدا شروع کر دیا۔ فیاض کے یاقتے سے چیک لے کر اس نے اس پر ایک نظر ڈالی اور پھر اسے بڑی احتیاط سے جیب میں ڈال لیا۔

”اب بتاؤ۔“ جلد می کرد کہاں ہیں مجرم۔ فیاض نے پر جوش پہنچے میں کہا۔

”اس وقت تو میری جیب میں ہیں۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تم سور کیتے سترے چیک لے لیا۔ نکالو میرا چیک“

فیاض نے یک دم غصے سے اچھلتے ہوئے کہا۔

”اے اے شانتی بھائی۔ شانتی۔ اوه سوری شانتی تو موئٹ ہوتی ہے۔ دھیرج بھائی دھیرج۔ یاد نہم میں

بس ایک ہی خامی ہے۔ فوڑا ہی اچھل پڑتے ہو۔“

عمران نے ہاتھ کے اشارے سے بیٹھنے کر لئے کہا۔

”نہیں۔ تم چیک نکالو۔ مجھے نہیں چاہیں مجرم۔“

فیاض نے غصیلے ہجے میں کہا۔

”کہتا رہی مرضی۔ نیکن سوچ لو۔ پھر کہا تو پورے آٹھ لاکھوں ٹگا۔ ایک بھی کم نہیں ہو سکے گا۔“ عمران نے بڑے مٹھیں انداز میں جب سے چیک نکال کر فیاض کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

”یاد نہم دوسروں کو مصیبت میں ڈال دیتے ہو۔ اب میں کیا کروں۔ دیکھو عمران۔ میرے دوست پسخ کہو۔ کیا دل تھی مجرم ملاک ہوئے ہیں۔“ فیاض نے کچھ دیر تند بذب میں رہنے کے بعد کہا۔

”اچھا یار سنو۔“ فوڑا ٹیلی فون اٹھا و۔ اور سیکم روڈ کے پولیس عقائد سے پوچھو کہ ساحل سمندر پر جانے والی سڑک پر کچھ لوگ ہلاک ہوئے ہیں۔ کسی نے اطلاع دی ہے۔ اچھا ٹھہر و۔ میں خود بات کرتا ہوں۔“ عمران نے کہا اور پھر اس نے تیزی سے رسیور اٹھا کر انکوائری کے نمبر لکھا۔

”یہ۔ اکوائری۔“ دوسرا طرف سے فوٹا ہی۔

جواب خلا۔

”بیکم روڈ پولیس اسٹشن“ عمران نے کہا۔ اور آپ سرٹنے فوراً ہی مطلوبہ نمبر بتا دیئے۔ عمران نے کریٹل دبا کر نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

”یس۔“ بیکم روڈ پولیس اسٹشن دوسری طرف سے ایک کرخت آواز سنائی دی۔

”فیاض سپر شنڈنٹ آف سنٹل انٹل جنس بیورو“ عمران نے فیاض کے لیجے میں بڑے تحکماں انداز میں کہا۔ اور فیاض بالکل اپنا ہی لیجے سن کر دھیرے سے مسکرا دیا۔

”یس سر۔“ یہ سر۔ فرمائیے سر۔ دوسری طرف سے بولنے والا ایک دم گھبرا گیا۔

”تم لوگ کیا کرتے رہتے ہو۔ ساحل سمندر روڈ پر مجرموں نے آفت بیپا کر دی۔“ میں نے اتنے ایک ساتھی کی مدد سے اکیلے ہی آٹھ مجرموں سے خوف ناک جنگ لڑی میشیں گئیں چلتی رہیں اور تم سوئے رہتے ہو۔“ عمران نے لیجے کو انتہائی غضب آؤ دکرتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ اوہ۔ آپ اس داقعے کی بات کر رہے ہیں۔ جہاں کا رس الٹی ہوئی ہیں۔ اور نیزیر ملکیوں کی لاشیں سکھری ہوئی ہیں۔“ دوسری طرف سے بوکھلائے ہوئے ہیجے میں کہا گیا۔

”ماں۔“ عمران نے جواب دیا۔

”اپخارج صاحب کو تھوڑی دیر پہلے اطلاع ملی ہے
وہ فوری سے کروماں گئے ہیں۔“ بولنے والے نے
جواب دیا۔

”تو وہاں اعلیٰ افسران پہنچنے والے ہیں۔ تم جا کر
اپنے اپخارج کو کہو کہ کسی چیز کو ہاتھ نہ لگانے۔ میں بھی پہنچ
رہا ہوں۔“ عمران نے آسے ڈالنٹھے ہوئے کہا۔
”یہ سریں میں ابھی اطلاع دیتا ہوں سر۔“
بولنے والے نے گھبرائے ہوتے ہوئے میں کہا۔

”او۔ کے۔“ عمران نے کہا اور پھر سیور رکھ دیا۔

”اب یقین آگیا تھیں۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے
فیاض سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور فیاض کا چہرہ مسترد سے کھل
اٹھا۔ اس نے دوسری طرف سے بولنے والے کی آواز سن لی
تھی۔ اور اس میں غیر طبیعیوں کی لاشوں کا ذکر تھا۔

”اب مجھے جلدی سے سادھی بات بتاؤ۔ تاکہ میں سر جان کو
بتاسکوں۔ جلدی کرو۔“ فیاض نے باچھیں بچاڑتے
ہوئے کہا۔

”کہاںی۔“ تو تھیار کیا خیال ہے میں نے کوئی فلمی سوری
لکھی ہے۔“ عمران نے یہ کو سخت کرتے ہوئے کہا۔

”اوے اوے۔“ میرا مطلب تھا کہ ہوا کیا۔ تفصیل بتاؤ۔“
فیاض نے گھبرا کر کہا۔ ظاہر ہے اس موقع پر وہ عمران کو
نمارا فن نہ کر سستا تھا۔

"اچھا۔ تفصیل بتاؤں۔ مگر فیاض صاحب۔ تفصیل
مفت تو نہیں مل جاتی۔ آج کل تو مختصر کے بھی پیسے لیتے میں بھائی
کمرشل دور ہے۔ اور پھر تم جانتے ہو۔ میں تو بے کار سآدمی
ہوں۔ میرا تو گزارا اسی مختصر اور تفصیل بخچنے پہنچے۔ عمران
نے بُر اسامنہ بنلاتے سوئے کہا۔

"چار لاکھ روپے لے کر بھی بہت ہمارا پیٹ نہیں بھرا۔ پھر اپنے ہزار
روپے پہلے ہی ایڈ دانس کے نام پر مار چکے ہو۔ جلد ہی
ستاؤ۔ اب مزید ایک پیسے بھی نہیں مل سکتا۔" فیاض نے
آنکھیں لکھلتے ہوئے کہا۔

"اچھا۔ اچھا۔ ناراضی کیوں ہوتے ہو۔ چلو ایک بات مان
جاو۔ فلیٹ کا کرایہ وس سال تک معاف کر دو۔ معاف کر
دونایا۔ دیسے بھی بہتیں کون ساد صول ہوتا ہے۔ بس میرے
سر سے قرض اتر جلتے گا۔ میں آخرت میں سرخ رو ہو جاؤں گا۔
عمران نے سر بلاتے ہوئے کہا۔ اور فیاض غصے کے باوجود
ہنس پڑا۔

"اچھا بھئی معاف کیا۔ تم کے سور ہو۔ کوئی بھکوئی شق
نکال ہی لیتے ہو۔" فیاض نے ہنٹے ہوئے کہا۔

"تو سنئے جتاب۔ کے سور صاحب۔ دیسے ایک بات
ہے یا رہتیں بچانے کے لئے تو ہزار دن میں کوئک لگ جلنے گا۔
کوئی دع کا سر اسر نقصان ہے۔" عمران کا ذہن ایک بار
بھر پڑی۔ بدال گیا۔

”تم تفصیل بتاؤ فضول باتیں مت کرو ڈا۔“ فیاض نے
تیز ہجے میں کہا۔

”یہ سورپکانا فضول بات ہے اور وہ بھی تم جیسا۔“ کمال کرتے
ہو۔ یہاں لاکھوں ٹن کو نکلہ جلانے کی بات ہو رہی ہے۔ اور تم کہہ رہے
ہو کہ ”عمران بھلا کہاں فیاض کے قابو میں آنے والا تھا۔
اچھا۔ اچھا سن لیا۔ تم سورہ نہیں ہو۔ بصیرتی سے ہو۔“ گیدڑ
ہو۔ شیر ہو۔ چلتے ہو۔ اب بتا بھی دو ڈا۔“ فیاض
بھجن ملا ہٹ کی انتہا پر پہنچ چکا تھا۔

اور اب عمران کو معلوم تھا کہ مزید اُسے تنگ کیا گیا تو وہ عمران
پر ہی جھپٹ پڑے گا۔ یا اپنا سرد یو ار میں دے مارے گا۔
”سنو۔“ تم نے لفیٹش کی توپتہ چلا کہ فردوں ہوٹل کے میجر
کی لڑکی شہبلاد ڈیکھ سرگل کی رکن ہے۔ اور وہ ڈنکورا ہوٹل میں
ایک غیر علکی راجر سے ملنے لگی۔ تم اس کے تعاقب میں گئے۔ وہاں
سے شہلا اور راجر نے تمہیں بے بس کر دیا اور تمہیں پستول کے
زور پر انداز کر کے ساحل سمندر کے ایک دیران علاقے میں لے
گئے۔ وہ وہاں تمہیں قتل کر دینا چاہتے تھے۔ مگر تم نے اپنی
جرأت اور سہمت سے پانسہ ملٹ پڑ دیا اور وہ تمہیں دیہیں جھوپڑ کر
کار میں بھاگنے پر مجبور ہو گئے۔ تم ساحل سمندر پر واپس آئے۔
تو وہاں تمہیں عمران کی کار کھڑی نظر آئی۔ تم نے فوراً دکار اڑائی
اور مجرموں کا تعاقب شروع کر دیا۔ ساحل سمندر کو جانے
والی سڑک پر مجرموں کے ساتھیوں نے تمہیں ایک بار پھر گھیر لیا۔

انہوں نے تمہاری یعنی عمران کی کار پر فائزگ کی۔ اور تمہاری کار سڑک کے کنارے موجود ایک گھرے گھرے میں گرجی۔ مگر تم کار کے گرنے سے پہلے ہی چلا گئے تھے۔ اتنے میں ایک اور کار دہاں پہنچ گئی۔ مجرموں کی ایک اور کار بھی آگئی۔ مجرموں نے آنے والی کار کو میرے صلاحیتوں کی کار سمجھا۔ اور اسے تباہ کر کے اٹھ دیا۔ دہاں زبردست جنگ ہوئی اور تمہارے ہاتھوں ایک کے سوا باقی سارے مجرم ہلاک ہو گئے۔ ایک مجرم کار لے کر بھاگ نکلا اور تم آنے والی کار جو کسی عام آدمی کی تھی کی طرف دوڑ پڑے۔ تاکہ اس شریف آدمی کو بجا یا جا سکے۔ جو خواہ مخواہ پیٹ میں آگیا تھا۔ یہ کوئی غیر علکی خاوند نہیں۔ جو تمہارے پہنچنے سے پہلے ہی الٹی ہوئی کار سے نکل کر بھاگ پڑی ابھی تم اسے روکنے کی کوشش کر رہے تھے کہ وہ مجرم جو کار لے کر بھاگ گیا تھا۔ اس نے کاد موڈ کی دوسری طرف روکی اور چپکے سے واپس آگیا اور اس نے تم پر فائز کھول دیا۔ مجرم پہلے سے چوکنا تھے۔ تم نے اسے بھی قلابازی کھاتے ہوئے جویں مار دی۔ اور پھر مجرموں کی کار لے کر تم فوراً ساحل سمندر پر پہنچے۔ اس کار کو دیں چھوڑا۔ اور اس ہوٹل میں آ کر رہا ہے۔ پولیس کو فون کیا اور پھر واپس ٹکسی میں موقعہ دار دات پر پہنچ گئے۔ عمران نے اسے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"دیرہی گدھ۔ مزہ آگیا۔ اب میں دیکھتا ہوں سر رحلان کیسے میری صلاحیتوں کے قائل نہیں ہوتے۔ آدمیہرے

ساختہ ۔ فیاض نے خوشی سے اچلتے ہوئے کہا اور اس کا چھرو
سرت سے چپک اٹھا تھا ۔

”ارے سے مجھے ساختہ مرت لے جاؤ۔ ورنہ کام خراب ہو جائے
گا ۔ ارے ہاں سنو ۔ اگر ڈیڑھی نے پوچھ لیا کہ وہ شہلا
اور راجر کہاں ہیں تو پھر ۔ عمران نے کہا۔
”ارے ہاں ۔ ان کے متعلق تو میں بھول گیا ۔ فیاض
نے چو نکلتے ہوئے کہا۔

”سنو ۔ متمہیں وہ وقت یاد ہے جب تم کسی پر وغیر
گھوش کے کہنے پر ان غیر ملکی انجینئر دوں پر جاہڑھے تھے ۔ اور
پھر ڈیڑھی نے تھہاری سخت بے عزتی کی تھی ۔ عمران
نے کہا۔

”ارے ہاں ۔ یاد ہے ۔ اچھی طرح یاد ہے۔ میرالبس چلے
تو میں ان غیر ملکی انجینئر دوں کا گھر گھوشت دوں ۔ فیاض نے
تیز لپجھے میں کہا۔

”تو خوش ہو جاؤ دوست ۔ تم بھی کیا یاد کرو گے ان پر
صحیح طور پر ہاتھ ڈالنے کا وقت آگیا ہے۔ سارے می بے عزتی عزت
میں تبدیل ہو جائتے گی ۔ عمران نے مسکراتے ہوئے
کہا۔

”پسخ کہہ رہے ہو ۔ مزہ آگیا ۔ واقعی مزہ آگیا۔ اب
سُر رحمان کو پتہ چلے گا کہ فیاض نے کچھی گولیاں نہیں کیلیں
وہ سپرٹنڈنٹ ہے گھسیا رہ نہیں ۔ فیاض نے بے پناہ

مرت کے دیا و سے ناچنائشہ درع کر دیا۔
”مگر مجھے مزہ نہیں آ رہا۔ اب تھم خود سوچو جنگل کے اس
دور میں سارا ٹھے چار لاکھ میں کیا خاک مزہ آئے گا۔ عمران
نے بترا سامنہ بناتے ہوئے کہا۔

”تم فکر نہ کرو عمران۔ تم ان غیر ملکی انجینئروں کو پڑوادو۔
میں تمہیں ایک لاکھ اور دو دوں گا۔ ایمان سے دوں گا۔“
فیاض نے تو رضا مند ہوتے ہوئے کہا۔ مگر جوش میں اتنے
کے باوجود وہ ایک لاکھ سے اوپر نہ بڑھا سکتا۔

”ہو نہیں۔ ایک لاکھ میں مزہ لینے چلے ہیں بھائی۔ یہ
منہ اور مسورد کی دال۔ اب توجہاب ۲ لاکھ روپے میں میں
مسورد کی دال صرف دیکھنے کو ملتی ہے۔ مرف دیکھنے کو۔“
عمران نے بڑے مایوس سے بھجے میں سر ٹلاہتے ہوئے کہا۔
”تم فکر نہ کرو۔ تم جتنے پہنچے کہو گے میں دوں گا میں اپنا
سارا بیک بیٹیں مہباڑے حوالتے کر دوں گا۔ میں تم کسی طرح
اس غیر ملکی انجینئر پر ہاتھ دلوادو۔“ فیاض نے جلدی سے
رضا مند ہوتے ہوئے کہا۔

”مجھے دراصل یہ گا۔“ کی۔ جیسے الفاظ قطعی پسند
نہیں ہیں۔ جو سودا ہو وہ نقد ہونا چاہیے۔ سچا ہے تم ۲ لاکھ
میں سے دس روپے کم دے دو لیکن دونقہ۔“ عمران
نے انکار میں سر ٹلاہتے ہوئے کہا۔
”مگر کہ ۲ لاکھ۔ یہ میں نے کوئی بیک لوت لا کھے میں۔“

میری ت Xiaoah ہی کتنی ہے۔ اور پھر کھر کا خرچہ — تم اپنی طرح جانتے ہوئے — فیاض نے ایک بار پھر اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"تو سادہ بنکوں میں تمہارے اکاؤنٹس کی تفصیل۔ اکاؤنٹ نمبر بھی اور وہ جعلی نام بھی۔ جن ناموں سے تم نے اکاؤنٹ کھول رکھے ہیں اور رقم بھی — پلو — یا پھر ڈیڈی کو لکھ کر میخ دوں خود ہی انکو اتری کرتے پھر گے۔ ساتھ ہی ان جوا خالوں ہو ٹلوں کیفوں اور مشیات کے سمجھوڑوں کے ناموں کی فہرست بھی ہو گی۔ جہاں سے دولت کی یہ آبشار بہہ رہی ہے" — عمران نے سنجیدہ لمحہ میں کہا۔

"ہی، ہی، ہی" — تم تو میرے دوست ہو میرے بھائی ہو۔ یہ لوچیک — لبس میری جان پھوڑو" — فیاض نے خیف ہوتے ہوئے کہا۔ اور جلد ہی سے چیک بک نکال کر اس نے چیک بھرا اور عمران کی طرف بڑھا دیا — عمران نے مسکلتے ہوئے دوسرا چیک لیا اور اُسے جیپ میں پھونتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

"سنو — ان لاشوں وغیرہ سے فارغ ہو کر میرے غلط میں آجانا وہاں سے ان غیر علکی انجینئر کے پاس چلیں گے خوب تم اشنا ہو گا" — عمران نے اُسے تجھکارتے ہوئے کہا۔ اور فیاض نے سر بلادیا۔ پھر وہ دلوں ہی اکٹھے باہر آگئے۔ فیاض نے دیر سے بل لیا اُسے بل ادا کرنے کے ساتھ سامنے پہنچ پہنچی

دی اور پھر وہ ہوٹل سے باہر آگئے۔

"اچھا جاداً" اور سنو۔ میرے فلیٹ پر آ جانا۔ جلدی کہیں اسیانہ ہو کہ مجرم فرار ہو جائیں اور مجھے چکیں داپس کرنا پڑتے ہیں۔ عمران نے کہا۔ اور فیاض سر ٹلانا ہوا تیزی سے ہوٹل کے باہر موجود ایک ٹیکسی کی طرف بھاگتا چلا گیا۔

عمران دل یہی دل میں مسکرا دیا۔ کیوں کہ گواں نے فیاض کو تفصیل بتا دی تھی۔ لیکن پھر بھی تفصیل میں ایسے خلام موجود تھے کہ سر رحمان نے جیسے ہی جرح شروع کی فیاض نے بغلیں جھانکنا شروع کر دینا ہے۔ اور سب سے بڑی بات تو فیاض کا بیاس تھاتا زادہ تازہ استری کیا ہوا۔ اب سر رحمان نکے تو نہیں تھے کہ ان کی نکفر فیاض کے بیاس پر یہی نیپوچی۔ کہ اتنے بڑے ہنگامے کے بعد بھی فیاض بلے غکن بیاس اور ہنایا دھویا پوڈر لگائے کنگھی دیئے کھرا رہتے ہیں۔ بہر حال بیاس نے تو بڑے پیغام سے فیاض کو سب کچھ بتا دیا تھا اپنے اس کی قسمت۔

عمران ہی سوچتا ہوا آگے بڑھا اور پھر تھوڑی دیر بعد اُسے ایک ٹیکسی مل گئی۔ اور اس نے اُسے اپنے فلیٹ کا پتہ بتایا اور ساتھ ہی اُسے ہدایت کر دی کہ وہ دوسرا سرٹک سے چلے دو راستے میں رکنا یا سر رحمان کا سامنا نہ کرنا چاہتا تھا۔

عمران فلیٹ میں پہنچتے ہی تیزی سے مخصوص کمرے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ کیوں کہ سیماں نے دروازہ کھولتے ہی اشارہ کر دیا تھا کہ مخصوص کمرے میں اس کے نام پیغام موجود ہیں۔ عمران نے کمرے میں پہنچ کر ٹیک فون سے منڈل آٹو میک شیپ چلا دیا۔ دانش منزل کی طرح اس نے یہاں بھی ہی سسٹم اپنارکھا تھا کہ جب عمران نہ ہوتا تو وہ شیپ کا بٹن آن کر دیتا اور گھنٹی بجتے ہی شیپ کے ساتھ آٹو میک آ لے اپنے مشینی بازو دکی مرد سے رسیور کر ٹیک سے ہٹا دیتا۔ اور پھر فون کرنے والے کو یہ شیپ سنائی دیتا کہ ایکسٹو موجود نہیں ہے۔ پیغام شیپ کرایا جائے۔ اور اس کے بعد شیپ خود بخود چلنے شروع ہو جاتا۔ جب دوسری طرف سے پیغام نوٹ کرا دیا جاتا تو شیپ بند ہو جاتا۔ اور مشینی بازو رسیور والپ کر ٹیک پر رکھ دیتا۔ اس طرح

اس کی عدم موجودگی میں آنے والے شمل فون خود بخوبی پس محفوظ ہو جاتے۔

عمران نے جیسے ہی ٹیپ کا بٹن آن کیا۔ جو لیا کی آواز ابھری۔ میں جو لیا بول رہی ہوں سُر — ساحل سمندر کے پہک فون بوتھ سے آپ کی بہایت پر میں عمران کے فلیٹ پر پہنچی تو عمران کار میں سوار ہو کر جا رہا تھا..... ” جو لیا نے پوری تفصیل سے غیر ملکیوں کے ساتھ جھوڑ پکی پوری کہانی سنادا میں تھی۔

اور پھر یہ بھی بتا دیا کہ عمران اُسے چھوڑ کر فرار ہو گی۔ مجرموں کی کار جس پر عمران گیا تھا ساحل سمندر پر کھڑی ہے جبکہ عمران خود غائب ہے۔

عمران نے ٹیپ بند کیا اور پھر اسے صاف کرنے والا بٹن آن کر دیا۔ چند لمحوں میں ہی ٹیپ صاف ہو گیا۔ عمران نے رسیور اٹھایا اور نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیتے۔

”جو لیا سپینکنگ“ رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے جو لیا کی آواز سنائی وی۔

”ایکسٹو“ عمران نے مخصوص بجے میں کہا۔ ”یہ باس“ میری دپورٹ آپ نے سن لی ہو گی۔ جو لیا نے اشتیاق آمیز لہجے میں کہا۔

”میں نے سن لی ہے۔ کام کی فکر مت کر دو“ ٹھیک ہو کر تمہارے پاس پہنچ جائے گی۔ لیکن تم نے پھر غلطی کی کہ عمران کی نگرانی

چھوڑ دی۔ عمران نے سرد بھجے میں کہا۔

”خناب— وہ باتیں ہی ایسی کرتا ہے کہ مجھے غصہ آ جاتی ہے۔
وہ آپ کی بے عزتی کھلے عام کرتا ہے، اور مجھ سے بدداشت
نہیں ہوتا۔ اس لئے میں اس کی کارے اترائی تھی۔ اور وہ
کارے کر پھاگ گیا۔“ جو لیا نے روشنی سے بھجے میں کہا۔

”سن جو لیا۔“ عمران جان بوجھ کر ایسی باتیں کرتا ہے کہ
تم لوگوں کو غصہ آ جائے۔ وہ تم سے پہچا۔ چھڑا چاہتا تھا اور
وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا۔ میں نے تمہیں ہزار بار
کہا ہے کہ سیکرٹ ایجنٹ کو جذباتی نہیں ہونا چاہتی ہے۔ اس کا
مزاج نہستا ہونا چاہتی ہے۔ لیکن ہزار تم جذباتی ہو جاتی ہو۔
آخر وجہ کیا ہے؟“ عمران کا بھج خاصا سخت ہو گیا تھا۔

”بب۔“ باس۔“ وہ آپ کے متعلق بیسی گھٹیا باتیں کرتا
ہے اس لئے.....“ جو لیا نے گھبرائے ہوئے بھجے میں
کہا۔

”تو اس کے باتیں کرنے سے میری ذات پر کیا اثر پڑتا ہے کیا
میرا قد گھٹ جاتا ہے۔ اختیارات کم ہو جلتے ہیں صلاحتیں
ختم ہو جاتی ہیں۔ آخر ہوتا کیا ہے۔ ایک شخص اگر باتیں کرتا ہے تو
کرتا ہے۔ تمہیں اپنی ڈیونی کو منظر رکھنا چاہتے ہیں۔ کل کو اگر
کوئی مجرم گھٹیا باتیں کرنا شروع کر دے تو تم اس سے چھوڑ کر
والپس فلیٹ پر آ جاؤ گی۔ کیا اسی بات کی ٹرینگ دی ہے
میں نے تم لوگوں کو؟“ عمران کا بھج لمحہ بلمحہ کر خست ہوتا

چلا گیا۔

تمم — مخفی چاہتی ہوں باسی جو لیا
کا اچھا ایک بار پھر دوئی نے والا ہو گیا۔
ایک بار پھر تھیں معاف کیا جادہ ہے۔ مگر اس بار کان کھول
کر سن لو۔ اب اگر تم نے جذبات میں انکر فرانس سے کوتاہی
کی تو عبرت ناک سزا دوں گا۔ عمران نے سخت ہجھیں
کہا اور اس کے ساتھی کریٹل دبادیا۔
اُسے سخنانے کیوں جو لیا کوڑا کر لطف آتا تھا۔ اس نے
جان بوجو کرو وہ سرد فتح کسی نہ کسی بہانے اُسے ڈاٹ دیتا
تھا۔

کرشل دباد کر عمران نے ایک بار پھر نہ کھلنے شروع کر
دیتے۔

سلطان سپینگ — دوسری طرف سے سرسلطان کی
آواز گوئی۔ دو چوں کے کوشی جا چکتے۔ اس نے پنی۔ اے کی
بجلے انہوں نے بہا و داشت فتن اٹھایا تھا۔

سرسلطان کہتے۔ جناب — سہر کے بغیر تو سلطان کسی کام
کا نہیں رہتا۔ وہ تاج کیا اپنے پر دل پر دکھ کر سلطانی کے گاہ
عمران نے اپنے مخصوص پہنچ میں کہا۔

اوه — عمران بیٹے تم — سناؤ گیا مور ہا ہے۔
سرسلطان نے دوسری طرف سے سخت ہوئے کہا۔
ہونا کیا ہے — منہی اور قلاشی کے خلاف چھوڑ چھوڑیں

ہے۔ آپ تو مجھے سیکرٹ سروس میں شامل ہی نہیں کرتے۔ کہ چلو
لقوڑی بہت تنخواہ کا آسرا ہی ہو جائے۔ ادھر ڈیڑھی ہیں
کہ ساری جائیداد پر کوہا سانپ بن کر نیٹھے ہوتے ہیں۔ ادھر سلیمان
سر وقت میری جان کھاتا رہتا ہے۔ چینی کسی دکان سے چوری
کر کے لادتا ہوئی تو چالے ختم ہو جاتی ہے وہ اذا کمر لاتا ہوں تو
ددھنہ نہیں ہوتا۔ کم سخت خود تو کوشش سی نہیں کرتا۔ کہتا
ہے میں بادری ہوں شاپ لفڑ نہیں۔ اب آپ ہی بتایے کہ
آخر مفلسوں اور خلاشی دور ہو تو کیسے ہو۔ عمران نے اپنا داگ
الاپنا شروع کر دیا۔

”پھر آخر کس کی شامت آئی ہے مفلسوں دور کرنے کے لئے“

سر سلطان نے بڑی طرح ہنستے ہوئے کہا۔

”لے دے کے ایک سوار ایارہ گیا سوپر فیاض بے چارہ
نیک آدمی ہے۔ کبھی کبھار قرض حسنہ بلکہ قرض حسنہ دے
دیتا ہے۔ گزارہ جیل ہی رہا ہے۔“ عمران نے جواب دیا۔
اور سر سلطان کے علق سے بے اختیار تھا ہبہ نکل گیا۔ وہ اچھی
طرح جانتے تھے کہ عمران کس طرح فیاض کو اونہا کر اس سے رقم
ایٹھے لینے میں مانہر ہے۔

”بس آپ ہنستے رہئے۔ آپ کا کیا ہے۔ حکومت سے
بڑی بھاری تنخواہ مل جاتی ہے۔ باقی سہولتیں ہفت۔ بس نیٹھے
ہنستے رہے۔ کام کرے بے چارہ عمران۔ مجرموں سے
لڑے قبے چارہ عمران۔ اور بخوبی امرے قبے چارہ عمران۔“

عمران نے بڑا سامنہ بنلتے ہوئے کہا۔

"اُنے ہاں — مجرموں کی بات پر مجھے یاد آگیا۔ ابھی سر رحمان کا فون آیا تھا کہ فیاضن نے ڈیکھ سرکل کے مجرموں کا سرانج لکھایا ہے۔ اور ایک جھرپ میں ۲ لاکھ مجرم ملاک دیتے ہیں — اور بس اس تنظیم کے سراغتے ہاتھ آنے ہی والے ہیں۔ سر رحمان بڑے خوش بختے۔ فیاضن کی خدا داد صلاحیتوں کی بڑی تعریف کر رہتے ہیں۔ — سر سلطان نے سنبھیڑہ ہوتے ہوئے کہا۔
" بالکل لکھایا ہو گا — دو دل تسلی کیا نہیں ہو سکتا۔ پیشے پاس ہو تو مجرم بھی خریدے جا سکتے ہیں۔ بلکہ مجرموں کی لاشیں بھی خرید میں جا سکتی ہیں۔ مسئلہ تو سارا پیسے کا ہے۔" — عمران نے بڑے ظسفیرانہ لکھتے ہوئے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ میں سمجھ گیا۔ اب میری سمجھ میں ساری بات آ گئی۔ تو تم مغلی اور تغلیقی کے خلاف جدوجہد کر رہے ہو۔ میں بھی کہوں کہ فیاضن اکیلا اور آٹھ مجرم۔ اور آٹھوں مجرم ملاک ہو جائیں۔ داعیٰ ہمیہ سب کچھ کراں کرتا ہے۔ سنتھ پیسے کھائے۔" سر سلطان نے ہستے ہوئے کہا۔

"کہاں کھائے ہیں۔ جو نیکی کا د کا سیستان میں ہوا۔ میری کار کا کبڑا بیو۔ اور رقم کتنی تھی صرف بارہ لاکھ روپے اور وہ بھی بصورت چین۔ ہونہے کا غذے کے دو چین گھوڑتے۔" عمران نے جواب دیا۔
"بارہ لاکھ روپے کیا یہ پچ ہے۔ مگر فیاضن کے پاس

اتنی رقم کہاں سے آگئی۔ نہیں — تم مذاق کر سہے ہو"

سرسلطان کے لمحے میں بے پناہ حیرت نہایاں تھی۔

"آپ حکم کرس میں آپ کو بارہ کروڑ روپے کا چیک دے سکتا ہوں۔ دوپسیے کی سیاہی ہی خرچ نہیں آتی" — عمران نے فوراً ہی پیشہ بدلتے ہوئے کہا۔

وہ بات تو کہ بیٹھا تھا۔ لیکن اب اُسے سنبھالنا پڑ گیا۔ کیوں کہ سرسلطان کے متعلق وہ جاقتنا تھا کہ وہ ایسے محاطہات میں سخت اور بے لمحک رویہ رکھتے ہیں۔ انہوں نے فوراً فیاض کی انکواڑی شروع کر دینی تھی اور غریب فیاض نے مارا جانا تھا۔ "اچھا اچھا" — تو یہ بات ہے۔ بس زبانی ہی جمع خمپخ ہوتا رہتا ہے۔ میں بھی کہوں کہ اتنی رقم فیاض کے پاس کہاں سے آگئی" — سرسلطان نے اس بارہم لمحے میں جواب دیا اور عمران نے یوں سرپرہا تھی پھر اجسیے بلا طلنے پر شکرانہ ادا کر رہا ہو۔

"آپ کو میرے خیال میں ابھی حکم دہلے عزتی تو نہیں بھولی ہو گی جو آپ کو ادرڈیٹھی کو ان غیر ملکی انجینئروں کے ہاتھوں برداشت کرنی پڑی تھی" — عمران نے فوراً ہی موضوع بدلتے ہوئے کہا۔

"اُسے باں" — اس کی بات تو میں نے تم سے کرنی تھی۔ فیاض نے زبردست حماقت کی ہے۔ اور ہو سکتا ہے اس کا پتچیرہ ملک کے لئے زبردست نقصان دہ نکلے — ابھی تک تو

کوئی روپورٹ ہوئی نہیں۔ لیکن یہ گی یقیناً۔ اس سلسلے میں کوئی راستہ نکالو۔ میں توبے حد پر پریشان ہوں ॥

سرسلطان نے جواب دیا۔

”آپ فکر نہ کریں۔ اب روپورٹ ہو گئی بھی نہیں۔ بس فیاض ذرا آٹھ مجرموں کی لاشوں سے فارغ ہو جائے۔ پھر وہ آپ کی اور ڈیڑھی کی بے عزتی کا گن گن کر بدلتہ چکائے گا ॥ عمران نے کہا۔

”اُسے بیٹھے۔ اُسے سمجھاؤ۔ دوبارہ ایسی حماقت نہ کرے۔ وہ تو پاگل ہے۔ اب اگر کوئی ایسی بات ہو گئی تو پھر بات کسی صورت نہیں سنبھالی جاسکے گی ॥ سرسلطان نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

”آپ بے فکر رہیں۔ فیاض بڑا عقل مند اور ذہن آدمی ہے۔ بس ذہن جلد باز ہتے۔ مگر اب وہ جلد بازی نہیں کرتے گا ॥ عمران نے گول موں سا جواب دیتے ہوئے کہا۔

”بہر حال اس سلسلے میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ تم بہتر جانتے ہوئے ॥ سرسلطان نے جواب دیا۔

”اد کے۔ بس میں نے یہی بتانے کے لئے یہی فون کیا تھا کہ فیاض آپ کی بے عزتی پر سخت پریشان ہتے۔ اور اب بدلتہ چکانے ہی والا ہتے ॥ عمران نے کہا۔

”اد۔ اس کا مطلب ہے وہ لوگ واقعی مجرم ہیں۔ اس پر وہ سرکی اطلاع غلط نہ کتی ॥ سرسلطان نے کہا۔ وہ

عمران کی باتوں سے اصل مسئلہ سمجھ گئے تھے۔

”دیکھئے۔ بات تو شبوت نہیں ہے۔ وہ جلد ہی مل جائے گا۔ اچھا بائی بافی۔ اور بیان۔ آپ کی بے عزتی کا بد لہ کتنے میں پڑنا چاہیے۔ آخر سیکرٹری وزارت خارجہ کی بے عزتی کا بد لہ لینا ہے کوئی مذاق تو نہیں۔“ — عمران نے کہا۔

”اب ہم نے قیاض کے ساتھ ساتھ مجھے بھی بلیک میں کہا شروع کرو دیا ہے۔ شیطان کہیں کے۔“ — سر سلطان نے بتتے ہوئے کہا۔

”اچھا۔“ — داقعی لوگ سچ کہتے ہیں۔ ان تلوں میں تیل نہیں ہے۔ تیل تو ایک طرف۔ تیل ہی کھاتے تو نہیں ملتے۔“ — عمران نے کہا۔

اور پھر خدا حافظ کہہ کر رسیور رکھ دیا۔

رسیور رکھ کر دکھ دیں بیٹھا سوچتا رہا۔ پھر اس نے فرانسیسی طالب اعلیٰ سے نکالا اور اس کی فرنگی نسی سیٹ کر کے بیٹھن آن کر دیا۔

”ہیلو ہیلو۔“ — عمران کا نگ۔ — ٹائیکر ہیلو اور۔“ عمران نے بیٹھن آن کرتے ہی بار بار یہ فقرہ دوسرانا شروع کرو دیا۔

”ٹائیکر سپیکنگ باس اس اور۔“ — چند لمحوں بعد ہی دوسری طرف سے ٹائیکر کی آواز سنائی دی۔

”ٹائیکر۔“ — کیا اپورٹ ہے اور۔“ — عمردان

نے پڑھا۔
”جناب ساقی غر عکو تو دہل اُسی عمارت میں ہیں۔“ العصہ فہ
اوہ میر غیر علی لکھن کا لوٹی کی ایک کوٹھی میں بینج جکا ہے۔ کوٹھی نمبر
ایک سو و ستر۔ اسی وقت یہی دہ اسی کوٹھی میں موجود ہے۔
میں اس کا تعاقد کرتے ہوئے رہا۔ آجیا۔ دوڑی۔ ٹھائیگر
فوجاں دیا۔

وہ کوئی بھی میں کون ہے اور ۔۔۔ عمران نے چونکہ سُکر پوچھتا۔

”تو میں نے جھانکنے کی کوشش کی ہے لیکن مجھے وہاں صرف ایک کام کھڑی نظر آئی ہے، آدمی کوئی نہ تھا۔ بلیکہ کوئی بورڈ پھری موجود نہیں ہے؛ اگر آپ حکم کریں تو میں انداز دا خل ہو جاؤں اور“ ٹانگر نے کھا۔

نہیں ہے ہم اس کے ساتھی ہوئنا اور وہ "عمران نے کہا۔
شیکھ بھی جواب میں سمجھ گیا اور "ٹائیکر" کے جواب دیا۔ "میں تو سہ عاری اپنی پرستی" ۔ ۔ ۔ حربیاتے براہ
منہ بلواد سینٹ آنکی کہا۔ عمران نے جواب دیا اور پھر انہیں پرسید

کر کے وہ اٹھا۔ کپڑے تبدیل کئے اور پھر سلیمان کو چلتے لانے کا کہہ
کر وہ ڈرائیگ روم میں آ کر بیٹھ گیا۔ اُسے اب فیاض کا انتظار تھا۔
”یہ گھر ہے یا ہوشی۔ جب دیکھو چلتے ماہنگ رہے ہیں آپ۔
چلتے صرف ناشتے میں مل سکتی ہے بس۔“ سلیمان نے آ
کر بُر اسامنہ بنلتے ہوئے جواب دیا۔ اس کا ہجہ بے حد خشک تھا۔
جب کہ عمران کو معلوم تھا کہ وہ کیتھی چیز لھتے پر رکھ کر ہی آیا ہو گا۔
”ہوشی بنالوت تو فائدے میں رہو گے۔“ ایک پیاسی چلتے کے
بارہ لاکھ روپے مل سکتے ہیں۔“ عمران نے جیسے فیاض
کے دینے ہوئے دونوں چیک نکال کر بڑھلتے ہوئے کہا۔
”بارہ لاکھ روپے۔“ سلیمان نے جلدی سے چیکوں پر جھپٹا
مارا اور پھر اس کے چہرے پر مسکراہیں بکھرتی چل گئیں۔
”اپنے سوپر فیاض کے چیک ہیں۔“ فادہ دادہ۔ یہ بات ہونی نہ
جناب کتنی چلتے چاہیں۔ آپ یہ حکم فرمادیا کریں چلتے کسی کوئی ر
کمی نہیں ہے۔“ سلیمان نے با جھس چھاڑتے ہوئے کہا۔
”بس ایک ہی پلازو۔“ اللہ بخلاف کرے گا۔“ عمران نے
لہنڈی سانس لیتے ہوئے کہا۔ اور سلیمان تیزی سے واپس ہڑ
گیا۔

را جر بڑی بے چینی کے عالم میں کھرے میں ٹھیل رہا تھا۔
 ٹونی کی طرف سے کوئی جواب نہ آ رہا تھا۔ جب کہ ٹونی کو
 مشن پر نکلے کافی دیر ہو چکی تھی۔ اب تک کوئی نہ کوئی رپورٹ آ
 جانی چلا ہیئے تھی۔ اس نے ایک دوبار ڈائسیمیر کال کرنے
 کی بھی کوشش کی تھی۔ لیکن دوسری طرف سے ناٹھہ ہی نہ مل
 سکا تھا۔ اچانک ٹھیلے ٹھیلے اُسے ایک خیال آیا تو وہ تیزی
 سے میز پر پڑے ہوئے یہی فون کی طرف پیکا اور اس نے تیزی
 سے نمبر گھٹانے شروع کر دیتے۔
 ”میں ملکو را ہو ٹھیں“ — دوسری طرف سے ایک
 سمجھیدہ آواز سنائی دی۔

”میں راجر بول رہا ہوں —“ — دم نمبر چین دوسری منزل
 میرے نام کوئی سکال تو نہیں آئی — راجرنے سخت ہجے

میں پوچھا۔

”جناب— دوکالیں آپکی ہیں۔ دونوں بار کوئی پروفیسر
ڈنکن بات کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے کہا ہے کہ جب بھی آپ
آئیں آپ کو یہ پیغام دے دیا جائے کہ آپ ان سے فوراً بات
کر لیں۔“ — دوسری طرف سے جواب ملا۔

”ادہ— تھینک یو۔“ — راجرنے کہا اور پھر کوئی طلب دبا کر
اس نے تیزی سے دوبارہ نمبر گھمانے شروع کر دیتے۔

”ہیلو— پروفیسر ڈنکن سپیکنگ۔“ — چند لمحوں بعد ہی
دوسری طرف سے پروفیسر ڈنکن کی آواز سنائی دی۔

”راجربول رہا ہوں پروفیسر۔“ — راجرنے کہا۔
”ادہ راجر— میں نے ایک ضروری بات کرنی تھی۔ ابھی

تحوڑی دیم پہلے میرا ایک ساہتی ساحل سمندر سے واپس آیا
ہے۔ اس نے ایک عجیب بات بتائی ہے کہ ساحل سمندر سے شہر
آنے والی سخنان نمبر کر پر پولیس احمدیگر اعلیٰ حکام اکٹھے

ہیں۔ دو کاریں بھی تباہ ہوئی پڑی ہیں اور آجھے پھر ٹکیوں
کی لاشیں موجود ہیں۔ اور خاص بارستی ہے کہ وہ اشیلی جنس
بیور دکار سپریٹ نٹ فیض اور وہ ڈاٹریکٹر جنہوں جسے نہ ہماری
کوئی کامیابی مار اتھاواں موجود تھے۔“ — پروفیسر ڈنکن نے

جواب دیا۔ زامل اسے سمجھا کہ یہ سبھی میں آپ۔ آدم غیر ملکیوں کی لاشیں ادہ
کہیں وہ ٹوٹی اور اس کے ساہتی نہ ہوں۔ مگر یہ کیسے ہو سکتا ہے۔

ٹوپی آنالا پروادہ یا آسان تکار تو نہیں ہے ۔ ۔ ۔ راجرنے حیرت زدہ ہجھے میں کہا۔

”پوسکتا ہے وہ تمہارے ساتھی نہ ہوں۔ لیکن مجھے یہی شک پڑا تھا۔ اس لئے میں نے تمہیں فون کرنے کی کوشش کی تھی۔ مگر تم ملے ہی نہیں ۔ ۔ ۔ اب تم ٹرکورا ہوٹل سے بول رہے ہو۔“ پروفیسر ڈنکن نے کہا۔

”نہیں پروفیسر۔“ میں نے ٹرکورا ہوٹل چھوڑ دیا ہے۔ وہاں نظر ہے۔ میں یہاں گلشن کالونی کی ایک کوٹھی میں موجود ہوں۔“ پروفیسر۔ کیا اسی نہیں ہو سکتا کہ آپ موقع پر جا کر خود مسلمی محلہ مانتا کریں اور پھر مجھے تباہیں ۔ ۔ ۔ راجرنے کہا۔

”میں خود تو وہاں نہیں جا سکتا۔ کیوں کہ مجھے وہ لوگ بھی طرف پہچانتے ہیں۔ اور پھر پہلے بھی وہ ہم پرشہ کر چکے ہیں۔ البته میں اپنے ایک صاحبی کو پیغام دیتا ہوں۔ وہ پتہ کر آئے گا۔“ پروفیسر ڈنکن نے جواب دیا۔

”چلو۔“ ایسا ہی کہیں۔ اُسے کہیں کہ وہ لاشیں دیکھ لے کسی طرح صاحبی بن کو جیلا جائے۔ الگ اسی میں ایسی لاش موجود ہے جس کے جھرے پہاڑیں طبیعت نسبت کیا اس نمائشان ہے تو پھر وہ یقیناً ٹوپی ہو گا جو نہیں جسے مگر عجھے وہاں اور جیلاز جانے پر مٹھے جائیجے تو کہہ راجرنے کہا۔ اس اسکے بعد ”اگر کوئی بحقیقی بیو زندہ کیاں کسی جلسہ بحث ٹرکورا ہوٹل تو ہم چھوڑ دیجے ہو۔ جہاں سے اب بول رہے ہو وہاں کا شیلی فون نمبر دے دو۔“

پروفیسر نے کہا۔

”آپ فون کو چھوڑ دیں۔ آپ خود ایسا میرے پاس آجائیں۔ ہو سکتا ہے مجھے آپ کی ضرورت پڑ جائے۔ رکشنا کا لوگوں کو شعبہ نمبر ایک سو دس“۔ راجرنے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔ میں آجائیں گا۔ میرا منتظر کرنا یا۔“
پروفیسر نے جواب دیا۔

اور راجرنے سر بلاتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔ اس کے چہرے پر گہری سوچ کے آثار ابھر آتے تھے۔ اگر واقعی ٹوپی اور اس کے ساتھی مارے جا چکے ہیں تو واقعی معاملہ بے حد سنگین ہو چکا ہے۔ اُسے فوری طور پر اس طکن سے نکلنا پڑے گا۔ کیوں کہ انگلش گروپ کے بغیر تو ٹکسی طرح بھی مشین شروع نہ ہو سکتا تھا۔ پھر تو اُسے فوری طور پر یہیں ہیڈ کواڑ جا کر وہاں سے تنظیم کے اور آدمی لکٹھ کر کے لانے پڑیں گے۔

وہ بھٹھا سوچتا رہا۔ اور اسی طرح سوچ بچار میں اُسے وقت گزرنے کا احساس تک نہ ہوا۔

”باس۔ ایک آدمی کسی مسٹر راجر سے ملنے آیا ہے۔ وہ غیر ملکی ہے۔ نام پروفیسر ڈنکن بتاتا ہے۔“ اچانک ایک مسلح آدمی نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ اُسے فوڈ ایساں لے آؤ۔“ راجرنے چونکتے ہوئے کہا۔ اور چند لمحوں بعد پروفیسر ڈنکن انہر داخل ہوا۔ ”تمہارے آدمی تو بہت خطرناک ہیں۔“ پروفیسر نے گھبراۓ

ہوئے بیجے میں کہا۔

”بس پروفیسر— مجھے انہیں مذایات دینے کا خیال نہیں رہا
ورنة آپ کو تکلیف نہ ہوتی۔ بہر حال بتائیئے کیا روپ و طب ہے
راجرنے کہا۔

”کراس بناز خم لئے چہرے پر ایک لاش موجود ہے“
پروفیسر نے جواب دیا۔ اور راجرنے دانتوں سے ہونٹ کا شے
شدوفع کر دیتے۔

”اوہ— اس کا مطلب ہے ٹوپی اور اس کے ساتھی مارے
گئے۔ یہ بہت بُرا ہوا پروفیسر“— راجرنے اپنل کھڑے
ہوتے ہوئے کہا۔

”دیکھو راجر— میری تمہاری صرف دستی ہے۔ مجھے تمہارے
بنیشن سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ لیکن موجودہ حالات کو دیکھنے ہے
میرا مخلصانہ مشورہ یہی ہے کہ تم فی الحال یہاں سے چلے جاؤ۔ ایسا
نہ ہو کہ تم بھی ان کے قابو آ جاؤ۔“— پروفیسر نے جواب دیا۔
”شیک ہے پروفیسر— آپ کا مشورہ درست ہے میں
ایسا ہی کروں گا۔ میں نے اس ملک کو انتہائی پس ماندہ سمجھ کر
یہاں تنظیم کی پوری قوت صرف نہ کیا ہتھی۔— صرف ایک چھوٹا
ساغر دوپ لے کر آ گیا تھا۔ میں ایک بار پھر اونٹ گا اور پھر دیکھوں گا
کریہ لوگ بجارت مقابله کس طرح کرتے ہیں۔ میں پوزے ملک
کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گا۔“— راجرنے بڑے غصے
لہجے میں کہا۔

"ہونا ہمیں ایسا ہے کہ جا ہے میں متناہم اس بک کو پس ماندہ سمجھتے
تھے یہ آئنا ہمیں ناوندہ نہیں ہے۔ اچھا ب اجازت" پروفسر نے کہ سی ہے انتہے ہوئے کہا۔

"اچھا ب پروفسر تھا میرے تعاون کا بے حد شکر یہ تھا میرے
فہدامت کو قدر تھا سہ رکن تھیں میرے کھنگی بانی بانی" راجر
نے پروفسر کے قریب آتے ہوئے کہا۔

اور پروفسر نے پھلی فتح کے لئے یاد کھایا ہی تھا کہ اجاتک را خر
کا باز و بدل کی سکتی تھی ہے جھوما۔ اور کمرہ پٹاخ جسی آوان سے
گوئی انجام پڑے دیکھ کر کنڈی پر جو بھی قوت ہے مکہ لگا تھا اور پروفیسر
بے چلنے کی وجہ سکا اور احتل کم فرشتہ پر جاگرا۔ جنہیں کچھ
اسن کا حصہ تھا تھا اور پھر ساختہ ہو گیا۔ راجنے جھپک کر اس کی
کلافی پڑھی اور بندھن جھپک کرنے لگا پروفیسر بے ہوش پوچھا تھا۔

"سودا ہی بچے دیکھوں اب یا اس کے ہوا اور کوئی صورت نہیں
کہیں تھا پر یہ بیکاپ میں آ جاؤ۔ اس طرح میں آسانی سے
ملک سے باہر جائیں گے" راجنے بڑھاتے ہوئے
کوئا بھر اور بھر لکھا تھے جھپک کم فرشتہ پر جائے ہوئے ہوئے
پروفیسر کو لانچا یا اور محقق اور مہم میں بھرتا چلا گیا۔ اس نے
یہ دیکھ کر مانع کر دیں تھے فرشتہ بے اعتماد اور پھر پریقی سے اسکو کا
لیکھیں آئا نا شہر و نہ عکھی دیا۔ پروفیسر کا باس انوار کے اسی نگو اپنی ایساں
انکھاں اور پھر پروفیسر کا باس خود پہنچا شروع کر دیا۔

پر و فیسر کا جسم اور قد و قامست چونکہ تقریباً اس جیسا تھا اس لئے اس نے پر و فیسر کا روپ دھانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ باتیں شبیل کی سخن کے بعد اس نے امدادی سے بھیک اپنے کامان نکالا اور پھر ان کے پاہ تیزی سے چلنا شروع ہوئے۔ تھوڑی دیر بعد لادہ بکھلی ٹھوڑے تیزی پر و فیسر ملکیں کا روپ بدل پکھا تھا۔ اس کا منہ سے فارغ ہونے کے بعد نہ دوبارہ پہنچنے لگا۔ میں آیا اور اس نے ایک بخار میٹھے بکھلے خانے سے بجلی سے چھٹے دایی آرہی نکال کر اسی کا شوپنگ میں لکھا کر اس نے بیٹن آن کر دیا۔ آرہی کا تیز بیٹھتیزی سے چھٹا شرف رجھا تو اس کا فرش پر عریاں پڑے پر و فیسر پر چکا گیا۔

"خدا حافظ پر و فیسر تنظیم تہبہ اوری تقریباً کو تھیش مل دے سکھی۔" را بخستے پڑ بڑاتے ہوئے کہا۔ اور دوسرا سے لمحے آرہی کا تیز بیٹھتیزی سے پر و فیسر کی گردی پر جمادی پر پر و فیسر کے جسم کو متعجب لی سی حرکت ہوئی۔ گمراہ دوسرا سے لمحے اس کی گہون کشی جل جھنی قتل خلک کے فرش پر شوون تیزی سے پھٹنے لگا۔ داہر آرہی سے پر و فیسر کے جسم کو کاشا جیہہ تھوڑی دیر بعد خشن خانے کے فرش پر پر و فیسر کے جسم اور پہلوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ڈھیر کی صورت میں خون میں پلٹھے ہوئے پڑے تھے۔ اس نے پر و فیسر کا سر ہر ہمی کاٹ کر بڑا دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ اور پھر اس نے خشن خلک نے بے پانی کی مکاسی والی جالی ہٹاتی۔ اور ان مکروہوں کو گھر میں بیٹانا شروع کر دیا۔ اس نے پانی کا غل پورا کھول دیا تھا۔ اور پیا قافی ان مکروہوں کو بہا کر اپنے سائنسو گھر میں لیٹا چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد

غسل خانے کا فرش صاف ہو چکا تھا۔ اب وہاں خون کا ایک دھبہ تک موجود نہ تھا۔ پر فیسر نہ ارادوں ملکروں میں تبدیل ہو کر گھر میں پہنچ چکا تھا۔ راجرنے آدمی کا بلیڈ پانی سے دھوایا۔ ہاتھ صاف کئے اور پھر ایک کونے میں پڑے ہوئے برش کی مدت سے کوئی کھدے بھی صاف کر دیتے۔ جب اُسے پوری طرح تسلی ہو گئی کہ اب کچھ بھی باقی نہیں رہا تو اس نے نل بند کیا۔ جالی کو واپس اپنی جگہ پر لٹکایا اور الماری سے پتلوں نکال کر دوبارہ پہن لی۔ اب اس کے پہچان لئے جانے کا ہر خدا شہ ختم ہو چکا تھا۔ دوسرے لفظوں میں راجر اس دنیا سے غائب ہو چکا تھا۔

” راجر پر فیسر کے روپ میں باہر آیا۔ اور پھر اس نے الماری سے تمام ضروری سامان نکال کر ایک بیگ میں ڈالا۔ اور تیز تیر قدم اٹھانا کھڑک سے باہر نکل آیا۔ کوئی میں اس وقت چار مسلح محافظ موجود نہ تھے۔ یہ چاروں مقامی آدمی تھے اور کرایہ پر حاصل کئے گئے تھے۔

” سخن دوست تو۔ میں باس ہوں پر فیسر کے میک اپ میں تھے۔ راجرنے جو آمد نے کے قریب پہنچ کر اپنی اصل آواز میں کہا۔ ” اوه بائس آپ۔ چاروں مسلح افراد اس کے گرد اکٹھے ہو گئے۔

” میں نے یہ جگہ فوری طور پر چھپوڑتے کا ارادہ کر لیا ہے۔ پر فیسر میرے میک اپ میں انہوں بندھا پڑا ہے۔ تم چاروں ایسا کرو

کہ اندر جا کر اُسے بھی اٹھا لاؤ۔ اور اندر الماری میں موجود اسلجھ بھی اٹھا لو۔ پر و فیسر کو جہاں جی چاہے پھینک دینا اسلجھ تھا را۔ راجرنے کہا اور ان چاروں نے چہروں پر مسکرا ہٹ پھیل گئی۔ وہ اپنا معاوضہ تو پیش کی ہی وصول کر چکے تھے۔ اب ظاہر ہے قیمتی غیر ملکی اسلجھ مفت مل رہا تھا۔ چنانچہ اسلجھ کے لاپچ میں وہ چاروں مرٹے اور تیزی سے راہداری کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ ان کے مڑتے ہی راجرنے جیب سے سائیلنسر لگاریو الور بجلی کی سی تیزی سے نکلا۔ اور دو سکرے لمبے چٹ چٹ کی آوازیں ریوا الور سے نکلیں اور وہ چاروں وہیں راہداری میں ہی ایک دوسرے پر ڈھیر ہو تھے چلے گئے۔ گویاں شیک نشانے پر ملکی تھیں۔ وہ چاروں چند لمبے تڑپنے کے بعد ساکت ہو گئے تھے۔ راجرنے ریوا الور دوبارہ جیب میں ڈالا اور پھر وہ تیزی سے ان کی طرف بڑھا۔ اس نے باری باری انہیں گھسیٹ کر کوٹھی کے تہہ خلنے میں لے جا کر پھینک دیا۔ اور اس کے بعد اس نے تہہ خلنے کا دروازہ بند کر دیا۔ اُسے یقین تھا کہ چوں کہ کوٹھی کا چھ ماہ کا کمایہ ایڈ وانس دیا جا چکا ہے۔ اس لئے کئی ماہ تک یہاں کوئی نہیں آئے گا اور اس وقت تک یہ لاشیں گھل سڑک رنا قابل شناخت ہو چکی ہوں گی۔ اور شناخت ہو بھی جائے تب بھی اُسے پہ راہ نہ کھی اس نے تو بہر حال ملک سے باہر نکل ہی جانا تھا۔

”اب اس کے ذہن میں صرف شہلا کا مسئلہ رہ گیا تھا۔ موجودہ حالات میں شہلا کو اپنے ساتھ نہ لے جاسکتا تھا۔ کیوں کہ

شہلا اٹیلی جنس کی نظرؤں میں آچکی تھی۔ اور شہلا کی وجہ سے حالات
بگڑ بھی سکتے تھے۔ اس لئے اس نے یہی فیصلہ کیا کہ وہ جو زفین
کلب جا کر ہٹلے شہلا کا صفا یا کمرے گا پھر باسر جانے کا پر و گرام بنائے
گا۔ ماڑ گھریٹ کی اُس سے فکر نہ تھی۔ کیوں کہ ایک قوم اڑ گھریٹ اپنی
مک سامنے ہی نہ آئی تھی اور پھر وہ سپلانی کے لئے ہٹلے ہی ملک
سے باہر جا چکی تھی اور اس کی آمد میں ابھی دو تین روز باقی تھے۔
چنانچہ ہی فیصلہ کرتے ہی وہ پر و فیسر کی کار میں بیٹھا اور پھر چند لمحوں
بعد اس کی کار کو ٹھی کے بیجا گھر سے باہر نکل کر شہر کی طرف جلتے
والی سڑک پر دوڑ می چلی گئی۔ راجتاب بڑے مطمئن انداز
میں بیٹھا کار چلا رہا تھا۔ کیوں کہ اس کے خیال کے مطابق اب
وہ پور می طرح محفوظ ہو چکا تھا۔

فیاض جگننا تاہوا نیٹ کی سیرھیاں چھتا گیا۔ اس کا چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا۔ اور باچیں کھل کر کاؤں جکب چلن لگی تھیں۔ آنکھوں میں فتح اور سستت کی چمک تھی۔ اس کے جسم پر سپر زندگی کی دردی تھی اور وہ یوں اچھل کر دودو سیرھیاں چڑھ رہا تھا۔ جیسے دشمن کی فوج کو مکست دینے کے بعد خارج چریل مفتوجہ کیا پس مداخل ہوتا ہے۔

فلیٹ کلڈروازہ کھلا رہا تھا۔ اور سائنسی ہی صوفی پر عمران دو گز ہاتھوں سے سر کر کرے کرڑوں بیٹھا رہا تھا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے زبردست پر پشاوریں اور رہا سب کا بوجہ اس اکھلے کے سر کا آپٹا ہے۔

کبھی تو نوشش بھی ہو جایا کرو۔ — بروقت روئے ہی نظر آتے ہوئے فیاض نے پڑا سامنہ بناتے ہوئے عمران سے مقابلہ ہوئے۔

کر کہا۔ عمران کی حالت دیکھ کر اس کا سارا مود چوپٹ ہو گیا تھا۔

"خوشیاں تو مجھ سے روکھی ہیں سوپر فیاض" — سماج نے مجھے اتنے تھیڑے مارے ہیں کہ سماج کے اپنے ہاتھ تھاک گئے ہیں اور سماج اب اپنے بازوں کی مالش کر رہا ہے — میرے لئے تو خوشیاں بھی آنسو بہار ہی ہیں۔ اتنے آنسو بہار ہی ہیں کہ ہر طرف سیلاپ آچکا ہے۔ آنکھوں میں کشتیاں بلکہ ہوٹر لائچیں چل رہی ہیں۔ اور ملک و قوم کا پڑول صنائع کر رہی ہیں" — عمران نے فلموں کے ہیر و جیسی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔

"جہاں سماج ہتھیں تھیڑے مار مار کر ہتھاڑا کچھ نہیں بگاڑ سکا دیاں میرا ایک ہی تھیڑ کافی ہو گا کیا خیال ہے" — فیاض نے ہمجلائے ہوئے بچے میں کہا۔

"بادر دی سلنج" — ارے خدا کی پناہ — اس کا تو تھیڑہ ہی بڑا ذردار ہوتا ہے۔ اسے تھیڑ کہنا تو تھیڑ کی تھیں ہے اسے تو بھانپڑ کہنا چاہیے" — عمران نے خوف زدہ بچے میں کہا۔ "اچھا" — اب یہ اداکاری چھوڑو۔ خدا کی قسم آج زندگی کا لطف آیا ہے — سرہمان نے جب آٹھ غیر علییوں کی لاشیں بکھری ہوئی دیکھیں تو ان کا چہرہ کھل اٹھا۔ بس کچھ نہ چھیو وہ تعریفیں ہوتیں کہ سارے تھے شکرے دعا ہو گئے" — فیاض نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"وہ فلمی سٹوری بھی سنادی" — عمران نے حیران ہو کر پوچھا۔

پاں۔ میں نے مرچ مصالحہ لگا کر سنا دی۔ بڑا لطف آیا۔
 میں اکیلا اور آٹھ مسیع غیر ملکی مجرم۔ فیاض نے آنکھیں
 پھاڑتے ہوئے جواب دیا۔
 ”کوئی اعتراض۔“ کوئی جرح۔ عمران نے اشتیاق آمیز
 لمحے میں پوچھا۔
 ”اُر نے تم اعتراض کی بات کر رہے ہو۔ سردار حکان کی تو خوشی
 سے باچھیں کھل رہی تھیں۔ انہوں نے فوراً صدر مملکت کو
 روپورٹ دی۔ کامیاب روپورٹ۔“ فیاض نے جواب دیا۔
 اور عمران سر پہ باتھ پھر کر رہ گیا۔
 سردار حکان اب واقعی بوڑھے ہو چکتے تھے اور بوڑھے اور
 بچے تو ٹوٹے ہوئے کھلونوں سے بھی جی ہبلا لیا کرتے ہیں۔
 ”اچھا۔ چلو تھا اسے پیسے تو حلال ہو گئے۔ کیا یاد کرو۔“
 معرفت میں مجرم مار لئے۔ عمران نے کہا۔
 ”اچھا جی۔“ معرفت سے سماڑھے بارہ لاکھ روپے خرچ کئے
 ہیں مذاق نہیں۔ کبھی کھائے ہوں تو پتہ چلے کہ پیسے کیسے کھائے
 جاتے ہیں۔ بس گولیاں چلا کر آٹھ غیر ملکی مار لئے اور ان کے بتلے
 مجھے جیسے آدمی سے سماڑھے بارہ لاکھ روپے مار لئے۔ اس پر
 اکٹھا رہتے ہو۔“ فیاض نے لمحے میں غصہ پیدا کرتے ہوئے
 کہا۔

”اچھا۔ تو یہ بات ہے۔ چلو ایسے ہی سہی۔ اب دوسرا
 نیلامی میں اپنکو کبھی شامل کرن لیتا ہوں۔ پھر دیکھتا ہوں کون

زیادہ بولی نگاہ کہتے ہے" — عمران نے بُرا سامنہ بناتے ہوئے کہا۔
"دوسری نسلیاں میں کیا مطلب؟" — فیاض نے چونکہ
کہاں کھیس پھاڑتے ہوئے پوچھا۔

"بعی یہ تو کارکن محروم تھے۔ قریب اٹھا کرہ روپے میں ایک محروم کی
لاش میں نے فردخت کر دی کہ چلو اس ہار لفغ نہ سمجھی لفغان
ہی سہی۔ مگر ڈسٹریکٹ سرکل کے اصل گروگے تو ابھی رہتے ہیں ظاہر
ہے۔ ان کی قیمت تو ان کی حیثیت کے مطابق ہی ہو گی" — عمران
نے سادہ سے بچھے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تم اب کیدنہ پن پا اتر آئے ہو عمران" — میں نے بہت
پہنچ داشت کیا ہے تھیں۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم مجھے احمد سمجھ
تو یہ آٹھا کرہ روپے کا چیک تم نے گروگوں کو پکڑ دانے کا لیا ہے۔
سمجھ — اور اب تم نے اگر پکڑ چلا نے کی کوشش کی تو پکڑ کر جیل
بیچ دوں گا۔ پھر میں دیکھوں گا دیاں سے تھیں کوں چھڑواٹا ہے خاور
اگر کسی نے چھڑواٹی پایا تو خدا کی تکمیل حکومی ماڑ کر خود کستی کر جوں گا؛
فیاض نے غصہ سپتھیتے ہوئے کہا۔ اس کا بچھہ جنجلہ میٹ سے
بھر پور تھا۔

"اے اے یار نارا حق کیوں چور ہے ہو۔ بھائی تم
میرے دوست ہو۔ تمہارے ہی کامیابی میری کامیابی ہے۔ ایک
دوست کو بارہ لاکھ روپے دینے سے تھیں تکلیف ہوئی ہے تو
کوئی بات نہیں" — تم اپنے چیک والیں لے لو۔ میرا تزارہ تو
روپیٹ کہ ہو ہی جلتے گا۔ مگر ایک دوست تو خوش ہو گا؛

عمران نے دوسرے انداز میں نفیاں قی دار کرتے ہوئے کہا۔

"بس بس — میں دو چیک واپس نہیں لیتا۔ تم مجھے اب حصل گھٹے پکڑ دادو۔ تمہارا میرا اس کیس کا حساب ختم ہے۔ فیاض نے اس بار قدر سے زم بھجے میں کہا۔

"نہیں بھائی — میں باذ آیا ایسے سودے باذی سے۔ تم پنچ چیک بھی لے لا اور میں تمہیں مجرم بھی پکڑ دادیتا ہوں۔ پنج ہے غریبکے پاس شورٹی سی رقم بھی آ جائے تو وہی ملٹھے مدار کرو سے ختم کر دیتے ہیں۔ اب دیکھو مجھے مخطوط ہے کہ تم ہر مہینہ دس بارہ لاکھ روپے ایضاً لیتے ہو۔ میں نے کبھی تمہیں طعنہ دیا ہے۔ یہ کیونکی اور شرافت میں فرق ہے۔ — عمران نے بڑا سامنہ بناتے ہوئے کہا۔

ادو پھر اس سے پہلے کہ فیاض کوئی جواب دیتا عمران نے سیماں کو آوازیں دینا شروع کر دیں۔

"فرمیتے؟ — دوسرے لمحے سیماں نے دو دانے میں سے جانکھے ہوئے کہا۔

"بھائی — سوچی معاون کے دو چیک کے دادو۔ انہیں واپس کر دیں۔ یہ جیسے چار سے بڑے پریمان ہیں۔ — کہتے ہیں اتنی بخاری رقم ہے میں دے دیتے ہیں۔ — عمران نے سیماں سے مخالف ہو کر کہا۔

"ایخا جناب — ابھی لا دیتا ہوں؛ — سیماں نے خلاف لو قع بڑے شرافت بھے بھجے میں کہا۔

"نہیں نہیں رہنے دو" فیاض نے سلیمان کو منع کرتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ عمران سے مخاطب ہوا۔ "تم تو ناراضی ہو گئے یا تم سے رقم مجھے زیادہ عزیز نہیں ہے۔ میں تمہیں ناراضی نہیں دیکھ سکتا۔ تم مجھے سے اور بارہ لاکھ کا چیک لے لو مگر ناراضی نہ ہو" فیاض عمران کی توقع کے عین مطابق اس کے اس نے فضیباتی جال میں ٹھپس ہی گیا۔ عمران جانشناختا کہ اگر وہ یہ داد استعمال نہ کرتا تو فیاض واقعی اُسے گولی مار دینے سے بھی نہیں ٹھکتا۔

"نہیں بھی" وہی بارہ لاکھ ہی ہضم نہیں ہو رہے رکھتے۔ "کار آمد ہے ہیں۔ تم مزید بارہ لاکھ دے کر مجھے سمجھنے کہ ان اچھے ہو"۔ عمران نے سمسے بچے میں کہا۔ مگر فیاض نے اس کی بات سننے بغیر جیب سے چیک بک نکالی اور ایک اور چیک لکھ کر زبردستی عمران کی جیب میں ٹھوٹ دیا۔ "میں نے آٹھ لاکھ کا اور چیک لکھ دیا ہے۔ بس اب تو مسکرا دو" فیاض نے کہا۔

"یعنی چار لاکھ روپے کی ڈنڈی بھر بھی مار گئے" بھی کاروبار کننا تو گوئی تم سے سمجھے۔ عمران نے آٹھ ہیں چھاڑتے پوچھ کہا۔ اور پھر جیب سے چیک نکال کر اس نے زور زور سے دوبارہ سلیمان کو آوازیں دینا شروع کر دیں۔

"اب کیا ہے" سلیمان نے سخت بچے میں کہا۔ "یار ناراضی کیوں ہوتے ہو" کششی دیوی بیٹھی ہو تو ناراضی

نہیں پوکرتے — یہ لو آٹھ لاکھ روپے کا بیناچیک — احمد کرے
گا باقی چار لاکھ بھی مل سی جائیں گے ۔ عمران نے چیک سیمان
کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا — صرف آٹھ لاکھ روپے کا چیک — باقی چار لاکھ ادھار آج

کل زمانہ ہے ادھار رکھنے کا — ادھار تو محبت کی قیخی ہے ۔
سیمان نے یوں بُدا سامنہ بناتے ہوئے چیک لیا ۔ جیسے
آٹھ لاکھ کا نہیں آٹھ پیسے کا چیک ہو ۔

”تم پیغامی استرے کی بات نہ کیا کہ دسیمان — ورنہ کسی
دن بار برشاپ کھول کر عبیط جاؤ گے۔ کہو ادھار محبت کا ہاون
دستہ ہے۔ آدمی کو اپنی پیشہ درانہ ستھنا خفت فائم رکھنی
چاہیے ۔“ — عمران نے بصیرت کرتے ہوئے کہا۔

”تم دلوںی سی نہلے پر فہلے ہو۔ یوں باتیں کر رہے ہو جیسے
میں نے آٹھ لاکھ کا چیک نہ دیا ہو۔ حیر نساذ رانہ پیش کیا ہو“
فیاض نے ہیسکی سی نہیں سفستے ہوئے کہا۔

سیمان — فیاض صاحب کو آج تک جتنی چلائے پواؤئی
ہیں میرے ان کا صرف سو ہی گیس کابل کتنا بنتا ہے ۔ عمران
نے کہا۔

سادھن — کیا پوچھتے ہیں — بُس تھی پوچھیں تو بہتر
ہے۔ ایک بار چاک کے پلانے پر ایک روپے کی سو ہی گیس جیسی ہے۔
اور میرے آنڈاڑے نے مطابق فیاض صاحب آج تک کروڑ
چلائے تو پی ہی چکے ہوں گے — اس سے دیادہ ہی ہو سکتی ہے۔

کہ نہیں کیوں فیاض صاحب — حساب ٹھیک ہے نا:

سیدیمان نے فیاض سے ہی تصدیق کرتے ہوئے کہا۔

”اچھا اچھا — دفع ہو جاؤ — سن لیا ہے میں نے حساب“

فیاض نے آنکھیں نکلتے ہوئے کہا۔ اور سیدیمان مسکرا آگئے اپس پرلا گیا۔

”چلو — یہ بھی اچھا ہے تمہیں حساب کا پتہ چل گیا۔ حساب رکھنا اچھی بات ہے آدمی سے بھول چوک نہیں ہوتی“

عمران نے بڑے فلسفیانہ انداز میں سر بلاتے ہوئے کہا۔

”تم گولی مارو حساب کتاب کو — وہ شہلا اور راجڑکہاں ہیں“ — فیاض نے چھنچلاتے ہوئے لپجھے میں کہا۔

”ہاں بھی — اب تو گولی ہی مارنی پڑے گی۔ باقی رقم تو

ڈوب ہی گئی۔ اچھا خیر — کبھی زندگی رہی تو حساب بھی پورا ہو ہی جائے گا“ — عمران نے کہا۔ اور پھر وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

”اک بھی — اب باقی پیسے بھی حلال کر لیں“ — عمران نے اٹھتے ہوئے کہا اور فیاض بھی اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ وہ دو نوں

ہی آگے بیجھے چلتے ہوئے ظیٹھ سے بیچھے اترے — فیاض کی سر کاری گاڑی وہاں موجود تھی عمران بڑے الہمیان سے

دروازہ کھول کر بیٹھ گیا — باور دمی ڈرائیور پہلے سے ہی شیر علگ پر موجود تھا۔ فیاض بھی عمران کے ساتھ ہی بیٹھ گیا۔

”کہاں چلنا ہے“ — فیاض نے ڈرائیور کے ساتھ

پڑے کر خست ہوئے میں عمران سے مخاطب ہو گر کر پوچھا۔

"جباں جی چاہے لے چلو۔۔۔ سرکاری پرڈل ہے کوں باہپتا
ہے؟۔۔۔ عمران نے بُٹے نشستے بیجے میں کہا۔۔۔

"ادہ پیڑو،۔۔۔ فیاض نے سرگوشی ایسی میں کہا۔ اور
سامنہ ہی اس نے سیٹ کے پیچے نامہ بھی جوڑ دیئے۔۔۔

"اچھا اچھا۔۔۔ میں سمجھ گیا۔۔۔ یعنی تم شہر کی بجا کے مضافات
جانا چاہتے ہو۔۔۔ چلو یہاں ہے گھشن کا دویٰ چلو۔۔۔ سلے کے
دہان پڑی اپھی کو ٹھیان بنی میں۔۔۔ میں نے بھی کوئی بذانی سے۔۔۔ شاید
کوئی نقشہ ہی پسند آ جائے؟۔۔۔ عمران نے سرخالے ہوتے
کہا۔۔۔

"ڈنائیور،۔۔۔ فیاض نے عمران کی بات غم ہوتے ہی
محکماہ بیجے میں کہا۔۔۔

"یہ سرو،۔۔۔ ڈنائیور نے فرما مکو دب ہو کر جاب

دیا۔۔۔ گھشن کا دویٰ چلو۔۔۔ فیاض نے کہا اور ڈنائیور نے سر
ہلانے ہوئے گاڑی آگے بٹھا دی۔۔۔ اور پھر مختلف سرگوں سے
گزد رنے کے بعد ستوڑی دیر بھٹکاڑی گھشن کا دویٰ میں داخل ہو

گئی۔۔۔ کوئی بھی نہر اکٹ سود میں تلاش کر لو۔۔۔ سلے کے بُٹے سے جدید یہ
ڈیناں کی ہے؟۔۔۔ عمران نے کہا اور پھر وہ باہر دیکھتے لگا۔۔۔

بیجے کوٹھوں سے خبر پڑ رہا ہوا۔۔۔ اور پھر ستوڑی دیر بعد ڈنائیور نے
ایک درمیانی قسم کی کوئی کیٹ کے گیٹ کے سامنے گاڑی روک دی۔۔۔

اس پر ایک سو دس کا نمبر صاف پڑھا جا رہا تھا۔

"اویحی — اندر چل کر ڈین اُن اپنی طرح دیکھ لیں" ۔

عمران نے دروازہ کھول کیجئے اترتے ہوئے کہا اور فیاض بھی فوراً نیچے اتر آیا۔ کوہٹی کا چھانک کھلا ہوا تھا۔ اس لئے وہ دونوں اٹھیناں سے اندر داخل ہو گئے۔ پورپر میں ایک کار موجود تھی۔

اول بس — باقی کوہٹی سنسان پڑھی ہوئی تھی۔

"یہ تو کوہٹی خالی معلوم ہوتی ہے" — فیاض نے بڑا سامنہ بناتے ہوئے کہا۔

"کوئی بات نہیں" — خالی ہو گی تو اٹھیناں سے ڈین اُن دیکھ لیں گے" — عمران نے کہا۔ اور وہ دونوں پورپر میں پہنچ گئے۔ عمران کوہٹی احساس ہو گیا تھا کہ کوہٹی خالی ہے۔ اس کا مطلب ہے سچھی اگر تھے بھی تو اڑ پکے تھے۔ عمران نے کوہٹی کی تلاشی لئی شروع کر دی۔ اور پھر مختلف کمروں میں گھونٹنے کے بعد آخر کار وہ تہہ غلطے میں پہنچ ہی گیا جہاں چار مقامی آدمیوں کی لاشیں پڑھی ہوئی تھیں۔

"اویحی — چار لاکھ تو اتر گیا" — سبھا لوچار لاشیں" ۔

عمران نے هستہ بھر کے لیے پیس کہا۔

"ادھ — مگر یہ تو مقامی میں" — فیاض نے کہا۔

"بھی" — غیر ملکی لاش کے ڈیڑھ لاکھ لگتے تھے تو کیا مقامی کے ایک لاکھ بھی نہ دو گئے تھے۔ عمران نے بڑا سامنہ بناتے ہوئے کہا۔

”تو کیا یہ بھی مجرموں کے ساتھی ہیں ۔۔۔ مگر مجرم کہاں ہیں؟“
نیاضن نے کہا۔

”ذہ بھی مل جائیں گے یا۔۔۔ جو کام قسطون میں ہو جائے۔۔۔
وہ اچھا ہے۔۔۔ پہلی قسط تو دصوال کرو۔۔۔ عمران نے کہا۔
اور فیاض سر بلتا ہوا اپس پوری طرف بڑھنے لگا۔۔۔
”سنو۔۔۔ اسی ڈوانیوڑ کو پھٹی کرو۔۔۔ اس طرح تو ہم سیر
ہی کر سکتے ہیں۔ کام نہیں ہو سکتا۔۔۔ عمران نے سخت لہجے
میں کہا۔۔۔

”ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔۔۔ میں سمجھ گیا۔۔۔“
نیاضن نے
کہا۔ اور تیزی سے قدم بڑھاتا باہر نکل چکا۔ اس کے جاتے سی
عمران نے تیزی سے کلائی پر بندھی ہوئی ڈرانسیمیر واچ کا ونڈ
بین گھما رہا۔۔۔ اور جب گھر ڈی پر سویاں مخصوص ہندسوں پر
چہ جائیں تو اس نے ونڈ بنن کو مخصوص انداز میں دوبار گھما دیا۔ دوسرے
لئے گھر ہی کے ڈائل پر ایک سرخ لامگ کا نقطہ جلان اٹھا۔ عمران
غامو شی تھے اس نقلے کو دیکھتا رہا۔۔۔ پسند سیکنڈ بعد نقلے کا
لامگ سبتر ہو گیا۔ اور عمران سمجھ گیا کہ رانی بڑھ کرے۔۔۔

”ہیلو۔۔۔ عمران سپیکنگ اور۔۔۔“
عمران تھر ہی کے
قریب منظرے جا کر عمر کو شیانہ بیجے میں کہا۔۔۔
”یہ سر۔۔۔ ٹائیگر بول رہا ہوں اور۔۔۔“ دوسرا
طرف نئے ٹائیگر کی دعویٰ ادا لاستانی دی۔۔۔
کہاں سے بول رہے ہو تو۔۔۔ عمران نے

”شاہی روڈ کی پہلی عمارت کے باہر نہ موجود ہوں۔ پروفیسر اس کو بھی بتے باہر آگیا تھا۔ آپ کے حکم کے مطابق میں نے اس کا تھا قب کیا۔ وہ کوئی سے نکل کر جزو فین کلب گیا۔ اس نے کار پاس پر چھپ دی اور تقریباً دس منٹ تک عمارت کے اندر رہتا۔ پھر واپس آکر وہ دوبارہ کار میں سوار ہوا۔ اور وہاں سے سیدھا اس عمارت میں آگیا ہے۔ اس وقت بھی اندر موجود ہے۔ اور“ ٹائیگر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ ”کوئی کے اندر گولیاں چلنے کی آذان ہی سنی تھی تم نے اور“ عمران نے پوچھا۔

”نہیں جناب۔ میں کوئی آذان سننا نہیں دی۔“
حلال کر میں کوئی سے بالکل نزدیک رہا ہوں اور“ ٹائیگر نے جواب دیا۔

”اچھا۔ تم ایسا کرو۔ یہاں سے سیدھے جزو فین کلب جاؤ اور وہاں جا کر معلوم کرو کہ پروفیسر وہاں کس سے ملتے ہیں۔“
”خدا اور“ عمران نے اسے ہمایت دیتے ہوئے کہا۔ ”بہتر جناب۔ پورٹ ٹرانسپریسی دل اور“ ٹائیگر نے جواب دیا۔

”ہیک ہے۔ میں سپتہ کر لوں گا۔ میرے چند داقت دہاں دیا۔“

”موجود ہیں اور“ ٹائیگر نے جواب دیا۔

”اوکے اور دیپتی آں“ — عمران نے کہا اور وہ بھی
جن دبکر اس نے باہمہ خشم کیا۔ اور پھر سو نیاں تھا کہ اس نے
وقت درست کیا — اس کی گھری میں دبیں تاکہ سو نیاں تھا۔
یعنی بندہ سوں کے ذمیع بھی وقت رکھا تھا اور نیاں تھا اور گھری کی
سو سوں کی سدستے بھی — اس لئے اسے وقت درست
کرنے میں کوئی دشواری پیش نہ آئی۔
اسی لمحے فیاض عالی پر آگئی۔

”میں نے ڈرائیور کو بیٹھ کر اڑا ملاع دیکھ رکھ دیا ہے۔
دہان سوچوںگ پہنچ جائیں گے“ — فیاض نے حباب دیا۔

”اوکے آؤ اب باقی چالا کر بھی آتا ہی دوں“ —
عمران نے سر طلاقے پہنچ کرنا۔ اور پھر فریزی سے ہار کی
طرف علی پر — فیاض اس کے پیچے تھا۔ اس پر فیاض
پڑا تھا۔ ہر سینٹ پر تھا۔

”اب کہاں چلانے ہے“ — فیاض نے گاؤں کوٹھی سے
باہر نکلتے ہوئے پوچھا۔

”وہیں جمال سے تم ہے عزت ہو کر نکلتے“ —
عمران نے سکراٹے ہوئے کہا۔

”کیا مطلب“ — فیاض نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

”اے بانی — یہ تو میں بھول ہی گیا کہ تم ہر لفڑی سے
یہی عورت ہو گئی سی ملکتے ہو۔ اس نے تھیں خاص فناخت
بتانی پڑے گی۔ بعضی وہیں جہاں پر فیر گروپ نے تھیں۔

بیہمیا تھا۔ عمران نے سپاٹ لیتے میں کہا۔ اور فیاض
اُسے گھوڑ کر رہ گیا۔ مگر اس نے جواب دینے کی بجائے گھاڑی آگے
بڑھا دی۔ فیاض لاکھ مشتعل مزاج سہی تیکن اُسے اتنا ہوش
ضرور تھا کہ اگر اس نے ذرا بھی عضسہ دکھانے کی کوشش کی تو
عمران نے ایک بار پھر گپڑ جان لی۔ اور پھر اُسے منانا مشکل
ہو جاتے گا۔

”ایک بات سوچ لو۔ اس بار اگر جھاپنا کام ہوا تو سر جمان
مجھے گولی مار دیں گے۔“ فیاض نے چند لمحے خاموش رہنے کے
بعد کہا۔

”کوئی بات نہیں۔“ پھانسی پڑھ جاتے گاناڈیہی چڑھنے
دو۔ کھڑا کھڑا جائیداد تو میرے قبضے میں آئے گی۔ مجھے تم بننے
لوگوں کی منتیں تو نہیں کہ فی پڑیں گی۔“ عمران نے سر ملا تے
ہوئے جواب دیا۔ اور فیاض خون کا گھونٹ فی کر رہ گیا۔ ظالہر ہے
جو اپنے باپ کے متھلن ایسے فقرات کہنے سے نہ ملتا تھا وہ فیاض
کو کہاں بخیش سکتا تھا۔

نخورڑی دیکھ بعد فیاض کی گھاڑی شاہی روڈ پر پہنچ گئی۔ اور
شاہی روڈ پر پہنچتے ہی اس نے گھاڑی کی رفتار آنسو سے کتر لی۔
”کیا اس عمارت کے اندر جانا ہے؟“ فیاض نے
پوچھا۔

”نہیں۔“ باہر کہنیں آٹھ میں روک لو۔ مجھے پہلے مرا قہہ تو کر
لیں گے۔“ عمران نے سر ملا تے ہوئے کہا۔ اور فیاض نے

کھاڑی ایک طرف روک لی۔ عمران خاموش میٹھا تھا۔ اس کے ذہن میں الجھن منایاں تھیں۔ کوئی خالی ہو لے اور دنیاں مقامیوں کی لاشیں ملنے کا مطلب تھا کہ مجرم غائب ہو چکے ہیں۔ اور ظاہر ہے پہ ویسے موجود تھا۔ اگر وہ مجرم ہوتا تو اس طرح تکمیل رہتا۔ پھر آنحضرت پر ویسے کا کیا نول ہے اور مجرم کون ہیں۔ شہلا اور راحر کہاں ہیں۔ ان سدا لوں کا جواب نہ مل رہا تھا۔ ابھی انہیں دنیاں کے سوتے تھوڑی سی دیر ہوئی تھی کہ اچانک عمران کی کھلانی پر ضربیں لگتی شروع ہو گئیں۔

”یار فیاض دیکھنا اسی عمارت کا کوئی عقیلی دنداؤزہ تو نہیں ہے۔ ایسا نہ ہو ہم یہاں بیٹھے رہیں اور پہ ویسے فرار ہی ہو جائے۔“ عمران نے کھلانی پر ضربیں لگتے ہی فیاض سے مخاطب ہو گر کہا۔ ظاہر ہے وہ فیاض کے سامنے ٹائیکر سے بات نہ کرنے لے چاہتا تھا۔

”تو کیا میں خود جا کر دیکھوں۔“ فیاض نے یوں حیرت بھرے ہجے میں کہا جیسے ایسا کام اس کے شایان شان نہ ہو۔

”نہیں۔ اپنی ولادی کو بھیج دو کتنے بے شک یہاں بیٹھے ہو۔“ پھر دسری صورت ہے کہ ولادی کو یہاں ڈال دا درخود جا کر دیکھا آؤ۔“ عمران نے بُرا اسامنہ نتاتے ہوئے کہا۔

”یہ عجیب مصیبت ہے۔“ میں سپرٹنڈنٹ نہ ہوا۔ اسی اسی نہ چکا۔ فیاض نے بُر بُر اتے ہوئے کہا۔ اور کھر داؤزہ

کھوں کر نیچے اتر گیا عمران کے بیوی پر مکراہب تیرنے لگی۔
وہ فیاض کی مشکل سمجھتا تھا۔ فیاض کو یہ کام اپنے عہدے
کے لحاظ سے کھٹیا معلوم ہو رہا تھا۔
فیاض کے چلتے ہی عمران نے تیزی سے دندن بٹن کو مخصوص
انداز میں دبایا۔

”ہمیلو۔“ مائیگر سیکنگ اور۔“ بٹن دبتے ہی
دوسری طرف سے مائیگر کی آواز سنائی دی۔
”کیا ہمار پورٹبے سے اور۔“ عمران نے سخت ہجے
میں کہا۔
”جناب۔“ پردہ غیرہیاں کے ایک کھڑے میں گیا تھا۔
اس کھڑے کا دروازہ لاک تھا۔ میں نے ماشرکی سے جب اُسے
کھولا تو اندر ایک مقامی روکی کی لاش پڑی ہوئی ہے اور
مائیگر نے جواب دیا۔

”مقامی روکی کی۔“ کیا حلیہ ہے اس کا اور۔“ عمران
نے چونکتے ہوئے پوچھا۔ اور جواب میں مائیگر نے جو حلیہ بتایا وہ
ستے ہی عمران سمجھ گیا کہ ہلاک ہونے والی لاکی شہلا کے ٹلادہ اور
کوتی نہیں ہو سکتی۔
”کیا نکب والوں کو اس کی بلکرت کی اہمیت ہے اور۔“

عمران نے پوچھا۔
”نہیں جناب۔“ میں نے خفیہ ملود پر چکر لگ کی تھی اور۔“
مائیگر نے جواب دیا۔

مُحَمَّمَد نے پوچھ کی ہو گی اور جب اس کھرے سے لاش ملے گی تو پھر
بات تم پہلی آجائے گی اور "عمران نے کہا۔
" ہو تو سکتا ہے پھر کیا حکم ہے اور" مایگر نے
جواب دیا۔

"میکا م اس لاش کو خفیہ طور پر دہائی سے نکال کر لے سکتے ہو
اوور" عمران نے پوچھا۔

"بالکل لاسکتا ہوں ایک راستہ ایسا ہے جہاں سے یہ
کام آسانی سے ہو سکتا ہے اور" مایگر نے جواب دیا۔
او کے پھر اس بڑکی کی لاش دہائی سے نکال کر اسے
بیلی عمارت کی عتیقی سمت کرنے میں انہر پھینک دو۔ مگر علیہ ہی
اوور" عمران نے کہا۔

"بہتر جناب مجھے زیادہ سے زیادہ آڈھا گھنٹہ لگے گا اور"
مایگر نے جواب دیا۔

"لاش پھینک کر تم میں بعد کی طرف آ جانا۔ دہائی میں فیاضن
کے ساتھ اس کی سرکاری گاڑی میں موجود ہوں۔ تم صرف
پاس سے گزد جانا۔ میں سمجھوں گا کہ کام ہو گیا ہے اور"
عمران نے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"بہتر جناب اور" دوسرا طرف سے کہا گیا۔

"ہبہ دے پاس موڑ سائیکل تو نہیں ہے اور" اچانک
عمران نے کسی خیال کے تحت پوچھا۔

"کار ہے جناب موڑ سائیکل ہوتا تب میں لاش کیسے لے

آتا ادورہ ۔ ٹھائیگر نے جواب دیا۔

”او۔ کے فوراً کام شروع کر دو۔ مگر انہیں سو شیار می سے۔ اور اینہاں آل“ عمران نے کہا اور وہ مذہبی دباکر بالطف ختم کر دیا۔

آنچند لمحوں بعد ہی فیاض بھی تیز تیز قدم اٹھاتا دا بس آگیا۔ ”وہاں کوئی دروازہ نہیں ہے“ فیاض نے بڑا سا منہ بنا تے ہوئے کہا۔ اس کے لیے میں چنچھلوہ سہٹ لکھی جیسے میں سے خواہ مخواہ تکلیف دی جائی ہو۔

”محجھے پہلے سی پتہ تھا۔ چلو ممہیں بھی پتہ چل گیا۔“ عمران نے سپاٹ لیجے میں کہا۔ اور ٹھاٹھی کی نشست سے سر ٹھکا کر آنکھیں بند کر لیں۔

”اگر ممہیں پتہ تھا تو محجھے خواہ دوڑا یا۔“ فیاض نے جنچھلائے ہوئے لیجے میں کہا۔ مگر عمران نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ آنکھیں بند کئے چھپری سوچ میں تھا۔ صورت حال واضح ہوتی چلی جا رہی تھی۔ پرد فیسر کا کوئی سے نکلتا اور وہاں سے چار مقامی آدمیوں کی لاشیں ملنے۔ اور چھپر پرد فیسر کا جوز فین کلب ہیں جا کر شہلا کو قتل کرنا اور راجر کا غائب ہو جانا۔ اس سے تو ایک ہی بات کا پتہ چلتا تھا کہ پرد فیسر اور راجر ایک ہی شخصیت کے دونام ہیں۔ مگر صرف ایک الجھن بھی کہ جس وقت راجر ٹھنکوہا ہو مل میں تھا اس وقت پرد فیسر ہیاں موجود تھا۔ اور چھپر پرد فیسر نے ٹھنکوہا ہو مل میں راجر کو فون بھی کیا تھا۔ اس سے تو ہیں ظاہر

ہوتا تھا کہ وہ دونوں علیحدہ آدمی ہیں ۔ مگر پھر راحر کہاں غائب ہو گیا۔ اور شہلا کا قتل اور کوئی کاغذی ہونا ۔ مقامی مخالفوں کا قتل، سب باتیں آپس میں الجھجھی تھیں۔ اب تو ایک ہی صورت تھی کہ پر دخیرہ اصل صورت حال بتا سکتا تھا۔ اور اس نے پر دفیسر کو قابو میں کرنے کے لئے ہی شہلا کی لاش میں کو عمارت میں پھینکو انس کا پر گرام بنایا تھا۔ ظاہر ہے شہلا کی لاش عمارت سے مٹنے کے بعد پر دفیسر کی گرفتاری کا سر کار رہی جو اذبن جاتا تھا۔ ورنہ تو پر دفیسر نے پہلے کی طرح اب بھی اپنے سفارت خانے کی آڑ لیتی تھی۔ اور فیاض بے بیس ہو کر رہ جاتا۔ مسلک فیاض کا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ فیاض جس طرح پہلے بے عزت ہو گر نکلا تھا اور سر رحمان اور سر سلطان کو غتیں کرنا پڑتی تھیں اس کا بدلہ چکایا جاتا۔ ورنہ اگر فیاض کا مسلک نہ ہوتا تو وہ پر دفیسر کو خود ہی انداز کے دانشمنزل لے جاتا۔ اور پھر پر دفیسر کے فرشتے بھی اصل صورت حال بتا دیتے۔

”اب کیا یہاں بیٹھے ہی رہیں گے یا کچھ کرنا بھی ہے؟“ فیاض نے عمران کی طویل خاسوشی سے تنگ آکر جھنجھلانے ہوئے لیچے میں کہا۔

”صبر۔۔۔ پیارے سپر فنڈ نٹ صبر۔۔۔ جاسوسی کرنے سے تو صبر کرنا سیکھنا ہی پڑے گا۔۔۔ ورنہ پھر ظاہر ہے ڈیمی کی جگادیں ہوں گی۔ اور مہارہی بے بسی۔۔۔“ عمران نے

اکھیں کھوں کر مسکراتے ہوتے کہا۔ اور فیاض دانتوں سے ہونٹ
کاٹ کر رہ گیا۔

ظاہر ہے اب وہ اور کہ بھی کیا سکتا تھا۔ اس کی حشیت تو
کٹھے پتلی جیسی بھتی۔ اسے تو سکر سے معلوم ہی نہ تھا کہ کیا
ہو رہا ہے اور یہ سے ہو رہا ہے۔

دا جر پر فیسر کے میک اپ میں سید حاج زین کلب
 پہنچا۔ اس نے کار بابر و کی اور پھر گوم کردہ کلب کی سائیدہ
 کی گھی میں داخل ہو کر عقبی سمت میں آگیا۔ وہ عقبی دروازے
 سے اندر جانا چاہتا تھا مگر دروازہ بند تھا۔ اس نے اسے دھکیل کر
 کھولنا چاہا۔ مگر بے سود دروازہ چوں کہ اندر سے بند تھا۔
 اس لئے وہ باہر سے نکھل سکتا تھا۔ راجز ہونٹ کا ٹشنا ہوا تیزی
 سے واپس مڑا۔ اب ظاہر ہے میں گیٹ سے اندر جانے
 کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا۔ چنانچہ وہ تیزی سے چلتا ہوا واپس
 میں گیٹ کی طرف آیا۔ اور پھر دروازہ کھول کر وہ اندر داخل
 ہوا۔ میہاں کلب میں یہ اصول رکھا گیا تھا کہ جس کمرے کے لئے
 کوئی ملا قاتی آتا وہ پہلے کا دنہ میں سے بات کرتا۔ وہ فوں
 کر کے اس کمرے کے رہائشی سے اجازت لیتا۔ اور اگر اجازت مل

جاتی تو ملائکتی کو اور پر جانے کی اجازت دی جاتی۔ درنہ اُسے واپس
بیسخ دیا جاتا۔ پروفیسر اندر داخل ہو کر سیدھا کاؤنٹر کی طرف
بڑھتا چلا گیا۔ ایک نوجوان موجود تھا۔

”فرمائیے۔“ کاؤنٹر میں نے پروفیسر کو دیکھتے ہی مہذب
لہجے میں کہا۔

”کھرو نمبر دوسو دس میں مس شہلا مقیم ہیں۔ میں اس سے ملنا
چاہتا ہوں۔“ راجر نے سمجھ دیجے میں کہا۔

”آپ کا تعارف۔“ کاؤنٹر میں نے بڑے با اخلاق لہجے
میں پوچھا۔

”پروفیسر ڈی۔ ایس۔“ پروفیسر نے جان پوچھ کر نام بتانے
کی وجہ سے ڈیتھ سرکل کا مخصوص کوڈ ڈی۔ ایس کہہ دیا۔ وہ جانتا
تھا کہ یہ الفاظ سنتے ہی شہلا ملنے کے لئے تیار ہو جاتے گی۔

”بہتر جناب۔“ ایک لمحہ تو قفت کیجئے۔ میں میں شہلا سے
پوچھ لوں۔“ کاؤنٹر میں نے کہا۔ اور پھر اس نے کاؤنٹر پر
بڑے ہوئے انٹر کام کا دسیور انٹھا کر ایک بشن دیا دیا۔
”ایس۔ دو منیز دوسو دس۔“ چند لمحوں بعد ہی

دوسری طرف سے شہلا کی آفان سنائی دی۔

”کاؤنٹر میں بھل دیا ہوں میڈم۔“ ایک صاحب آپ
سے ملتے آئے ہیں۔ پروفیسر ڈی۔ ایس۔“ کاؤنٹر میں
نے بڑے مہذب لہجے میں کہا۔

”ادہ۔“ پروفیسر ڈی۔ ایس۔“ بھیک ہے یہ بیسخ دو۔“

و صرفی طرف سے شہلا نے غیرت بھرے انمازیں قبضی مالیں کے
الفاظ دوہرائے ہوئے کہا۔

"بہتر میدم" کا اونٹریون نے کہا اور دسیور کہتے
ہوئے اس نے کاؤنٹر کے نیچے یا تھہ بڑھا کر ایک بیٹھن ویا دیا۔
بیٹھن دبتے ہی لفٹ کا دروازہ خود بخوبی کھلتا چلا گیا۔

"تشریف" لے جائیئے پروفیسر" کاؤنٹریون نے مکرات
ہوئے کہا۔ اور راجرسٹر ملائیا ہوا لفٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

لحوڑی دیر بعد دھرمہ نمبر دسیور دس کے سامنے موجود تھا
اس نے دروازہ پر ہلکی سی دستہ ک دی
پیس "کم ان" اندھے سے شہلا کی آوان سننائی
دی اور راجرد فانہ کے کو دھکیلتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔ شہلا
بستر پر بیٹھی ہوئی رکھتی۔

"ادھ" تم کون ہو" پروفیسر کی اجنبی شکل دیکھتے
ہی شہلا بھری طرح چونک پڑی۔

"شہلا" میں راجروں ایک نئے میک اپ میں،
اس بار راجر نے اپنی اصل آواز میں کہا۔

"راج" اودھ تم میں بھی کہوں کہ نئے آدمی کو کوٹو اور
اس کھرے کا کہاں تھے علم ہو گیا۔ تھریلیت کیا ہے" شہلا نے
مطمئن ہوتے ہوئے کہا۔

"بات ختم ہو گئی ہے شہلا" ٹوٹی اپنے پورے گروپ سمیت
آنٹیلی چیزیں مکے ہاتھوں ملا جا چکا ہے۔ اور آنسٹیلی جنس اب بھاری

بازیابی کے لئے پورے شہر میں چھپے مار رہی ہے۔ اس لئے مجھے موجوداً یہ میک اپ کرنا پڑتا ہے ٹراجمانے جواب دیا۔ وہ بیٹھنے کی سجاۓ بستر کے قریب کھڑا ہو کر بات کر رہا تھا۔

”ٹونی مارا گیا۔ ادھ دیمی بیٹھا۔ اب کیا ہو گا۔ میں بھی تو انشیلی جنس کی نظرؤں میں ہوں۔“ شہلا نے بُری طرح چونکتے ہوئے کہا۔ اس کے لمحے سے خوف نہایاں تھا۔

”اس لئے تو یہاں آیا ہوں کہ تمہیں انشیلی جنس کی نظرؤں سے چھپا دوں۔ انشیلی جنس تمہیں دیکھ کر بھی کچھ معلوم نہ کر سکے مجبوری ہے۔“ راجمنے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کیا مطلب کیا میرا میک اپ کرو گے۔“ مگر کس کا؟“ شہلا نے لمحے ہوئے ہجے میں کہا۔

”نہیں۔ میک اپ کی کیا ضرورت ہے۔ تمہارا کام ختم تو تمہارا وجود بھی ختم۔“ راجمنے بڑے سفاک لمحے میں کہا۔ اور پھر اس سے پہلے کہ شہلا اس کی بات کا مطلب سمجھتی مذاجر نے چیب سے ہاتھ باہر نکالا۔ اور اس کے ہاتھ میں سائیلنسر لکاریو اور چمک دیا تھا۔

”گاگ گاگ.....“ شہلا نے ریوا اور دیکھتے ہی خوف زده ہجے میں کچھ کہنا چاہا۔ مگر دوسرا لمحے چٹ کی آدازہ سنائی دی۔ اور شہلا کا باقی فقرہ اس کے حلق میں ہی رہ گیا۔ گولی بھیک اس کے دل میں گستی چلی گئی۔ اور شہلا ایک جھلک سے بستر پر گرد پڑی۔ وہ بے چارہی عنیت بھی نہ سکی اور

چند لمحوں بعد ہی بے حس و حکمت ہو کر رہ گئی۔
 راجہ نے ریو اور کی نال میں پھونک دار کو اُسے واپس جبیں میں
 ڈال دیا۔ اور پھر اس نے تیزی سے کمرے کی تلاشی لینا شروع کر
 دی۔ وہ کوئی ایسی چیز یا ان نہ چھوڑنا چاہتا تھا جس سے تنظیم
 کے بیٹھ کوارٹ کی نشاندہی ہو سکے۔ گروہ میں ایسی کوئی چیز موجود
 ہی نہ تھی۔ مطمئن ہو کر اس نے ایک نظر مردہ شہل پر ڈالی۔
 اور پھر دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ دروازہ بند کر کے وہ تیزی
 سے لفت کی طرف بڑھا۔ اور چند ہی لمحوں میں وہ میں گیٹ
 سے باہر نکلتا چلا آیا۔ اس کے قدموں میں خامی تیز رفتار می تھی۔
 وہ جلد از جلد کلب سے دور ہو جانا چاہتا تھا۔ کار میں بیٹھ کر
 جب وہ کلب سے کافی فاصلے پر آگئا تو اس کے چہرے پر
 اٹھیان کے آثار نہایاں ہو گئے۔

تھوڑی دیر بعد وہ شاہی روڈ کی اس پہلی عمارت میں بہنچ گیا
 جہاں اصل پروڈ فیسر دہائش پذیر تھا۔ اس کی کار دیکھتے
 ہی وہ بان نے خود پر کچھ لکھ کھول دیا اور راجہ کار اند پوسٹ میں
 لیتا چلا گیا۔ عمارت میں اونکوئی آدمی موجود نہ تھا۔ باقی لوگ
 شاید سائیٹ پر گئے ہوئے تھے۔ درب بان باہر ہی رکھ گیا تھا۔ اس
 لئے راجہ اٹھیان سے پہلے تو پوڈی عمارت میں گھومتا رہا وہ
 یہاں کے ہر پہلو سے واقع ہو جانا چاہتا تھا۔ اور پھر
 اس نے ہر کمرے میں پڑے ہوتے سامان کی تلاشی لی۔ یہاں
 رہنے والے ہر انجمن بر کا علیحدہ کمرہ تھا اور وہاں کے سامان

کو چیک کر کے ان کے ناموں اور کاموں سے واقعیت حاصل کرنا
چاہتا تھا۔ اس لئے ایک گھنٹے کے طول عرصے تک مسلسل
مصروف رہنے کے بعد وہ ہلمن ہو کر اپنے گھر سے میں آگیا۔ اب
وہ پروفسر کارڈل آسافی سے کچھ عرصے تک بھاگتا تھا۔ اس
نے پروفسر کے سامان اور اس کے ذاتی خطوط کی بھی پڑتاں کی۔
اور کھردہ کرسی پر مشیش کر آئندہ کی منصوبہ بنیادی میں مصروف ہو گیا۔
وسی لمبے اسے دروازے پر دیوان کی شکل نظر آئی۔
”پروفسر اب آپ کی طبیعت کیسی ہے؟“

دریان نے سوچ دیا۔ ”جگہ تک پہنچوں کر دیاں کیوں آگئے ہو؟“
”ٹھیک ہے۔“ راجرنے پروفسر کے لئے میں بات کرتے ہوئے کہا۔
”جناب“ باقی ممبرز کے آنے کا وقت ہو گیا۔ میں
نے پیخ کا انتظام کرنا ہے ناؤ۔“ دریان نے حیرت زدہ ہجے
میں کہا۔

”اوہ“ اچھا اچھا۔ بس ایک پریشانی کی وجہ سے مجھے
خیال نہیں رہا۔“ راجرنے فوراً ہی بات سنبھالتے ہوئے
کہا اور دریان سر جھینکتا ہوا ایک عرف برداشت اچلا گیا۔
راجر کچھ دیر سوچتا رہا۔ ایک لمحے کے لئے تو اسے خیال آیا
کہ وہ فوراً مغربی جمنی کے سفارت خانے بات کر کے فال پسی
کی سخت مہکوارے۔ مگر پھر اس نے اپنے آپ کو روک لیا۔
ظاہر ہے اس کے لئے کوئی معقول بیان ہونا چاہیے تھا۔

ادر فی الحال ایسا کوئی بہانہ موجود نہ تھا۔ اُسے کچھ عرصہ انتظار کرنا پڑے گا۔ ابھی وہ اسی سوچ بچار میں مصروف تھا کہ اچاک ایک گاڑی کے اندر آنے کی آواز سنائی دی۔ اور پھر مختلف لوگوں کے یاتم کرنے اور تبرقوں کی آوازیں سنائی دیں اور ریاحر سمجھ گیا کہ پروفیسر کے باقی ساتھی آ جتے ہیں۔ وہ سبھل کر جیٹھ گیا۔ چند لمحوں بعد دس غیر ملکی اس کے گھر سے میں داخل ہوئے۔

”کیا حال ہے طبیعت کا پروفیسر۔ صبح آپ کی طبیعت بے حد خراب تھی۔ ڈاکٹر سے مشورہ کیا؟“ ایک غیر ملکی نے تشویش بھر سے بچھے میں کہا۔

”اب شفیک ہوں ٹیڈ۔ شکریہ۔ میں ڈاکٹر کے پاس گیا تھا۔ اس نے تمام چیک اپ کیا ہے۔ وہ کہتا ہے بس معمولی سا ڈپریشن ہے۔“ پروفیسر نے تصویر کی مدد سے اس غیر ملکی کو پہچانتے ہوئے اس کا باقاعدہ نام لے کر جواب دیا۔

”ادم۔ شکریہ۔ آج سائٹ پر آپ کی غیر موجودگی بڑی محسوس ہوتی رہی۔ کل تو آپ چلی گئے نا۔“ ایک دوسرے غیر ملکی نے پوچھا۔

”بالکل چلوں گا۔“ راجرنے سہ ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

”او۔ کے۔ او۔ کے۔“ سب نے خوشی سے نعرہ لکھاتے ہوئے کہا اور پھر وہ گھر سے سے نکلتے چلے گئے۔ اور

راجہ کے لبؤں پر ملنڑی سی مسکراہٹ تیرتی چلی گئی ۔۔۔ وہ سوچ رہا تھا کہ انجینئر پروفیسر کے جسم کے لکڑے گنڈر میں تیرتے پھر رہے ہوں گے ۔۔۔ اور یہ سائٹ پر چلنے کی بات کر رہے ہیں، بہر حال وہ پہلے امتحان میں کامیاب ہو گیا تھا ۔۔۔ اس نے اٹمینان کی طویل سانس لیتے ہوئے کہ سی کی پشت سے سر مکا دیا۔

شائے سر کو کال کئے جب تقریباً آدھا گھنٹہ گز ریگا تو
 عمران چونکنا بتوکر بیٹھ گیا اور پھر ہتوڑی دیر بعد اس نے عمارت
 کی طحہ کلی سے ٹائیکر کو نکل کر گاہی کی طرف بڑھتے دیکھا۔ ٹائیکر کے
 چہرے پر موجود الہمینان دیکھو کر عمران سمجھ گیا کہ وہ اپنے مشن میں
 کامیاب ہو گیا ہے۔ ٹائیکر بڑے الہمینان سے چلتا ہوا گاہی
 کے قریب سے گزرتا چلا گیا۔ اور عمران نے چونک کر فیاض کی
 طرف دیکھا۔ جس کے چہرے پر شدید ترین بیزاری کے آثار
 بتایاں تھے۔ وہ شاید دل ہی دل میں بیٹھا عمران کو روانی سے
 کالیاں دے رہا ہو گا۔ مگر ظاہر ہے منہ سے کچھ نہ کہہ سکتا
 تھا۔

یار تھک تو نہیں گئے بیٹھے بیٹھے چاہو تو باہر سڑک پر لیٹ
 جاؤ بلکہ سو جاؤ۔ میری طرف سے اجانت ہے۔ عمران نے

مسکراتے ہوئے کہا۔

"مزید میر ادل نہ جلاو۔ اب کب تک بیٹھنا ہو گا؟"

فیاض نے چڑھتے سے بچتے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"بس اب انتظار کی صبر آزمائھر دیاں ختم۔ میر امر اقبہ پورا ہو گیا ہے۔"

عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور فیاض نے الہمینان کا ایک طویل سانس لیا۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا

وہ دونوں ہی چونک پڑتے۔ کیوں کہ ایک شیش و میں عمارت

کے گیٹ پر رکی اور پھر کھاکھ کھلتے ہی اندر چل گئی۔ اس میں دس

کے قریب غیر ملکی مشق ہوتے تھے۔

"اچا اچھا۔ میں سمجھ گیا۔ تمہیں انہی کا انتظار کھا تو کیا یہ

سارے مجرم ہیں۔" فیاض نے ایسے بچتے میں کہا جیسے اتنا

بڑا انکشاف کر کے اس نے کوئی بہت بڑا کارنامہ سراخجام دیا ہوا۔

کاشت اتنے سارے مجرم ہوتے تو میں جلد ہی کروڑ پیسوں

میں شامل ہو جاتا۔" عمران نے ایک بخندی سانس لیتے

ہوئے کہا۔ اور فیاض بے اختیار ہنس رہا۔

"اب کیا کرن لے۔" یہیں بیٹھے بخندی سانس میں لیتے رہو گے یا کچھ کر دے بھی ہی۔" فیاض نے چھنجلاتے ہوئے بچتے میں کہا۔

"سنوفیاض۔" اندر ایک پر دیسرڈ ٹکن موجود ہے۔ وہی

ادیمیر عمر غیر ملکی جو اس وفاد کا سر را ہے۔ مہار امہلوبہ آدمی و پیر

ہے۔" اب مسئلہ یہ ہے کہ میر امہارے ساتھ جانا لازمی ہے۔

مگر انہوں نے آسافی سے جان نہیں دینی۔ اونکلام محالہ قبیلہ سی کو بلانا پڑے گا — اونکلامی نے مجھے بتہارے ساتھ دیکھ لیا تو پھر محاصلہ خراب ہو جائے گا ॥ عمران نے سرہ پلاتے ہوئے کہا۔

”اونکلام سامنے کرنا۔ دنہ سارے کئے کرائے پہ پانی پھر جلتے گا ॥“ فیاضن نے بوکھلا کر کہا۔

”پھر تو ایک ہی صورت تب تبے کر میں بتہارے ماں سخت کامیک اپ کر لوں ۔ بولو ۔ کس کا کروں ۔ اور مجھے اس کا فوتو بھی چاہیے ۔“ عمران نے کہا۔

”ماں سخت کو چھوڑو ۔ وہ تو سر رحمان دیکھنے ہے کہ چنان لیں گے ۔ وہ ایک ایک آدمی کی رُگ رُگ سے واقع ہیں ۔“
”کوئی اور تجویز سوچو ۔“ فیاضن نے جواب دیا۔

”اوے ہاں ۔“ شیخ رہے گا۔ میرا دماغ بھی اب بتہاری سمجھتے ہیں۔ رہتے رہتے قتل ہو دیا ہے۔ وہ پروفیسر ٹھوٹشی کیا رہتے گا۔ خبر اعلیٰ ۔“ عمران نے جو نکتے ہوئے کہا۔

”اوے ہاں ۔“ شیخ رہتے ہیں۔ بالکل شیک رہتے ہیں۔ سر رحمان سے کہوں گا کہ میں نہ پروفیسر کو دھونڈنے نکالا۔ اونکلام پروفیسر کی بات سچی نکلی ۔“ فیاضن نے ٹھوٹشی ہوتے ہوئے کہا۔

کہیوں کہ اس طرح اس کی کارکردگی مزید نہ لایاں ہوئی تھی۔ اور عمران نے کوٹ کی اندر دنی جیب سے ایک چھوٹا سا باکس نکالا اور اس سے مکمل کر ساختہ کر دیا۔ اونکلام اس کے لیے

تیزی سے چلنے لگے۔ کیوں کہ کارڈی ایک طرف کھڑی تھی اس لئے کسی کے خاص طور پر دیکھنے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔

عمران کے ہاتھ تیزی سے چلتے رہے۔ اور ساتھ والی سیدھ پر بیٹھا ہوا فیاض حیرت سے اس جادو گروئی کو دیکھتا رہا۔ عمران کے چہرے کے نقوش تیزی سے بدلتے جا رہے تھے۔ چہرے پر جہریاں ابھرائی تھیں۔ سر کے بالوں میں سفیدی جعلک آفی تھی اور اب بال کھڑی کی صورت اختیار کر گئے تھے۔ زندگی بھی بدل گیا تھا۔ عمران نے میک اپ باکس میں لگے ہوئے آئینے کو دیکھا اور پھر ایک طویل سانس لئتے ہوئے میک اپ باکس میں سے چھوٹے چھوٹے دو کلپ نکال کر نہوں میں فٹ کر دیئے۔ ان ٹکپوں کی مدد سے اس کے نقصتوں کی ساخت اور مجموعی طور پر ناک کی ساخت یک لخت بدل گئی۔ داییں گال میں کان کے ساتھ مصنوعی مسہ لگانے کے بعد عمران نے ہلکی داڑھی اور دو چھبیں لکھا دی۔ اور ساتھ ہی صبوؤں کا شائل بھی بدل ڈالا۔ اس کے بعد اس نے میک اپ باکس سے ایک شیپ روپ نکالا اور اس میں تھوڑا سا شیپ کا گھرہ آکاٹ لیا۔ اس شیپ پر ایسے نشانات پئے ہوئے تھے جیسے کوئی پہلا معمول شدہ ذخیرہ نشان ہو۔ اس نے شیپ کو پیشافی کی داییں طرف پر کھادیا۔ اور اس پر اٹھی بچر نے کے بعد جب اس نے ہاتھ ہٹایا تو چہرے پر پرانے ذخیرے کا نشان ابھرایا۔ عمران نے میک اپ باکس میں سے ایک چھوٹی سی شیشی نکالی اور اس کا ڈھکن کھول کر

و دونوں آنکھوں میں سبز رنگ کے محلہ کے دو قطعے ڈال دیئے۔ اور بوتل بند کر کے باکس میں رکھ دی۔ محلوں کے قطعے یہیں ہی آنکھ میں پڑے۔ عمران کی آنکھ کی تینی ذرا سی بھیل گئی اور اس کا رنگ بھی بدل گیا۔ عمران نے لہجہ کی مدد سے بالوں کا سائل بھی بدل دیا۔ اور پھر باکس کے دوسرے خانے میں رکھی ہوئی پیکر کھان کی عینک نکال کر اس نے آنکھوں پر لگائی۔ اور میک اپ باکس بند کر کے اس نے واپس کوٹ کی جیب میں رکھ دیا۔ اب وہ تکمیل طور پر کسی یونیورسٹی کا دھیر عمر پر و فیر نظر آئتا تھا۔

”حرت انگریز۔۔۔ انتہائی حیرت انگریز۔۔۔ تم و جادوگر ہو اگر تم میرے سامنے یہ روپ نہ بلتے تو میں مر کر بھی لے چکن نہ کرتا کہ تم علی عمران ہو۔۔۔ فیاض کے لیے میں حیرت کے ساتھ ساتھ تحسین کے جذبات بھی موجود تھے۔۔۔

”بھائی۔۔۔ پیسے کھانے کے لئے سب روپ دھار نے پڑتے ہیں۔ کسی کی جیب سے پیسہ نکالنا آسان نہیں ہے اور خاص طور پر مہماں کی۔۔۔ عمران نے لہجہ بستے ہوئے کہا۔

”پھر دیہی پیسے جو بھی بات کرو تم بات پیسے پر ہی ہو کر ختم کرستے ہو۔۔۔ فیاض نے بڑا سامنہ بنکتے ہوئے کہا۔

”او بھائی سوپر فیاض۔۔۔ اب اس محاذے کو ختم ہی کر دیں۔ خواہ مخواہ استابرٹھ گاہے ہے۔۔۔ عمران نے فیصلہ کرنے لیجئے میں کہا۔ اور پھر دردازہ کھول کر نیچے اتر آیا۔ فیاض بھی تیزی سے

نیچے اترا۔ اس کے چہرے پر مسیرت کے آثار نمایاں ہو گئے تھے۔ اس کے کارناموں کی فہرست میں ایک اور شاندار کارناٹ کا اضافہ ہونے والا تھا۔

اور پھر وہ دونوں تیزی سے چلتے ہوئے عمارت کے گیٹ پر پہنچ گئے۔ گیٹ بند تھا۔ فیاض نے کال بیل کے بیٹن پر انگلی رکھ دی۔ حکومتی دیر بعد جھپٹوٹی کھڑکی کھلی اور دربان بابر ہج گیا۔ یہ وہ دربان نہ تھا جو یہی بار فیاض سے تکرار یا تھا شاید شفٹ کے سخت وہ لوگ کام کرتے تھے۔ فیاض چوں کلپری یونیفارم میں تھا اس نے وہ فیاض کو دیکھتے ہی جھیک گیا تھا۔ گیٹ کھولو۔ فیاض نے تکمانہ لے جائیں میں اس سے مخاطب ہو گر کہا۔

یہ ایشیلی بنس کے سینئر ٹینٹنٹ میں اور ایک تفتیش کے سلے میں یہاں آئے ہیں۔ پروفیسر ڈنکن سے انہوں نے ملنا ہے۔ عمران نے فوراً ہسی دربان سے فیاض کا تعارف کرتے ہوئے کہا۔ اور فیاض کا سینہ اور زیادہ چمڑا ہوتا چلا گیا۔

"بہتر جناب"۔ دربان نے خوف زدہ لمحے میں کہا اور پھر تیزی سے اس نے والپس جا کر گیٹ کھول دیا۔ اور وہ دونوں اندر داخل ہو گئے۔

"آئیے جناب"۔ میں آپ کو ان کے کھمرے میں لے چلتا ہوں"۔ دربان نے مکوڈ بانہ لجھے میں کہا اور فیاض نے

سر نہ لے دیا۔

اور وہ دونوں اس کے پچھے چلتے ہوئے آگے بڑھتے ہو گئے۔
در بان انہیں راہ داری میں لے جا کر ایک کھمر سے کے دروازے
پر لے جا کر رک گیا۔

”ابھی ابھی کھانا کھا کر سب اپنے کھروں میں آرام کر سہے ہیں:
در بان نے فیاض سے مخاطب ہو کر کہا۔

”دروازہ کھل کھٹکھٹا دے۔“ فیاض نے کر خدمت لے چکے میں جواب
دیا اور در بان نے تیزی سے دروازہ کھل کھٹکھٹا دیا۔

”کون ہے؟“ اند سے پروفسر کی آواز سنائی دی۔

”دروازہ کھو لیئے جناب۔“ افسر صاحب آپ سے ملنے
آئے ہیں۔“ در بان نے جواب دیا۔ چوں کہ آپ سے فیاض
کا عہدہ یاد نہ رہا تھا۔ اس لئے اس نے افسر صاحب کہہ کر
جان پھیرٹا لی۔ اور دوسرے لمحے اند سے قدموں کی آواز
اپھری۔

”تم حادثہ؟“ فیاض نے در بان کو تحکما نہ لے چکے میں کہا اور
در بان تیزی سے واپس گیٹ کی طرف پڑھتا جلا گیا۔
اُسی لمحے دروازہ کھلا اور پروفیسر و مخفی کی شکل دروازے
میں نظر آئی۔

”قریب ہیتے؟“ پروفیسر نے حرمت پھرے اندراز میں فیاض
سے مخاطب ہو کر کہا۔

”پروفیسر کیا آپ ہمیں اندراز کئے نہیں کہیں
کہیں“

گے۔ عمران جو پر و فیسر کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ فوراً اسی بول پڑا۔

"ادہ آئتے آئتے" پر و فیسر نے تیزی سے ایک طرف ہٹتے ہوئے کہا۔ اور عمران اور فیاض دونوں تیزی سے اندر داخل ہو گئے۔

عمران نے پر و فیسر کی آنکھوں میں فیاض کے لئے اجنبیت نوٹ کر لی تھی۔ اور اس بات سے وہ کھٹک گیا تھا کیوں کہ پچھلے واقعہ کے بعد حکم اذکم پر و فیسر فیاض کی شکل نہ بھول سکتا تھا۔ اپنے اس لئے وہ فیاض کے بولنے سے پہلے بول پڑا تھا۔ وہ مزید بات کو کنفرم کرنا چاہتا تھا۔

"پر و فیسر آپ انہیں پہچانتے ہیں؟" عمران نے اندر داخل ہوتے ہی فیاض کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہ یہ آفیسر ہیں" پر و فیسر نے الجھے ہوئے ہجھے میں کہا۔

"تم مجھے نہیں رہا تو نوگے ہیرت سے" فیاض کو بھی اب پر و فیسر نے آندہ از پر ہیرت ہونے لگی تھی۔

"ہمیں پر و فیسر ڈنکن سے ملتا ہے" عمران نے کہا۔ "یہیں پر و فیسر ڈنکن ہوں" فرمائیے۔ مگر مجھے اپنا تعارف کرایتے۔ پر و فیسر نے تیزی سے جواب دیا۔

"اگر آپ پر و فیسر ڈنکن ہیں تو بتائیے کہ راجہ کہاں ہے؟" عمران نے تیز رہجے میں کہا۔

"راجروں نکل کوں راجروں آپ کیا کہہ رہتے ہیں؟"
پروفیسر نے چونکہ کہا۔

میکن اس کی آنکھوں میں چونکنے کی نوعیت عمران سے چھپی
نہ رہی بھتی۔

"ویکھو پروفیسر— اس بار تم میرے ہاتھوں سے بچ نہیں
سکتے۔ اس لئے بہتر ہے کہ سب کچھ بتادو۔" — اچانک
فیاض غصے سے پیچ پڑا۔ اس کا پیمانہ صبر شاید بربز ہو جانا تھا۔
"ادہ— تم مجھ پر دعوب ڈال رہتے ہو۔" — میں ایک معزز
آدمی ہوں۔ سمجھے۔" — پروفیسر بھی غصے میں آگیا۔

"غصے میں آئے کی ضرورت نہیں ہے پروفیسر— تمہیں
راجروں کا پتہ بتادو ہم ہتمیں کچھ نہیں کہیں گے۔" — عمران نے
بات کو سنبھالتے ہوئے کہا۔

"میں کسی راجروں کو نہیں جانتا۔" — سمجھے۔ — تم غلط جگہ پہ
اگئے ہو۔ اور تم نے ابھی اپنا تعارف ہی نہیں کیا۔"

پروفیسر نے اپنے ہجے کو سخت بتاتے ہوئے کہا۔

"سوپروفیسر— میں ہتمیں بتاتا ہوں۔ تم نے ٹنکوڑا
ہو ٹل میں راچیر کو فون پہ ایشیلی جنس کے چھاپے کی اطلاع دی۔
اور سن تو۔ پھر تم گلشن کا لوہی کی کوشی بنبرا ایک مسودہ میں
راجروں سے ملنے گئے اور اس کے بعد تم جوز فین کلب میں گئے۔
اب بیلو۔ اب بھی تم کہو گے کہ میں راجروں کو نہیں جانتا۔"

مران نے تفصیل بتلتے ہوئے کہا۔

بکواس سب بکواس میں کہیں نہیں گیا۔ اور نہ ہی میں راجہ کو جانتا ہوں اور نہ ہی میرا راجہ سے کوئی تعلق ہے۔ اسی کا مطلب ہے تمہارا تعلق آشیلی جنس سے ہے۔ تم نے یہ لئے بھی ایک غلط حرکت کی تھی اور تمہارے افسران کو معافی نہیں پڑھی اور میں خاموش ہو گیا۔ میکن اب تم پھر آجئے ہو اب تمہیں ہلکتا پڑے گا۔ پرووفیسر نے غصے سے چختے ہوئے کہا۔ اس کی آواز کافی بلند تھی۔ اور عمران سمجھ گیا کہ وہ جنگ کم اپنے ساتھیوں کو بلانا چاہتا ہے۔ اور وہی ہوا۔ جنہی لمحوں بعد ہی در دارے کھلنے کی آوازیں سنائی دیں۔ اور پھر تری ٹیکری غیر ملکی فوجوں اندر داخل ہو گئے۔

”اوہ تو یہ پھر آجیا۔ تم کیوں آتے ہو؟“ ایک غیر ملکی نے فیاض کو دنکھتے ہی غصے سے چختے ہوئے کہا۔ اور باتی لوگوں کا موڑ بھی جارحانہ ہو گیا تھا۔

”یہ سفارت خاتمے شیلی فون کو داد رسپری یا سیکرٹری کو بلا قہ۔ ان لوگوں کو اب نکمل ستر اطمینی چاہئے۔“ پروفیسر نے غصے سے چختے ہوئے کہا۔

اور ایک غیر ملکی سر بالا ہوا تیری سے بھر لے میں رکھے ٹیلی فون کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ عمران خاموش کھڑا رہا جب کہ فیاض کارنگ بدلتے لگا۔ عمران کی خاموشی اُسے بھری طرح کھل رہی تھی۔ اُسے اصل حضورت حال کا علم فتحاللہ پر فلمہ غیر ملکی انجنئر سے اور معزز مہماں ہے پھر آخرتی بات کیا ہوتی۔

سیفِ حاصل بخود آرہے ہیں۔” پڑھ۔ اس دوران
شیلی فون سے فارغ ہو گیا تھا۔ اس کے بعد میں بے پناہ سختی
کھلتی۔

یہ کیا ایک شیلی فون ہمیں بھی کرنے کی اجازت ہے؟
عمران نے بڑے مضمون لمحے میں کہا۔

”اب تم پیچ کر نہیں جا سکتے۔ چاہے جو بھی کرو۔“
پر و فیسر نے غصہ سے پچھے ہوتے کہا۔

”آنام سے بات کرو پر و فیسر۔“ تم ایک ذمہ دار آفیسر
کے سامنے کھڑے ہو۔ بتھا را سیفِ آجاتے پھر بات ہو گی۔ میں
دیکھتا ہوں تم راجر کا پتہ کیسے نہیں بتاتے۔ ہمارے پاس
کمل ثبوت ہے کہ تم راجر کو جانتے ہو۔“ عمران نے بڑے
سبزی میہدہ اور باوقار لمحے میں کہا۔ اور اس کا انداز ایسا تھا کہ رفیسر
اور دوسرے غیر ملکی یک دم خاموش ہو گئے اور عمران نے آجے
بڑھ کر شیلی فون کا رسیو رکھا یا۔ اور دوسرے لمحے اس نے
تیزی سے منبر گھانتے شروع کر دیئے۔

”ہیلو۔“ دوسری طرف سے ایک آواز سنائی دی۔
”سر سلطان سے بات کرو جلدی۔“ عمران نے سخت
لمحے میں کہا۔

”بہتر جناب۔“ دوسری طرف سے بولنے والا شاید
عمران کے لمحے سے مرغوب ہو گیا تھا۔
اور چند لمحوں بعد سر سلطان کی آواز سنائی دی۔

”سلطان سپیکنگ کون صاحب ہیں؟“ سلطان
تے سخت بچے میں کہا۔

”میں پر و فیسر گھوش بول رہا ہوں سلطان۔ سپر ٹرنڈنٹ
فیاض میرے ساتھ ہے“ عمران نے اپنے اصل بچے
میں کہا۔

”ادہ تم عمران تم مگر یہ پر و فیسر گھوش کیا
مطلوب؟“ سلطان نے بچھے ہوتے بچے میں کہا۔ وہ
عمران کی اصل آدان پیچان کئے تھے۔ اس لئے ان کے منہ
سے بے اختیار عمران کا لفظ نکل گیا تھا۔

”میں پر و فیسر گھوش ہوں جناب۔ آپ فدائشاہی
روڈ کی پیلی عمارت میں آ جائیئے۔ جہاں غیر ملکی انجینئرز ٹھہر نے
ہرے ہیں۔ وہاں ان کے سفارت خل نے کا سفیر بھی آ رہا ہے۔
آپ فوراً پہنچ جائیں۔ حالات خراب ہیں۔“ عمران نے
تیز بچے میں کہا۔

”کیا سر رحمان کو بھی لے آتا ہے؟“ سلطان شاید
ساری صورت حال سمجھ گئے تھے۔

”آپ خود پہنچیں کیئے؟“ عمران نے کہا اور سیور
رکھ دیا۔

”آخر آپ لوگوں نے ہمیں ہی کیوں تاک رکھا ہے۔ آخر بات
کیا ہے۔ آپ کس کیس کی تفتیش کر رہے ہیں؟“
ایک غیر ملکی نے اس بارہم بچے میں کہا۔

”ہم تو صرف پروفیسر سے راجڑ کا پتہ پوچھ رہے ہیں اور بس۔
جو انہیں بتانا پڑتے گا۔“ عمران نے کہا۔
”جیں جب کسی راجڑ کو جانتا ہی نہیں تو میں بتاؤں گا کیسے؟“
پروفیسر نے غصے سے چختے ہوئے کہا۔
”آپ کو بتانا ہو گا پہنچ پروفیسر۔ ہم بھبھوں کو بھی بولنا سکھائیتے
ہیں۔“ عمران نے سخت پہنچ میں کہا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ پروفیسر کو فوجاں دیتا اپنائک
کئی کاروں کے اندر آنے کی آواز سناتی دی۔ اور کئی
غیر ملکی تیزی سے باہر کی طرف پکے۔
”مجھے بتاؤ کہ آخراب ہو گا کیا۔“ یہ پروفیسر مجرم ہے:
فیاض نے ٹھبرائے ہوئے پہنچ میں عمران کے کان میں سرخوشی مکوتے
ہوئے کہا۔

”سب ٹھیک ہو جائے گا۔“ گھرا وہ مت۔“ عمران
نے سر ملاٹتے ہوئے کہا۔
اُسی لمحے ایک ادھیر عمر بادقاں غیر ملکی اندر داخل ہوا۔ اس
کے پیچے پروفیسر کے ساتھیوں کے علاوہ چند اور۔“ غیر ملکی
بھی تھے۔ انہوں نے اپنے سینوں پر سفارت خانے مگرے
پہنچ آؤیزاں کر سکتے تھے۔

”میرا نام کنگس ہے اور میں اس ملک میں مغربی جمہونی کا سفیر
ہوں۔“ اس ادھر عمر غیر ملکی نے اندر آتے ہنی بڑے
باوقار پہنچ میں عمران اور فیاض سے مخاطب ہو کر کہا۔

”میر انعام پر و فیسر گھوش ہے۔ میرا تعلق مقامی یونیورسٹی کے شعبہ تحقیق جرائم سے ہے۔ اور یہ یہاں کی سفارش انتیلی جنس بیویو کے سپر فنڈ نٹ فیاض میں ہے۔“ عمران نے بھی جواب میں اپنا اور فیاض کا تعارف کرتے ہوئے کہا۔

”آپ تو گیا یہاں کیسے آتے ہیں۔ کیا یہ انجینئر مجرم ہیں؟“ سفیر کا لمحہ یک دم سخت ہو گیا۔

”سمنے انہیں کب مجرم کہا ہے۔ ہم تو پر و فیسر ڈنکن سے راجڑ کا پتہ پوچھنے آتے ہیں۔ انہوں نے پتہ بتانے کی بجائے آپ کو بلالیا۔“ عمران نے ہی جواب دیا۔

”میں کسی راجڑ کو نہیں جاتا۔“ لیکن یہ تو گل بند ہیں۔ آج سے چند روز پہلے بھی انہوں نے ہی حکمت کی بھی کہ یہ اچانک یہاں آ گئے۔ اور انہوں نے ہمیں بین الاقوامی مجرم بتایا۔ اور ہم سب کو ہتمکڑیاں لھادیں۔ پھر ان کے افسران آ گئے۔ انہوں نے ہتمکڑیاں کھلوا دیں اور ہم سب سے معافیاں مانگنے لگے کہ سب کچھ کسی فلظ فرمی کی بنا پر ہوا ہے جس پر ہم خاموش ہو گئے اور ہم نے آپ کو بھی اطلاع نہ دی۔“ آپ یہ پھر آ گئے ہیں؟“ پر و فیسر نے سخت لمحے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ تو یہ بات ہے۔ سیکرٹری“ سفیر نے پر و فیسر کی بات سنتے ہی اشتہاری غصیلے لمحے میں اپنے ساتھی سے مخاطب ہو کر کہا۔

”میں سر۔“ ایک غیر علکی نے موذبانہ لمحے میں کہا۔

سیکرڈی — تم وزارت خارجہ سے فوں ملا گی۔ میں حکومتی سطح پر احتجاج کرنا چاہتا ہوں ॥ سیفربنے سیکرڈی سے مخاطب ہو کر کہا۔

”فوں کرنے کی تکلیف مجھ کریں — وہ خود یہاں آ رہے ہے میں میں نے انہیں بلوایا ہے ॥ عمران نے سرملاتی ہوئے جواب دیا۔

”اوہ — تو کیا مہباد می نظر میں دا تھی یہ لوگ مجرم ہیں۔ کیا تم اسے ثابت کر سکتے ہو؟“ سیفربنے جو می طرح پختے ہوئے کہا۔

”ابھی پتہ چل جائے گا — پر وغیرہ نے جیسے ہی راجہ کا پتہ بتایا مجرم آپ کے سامنے ہو گا ॥“ عمران نے سپاٹ لے کر میں جواب دیا۔

اور پھر اس سے ہمیلے کہ کوئی عمران کی بات کا جواب دیتا۔ اچاک ایک اور کارکے رکنے کی آواز سنائی دی۔ اور پھر حیند محوی بعد سرسلطان اندر داخل ہوئے۔

”سرسلطان دیکھئے آپ کے آدمیوں نے یہاں کیا چکر چلا کھا ہے۔ میں حکومتی سطح پر آپ سے احتجاج کرتا ہوں ॥“ سیفربنے سرسلطان کو دیکھئے ہوئے تیر کچھ میں کہا۔

کیا بات ہے پر دیس رکھو مش ॥ سرسلطان سیفربنے جواب دینے کی جاتے عمران سے مخاطب ہوئے۔

”سپز شندش ٹیاچن نے آخو کارڈیں سرکل کے جتاب ॥“

مجرموں کو بکپڑی لیا تھے۔ اس تنظیم کا سراغنہ راجر ہے۔ اس کی امداد ایک مقامی لڑکی شہلا کر رہی تھی۔ ان لوگوں کا مشن اس ملک میں مشیات کی ایک خاص قسم ہے یہ ایم۔ زیڈ کے نام سے پکارتے ہیں پھیلا نا تھا۔ ان کا طریقہ کاریہ ہے کہ یہ ایم۔ زیڈ کو جو انسان میں انتہائی جنسی جذبات اجاگر کر دیتا ہے۔ اعلیٰ طبقے کے مردوں اور عورتوں میں ہفت تقسیم کرتے اور جب وہ اس کے عادی ہو جاتے تو پھر انہیں بلیک میل کر کے ان سے بھاری دوست کے ساتھ ساتھ ملکی ٹاپ سیکرٹ راز حاصل کئے جلتے۔ یہ سب کام یہ لوگ انتہائی خاموشی سے کرتے ہیں۔ راجرنے ایم۔ زیڈ کو پھیلانے کے لئے شہلا کو مہرہ بنایا۔ اور شہلانے ایم۔ زیڈ اعلیٰ طبقے کی چند لڑکیوں کو ایک ہوٹل میں پلا دیا۔ وہاں سے ایم۔ زیڈ کی شیشی میرے ہاتھ لگی اور میں نے اس کا تجزیہ کیا۔ اور اس طرح اصل صورت حال سامنے آگئی۔ لیکن انہیں بھی اللاح مل گئی۔ کہ انتہی جنس ان کے یونچے لگ گئی ہے۔ چنانچہ انہوں نے فیاض صاحب پر حملہ کر دیا۔ مگر فیاض صاحب نے کمال بہادری اور جرأت سے کام لیتے ہوئے ان سب کا خاتمه کر دیا۔ اس پر راجرنے جو گلشن کالونی کی کوئی نمبر ایک سودس میں رہائش پذیر تھا۔ کوئی چھوڑ دی۔ اور پھر جو زفین کلب جا کر جہاں شہلا رہتی تھی اُسے قتل کر دیا اور اس کی لاش یہاں اس بلڈنگ میں چھپا دی۔ عمران نے تفصیل بتا دی۔

”اس بلڈنگ میں کیا بکواس ہے۔ راجر کا اس بلڈنگ

سے کیا تعلق ہے۔ پروفیسر نے غصے سے چھنتے ہوئے کہا۔
 ”آپ لوگ واقعی انجینئر ہیں اور ہمارے لئے قابل احترام ہیں۔ آپ کا اس تنظیم سے کوئی تعلق نہیں۔ لیکن صرف آپ کا۔ آپ براۓ کرم جا کر اس بلڈنگ کی تلاشی لیں آپ کو لاش مل جائے گی۔“ عمران نے پروفیسر کے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔
 ”جاؤ دیکھو۔“ ابھی پتہ لگ جائے گا کہ کیا سچ ہے کیا جھوٹ ہے۔“ سفیر نے دانتوں سے بونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر عمران کے باعتماد ہجے کی وجہ سے ابھن کے آثار نمایاں ہو چکے ہتھے۔

سفیر کے کہنے پر چند غیر ملکی نوجوان تیزی سے باہر نکل گئے اور پھر کھوڑی دیر بعد باہر شور سا مچا۔ اور پھر بجا چھتے ہوئے قدریں کی آوازیں نزدیک آتی چلی گئیں۔

سرسر۔ بلڈنگ کے شمالی کونے میں ایک رکاوٹ کی لاش موجود ہے۔ وہ باڑ کے پیچے پڑی ہوئی ہے۔ ایک غیر ملکی نے خوف زدہ ہجے میں آگر اطلاع دیتے ہوئے کہا۔ اور سفیر کے ساتھ ساٹھ سب لوگ جنمی طرح چونک پڑے۔ پروفیسر کی آنکھوں میں بھی ابھن کے تاثرات ابھرتے۔

بکواس ہے یہ سازش ہے۔ یہ ان کا حرب ہے۔ انہوں نے کسی رکاوٹ کی لاش اندر پھینکوادی ہو گئی۔ پروفیسر نے غصے سے چھنتے ہوئے کہا۔

”میں خود لاش دیکھنا چاہتا ہوں۔“ سفیر نے اٹھتے

ہوئے کہا۔

”یہیں منگوایجئے“ — عمران نے کہا۔ اور پھر سفیر نے سر ملا دیا۔ چنانچہ تھوڑی دیر بعد شہلا کی لاش اٹھا کر اس بھرے میں لائی جئی۔

مگر اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ یہ لاش اُسی راجرنے یہاں لکر ڈالی ہے۔ اور پھر پروفیسر کا راجر سے کیا تعلق ہے اس بات کو ثابت کیجئے؟ — سفیر نے پتھرہ بہلتے ہوئے کہا۔

”آپ کا انجینئر پروفیسر ڈنکن ہے نا۔“ اور آپ پروفیسر ڈنکن کی سفارتی حمایت کے لئے یہاں آئے ہیں۔ آپ کا بین الماقومی مجرم تنظیم کے سراغنے سے تو کوئی تعلق نہیں۔ عمران نے بڑے بادقار بیجے میں سفیر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”بالکل بالکل۔“ ہمارا مجرموں سے کیا داسٹہ پروفیسر سما رے معزز ترین آدمی ہیں۔ آپ کو ان پر غلط شبہ کرنے کے بھی ہولناک نتائج بھلتنا پڑیں گے۔“ سفیر نے جواب دیا۔

”تو پھر یہ راجرتلے کا کر پروفیسر کہاں ہے؟“ — عمران نے اچانک پروفیسر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”الکٹ ٹک کیا مطلب؟“ — پروفیسر نے جھکا کھا کر دو قدم پہچے ہٹتے ہوئے کہا۔ اور عمران کے اس فقرے پر کہرے کا ہر فرد بُری طرح اچھل پڑا۔

فیاض اب اتنا احمد بھی نہ تھا کہ عمران کے فقرے کا مطلب نہ سمجھتا۔ اس نے تیزی سے روپا ورہ نکالتے کے لئے ہاتھ ڈالا۔

تم بکواس کر رہے ہو — مجھ پر ازام لگا رہے ہو ۔۔۔ پروفیسر
نے چختے ہوئے کہا۔ مگر اس کا لمحہ صاف چغلی کھارہ پا بخا کردہ شدید
ٹور پر پوکھلا گیا ہے۔

ٹیک اپ آتا کر دکھادوں — میری نظریں ٹیک اپ
کے اندر کی اصل شکل کو بھی پہچانتی ہیں ۔۔۔ عمران نے مسکلتے
ہوئے کہا۔

مگر دوسرے لمحے سرسلطان کی چیخ سے کھڑہ گونج اٹھا پر فیسر
نے کسی چیتے کی سی تیزی سے چلانگ لگائی — اور پیک جھکنے
میں اس نے قریب موجود سرسلطان کی گردان میں یا تھڈاں کر
انہیں اپنے سینے سے چلکایا۔ اب اس کے ہاتھ میں زیو انور جھکنے
لگا تھا۔

میں اس کو گولی مار دوں گا — ہٹ جاؤ — سب لوگ
ہٹ جاؤ ۔۔۔ راجرنے اس بار اپنی اصل آواز میں چنتے
ہوئے کہا۔

بس جناب سفیر صاحب — اب آپ کو شہوت مل گیا۔ اب
تو آپ حکومتی سطح پر احتجاج نہیں کر سکتے ۔۔۔ عمران نے
یوں سہمنش انداز میں کہا جیسے توئی شعبدہ گر اپنی کامیاب
شعبدہ گری کے متعلق راتے نے رہا ہو۔

ٹیک ہے ٹیک ہے — مگر ۔۔۔ سفیر بڑی طرح
بوکھلا گیا تھا۔ باقی انجینئر بھی حیرتست آنکھیں چاٹے کھڑے
تھے۔ ان کے خواب میں بھی یہ بات نہ آسکتی تھی کہ پروفیسر ٹھکن کی

بجائے یہ کوئی مجرم ہو سکتا ہے۔
 فیاض نے تیز می سے ہولسٹر سے ریو اور چینچا وہ شاید جوش
 میں آ کر کچھ کرنا چاہتا تھا۔ مگر عمران نے ہاتھ کے اشارے
 سے اُسے روکتے ہوئے کہا۔
 ”صبر کرو فیاض۔ سرسلطان پھی مارنا جانتے میں“

عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 اور دوسرا بھائی ان سب کی آنکھیں مزید حرمت سے چھلیتی
 چلی گئیں جب اچانک سرسلطان کے جسم نے مخصوص انداز
 میں مجھٹکا کھایا۔ پر ویسرا چنگ کر کسی گئنہ کی طرح ان کے سر کے
 اوپر سے ہوتا ہوا عمران اور فیاض کے سامنے پشت کے بل
 زیمن پر آ گرا۔ اس کے ہاتھ سے ریو اور چھوٹ گیا تھا۔
 پر ویسرا کے گرتے ہی عمران کسی عقاب کی طرح اسپر چھٹا اور پنڈ لمحوں ہیں
 پر ویسرا زمین سے اٹھ کر ان کے سامنے کھڑا تھا۔ مگر اس
 کی حالت یہ بھتی کہ اس کے دونوں ہاتھ اس کی پشت پر مڑ کر
 عمران کے ہاتھوں میں جکڑے ہوئے تھے۔ اور پھر فیاض نے
 انتہائی تیزی سے متھکڑی نکال کر اس کی دونوں کلامیوں کے
 گرد پھرتی سے ڈال کر کلپ لگادیا۔ اور عمران نے ہاتھ چھوٹ
 دیئے۔ اب پر ویسرا بھی طرح بے بس ہو گیا تھا۔

”واہ سرسلطان صاحب۔ آپ کو درلڈ ریسلنگ چمپین
 ہونا چاہیے۔ کیا دادا ماہا ہے؟“ عمران نے ہفتے ہوئے کہا۔
 اور سرسلطان مسکرا دیئے۔

عمران نے ایک کیس کے بعد سرسلطان کو دو چار خطرناک قسم کے داؤ کی باقاعدہ ٹرینگ دی تھی۔ تاکہ کسی بھی موقع پر وہ فوجی طور پر اپنا بچاؤ کر سکیں اور عمران نے اسی لئے جان بوجہ شگر ایک داؤ کا نام لیا تھا۔ اور اس کا نام سنتے ہی سرسلطان نے انتہائی مہارت سے وہ داؤ لگادیا اور ٹیکھے سب کے سامنے آگیا۔

پانی اور تو لیہ لاؤ۔ میں ابھی اس کا میک اپ صاف کر دتا ہوں۔ عمران نے یوں ہاتھ علٹھتے ہوئے کہا۔ جیسے وہ یعنی پر کھڑا نیامتا شہ دکھلنے کے موڑ میں ہو۔ اور عمر ایک انجینئر تیزی سے باہر رہا۔ اور چند لمحوں بعد وہ ایک جگہ میں پانی اور تو لیہ لے کر آگئا۔ عمران نے جب سے میک اپ باکس مکالا۔ اور اس میں سے ایک ٹیوب نکال کر اس کا پیٹ پرو فیسر کے چہرے پر مل دیا۔ اور پھر پانی سے اس کا منہ دھو کر جب اس نے اس کا منہ تو لیسے تو اُنہا تو پر و فیسر کا میک اپ صاف ہوتا چلا گیا۔ اب وہاں راجہ موجود تھا۔

غاظرین و حاضرین۔ ڈیکھ سرکل کے سورج نہ اور بن الاقوامی مجرم راجہ سے میلے۔ جسے سترل انسٹی جنس پریور کے پیغمبر نہ فیاض نے گرفتار کیا ہے۔ عمران نے پچھے بیٹھتے ہوئے کہا۔ مگر پروفیسر ڈیکن کہاں ہے؟۔ سفیر اور پروفیسر کے مانیقیوں نے حیرت بھرے ہجے میں کہا۔ جہاں تک میرا خیال ہے۔ اس نے پروفیسر کو ختم کر کے

اس کا روپ دھار لیا ہے۔ پروفیسر بھی شاید اس کا ساتھی تھا۔ پھر پروفیسر کے روپ میں اس نے جوز فین کلب جا کر شہلا کو ختم کیا اور اس کے بعد یہاں آگیا۔ تاکہ پروفیسر کے روپ میں اُسے سفارتی حمایت مل جاتے اور اسی آٹھ میں یہ یہاں سے فرار ہو سکے مگر انہیں جنس کا سپرنٹنٹ فیاض اسے کہاں چھوڑتا تھا۔ عمران نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”سر سلطان—— میں شرمند ہوں۔ آپ لوگ واقعی بے حد ہیں ہیں۔ میں تو سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ ایسا بھی ہو گا۔“ سفیر نے انتہائی شرمند ہجے میں کہا۔

”آپ اپنا حکومتی سطح پر احتجاج واپس کر دے ہیں یا نہیں؟“ سر سلطان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اوہ—— مجھے مزید شرمند نہ کریں۔“ سفیر نے ندامت بھرے ہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”جناب—— کیا آپ مجھے راستے میں ڈرپ کر دیں گے۔ میں بوڑھا آدمی ہوں۔ کھڑے کھڑے تھک گیا ہوں۔ انہوں نے تو مجھے بیٹھنے کے لئے بھی نہیں کہا۔“ عمران نے بڑے مسے سہبجے میں سر سلطان سے مخاطب ہو کر کہا۔

”اوہ سوری—— ہمیں کیا معلوم تھا کہ یہ چکر ہے۔“ چند غیر عکلی انجینئروں نے شرمند ہوتے ہوئے کہا۔

”آپ کی شرمندگی سے میری تھکادٹ دور نہیں ہو سکتی۔ بھر جل آپ کا شکریہ۔ آپ نے کم از کم اتنا تعاون کیا ہے۔ کم

ہمیں فوراً پکڑ کر سینا نہیں شروع کر دیا۔ ورنہ تو مانش کرنے والا بھی تھکاوت نہ آتا رکتا تھا۔ عمران نے جواب دیا اور سب بے اختیار ہنس پڑے۔

”آئیے آئیے پروفسر۔ آپ جیسے معزز آدمی کو لفت دینا تو میرے لئے باعثِ افتخار ہو گا۔“ سرسلطان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اچھا جناب سپر نشست فیاض صاحب۔“ اب آپ جانیں اور آپ کے مجرم۔ میرے حق میں دعا کجیے اللہ تعالیٰ مجھے بجا رہی قرضن سے سبک دش کرنے کی کوئی سبیل نہیں اب کہی دیتا ہے۔“ عمران نے فیاض سے مخاطب ہو کر کہا ہو پروفسر کو پکڑے کھڑا کھڑا اور فیاض صرف پھیکی سی ہنسی ہنس کر مدد ہی گیا۔ ظاہر ہے وہ عمران کا اشارہ سمجھ گیا تھا۔ اور اُسے نظر آ رہا تھا کہ اُسے ایک اور چیک لکھنا پڑے گا۔

نحویں شد

عمران سیرز میں فورشادز سلسلے کا نیا اور منفرد نتول

مکروہ جرم

مصنف — مظہر کلیم ایم اے

جعلی اور نعلیٰ ادویات جس سے ہزاروں لاکھوں بے گناہ مریض تڑپ تڑپ کر دام توڑ دیتے ہیں۔

جعلی اور نعلیٰ ادویات جو ایسا مکروہ جرم ہے جسے کوئی بھی معاشرہ کسی صورت بھی قبول نہیں کر سکتا۔

جعلی اور نعلیٰ ادویات جس کے خلاف فورشادز اپنی پوری قوت سے میدان میں نکل آئے۔

جعلی اور نعلیٰ ادویات جس کا جال پورے ملک میں پھیلا ہوا تھا اور کھلے عام جعلی اور نعلیٰ ادویات فروخت کی جا رہی تھیں۔

مکروہ جرم جس کا پھیلاو دیکھ کر عمران اور فورشادز بھی حیران رہ گئے۔ کیا یہ سب کچھ حکومتی سرپرستی میں ہو رہا تھا؟

ایسے مجرم جو بظاہر انتہائی معزز تھے لیکن دراصل وہ مکروہ اور انتہائی قتل نفت مجرم تھے وہ لوہ جب سب سے بڑے مجرم کے خلاف قدس است کا قانون مکافات عمل حکمت میں آگیا۔ پھر کیا ہوا؟ انتہائی حریت انگیز اور عجیبت ناک نتیجہ

وہ لوہ جب فورشادز نے سوپر فیاض کو بھی ان مکروہ مجرموں کے ساتھ اغوا کر لیا اور پھر موت کے بے رحم پنج سوپر فیاض کی طرف بڑھنے لگے۔

۵) کیا سپر فیض بھی اس جنم میں حشرک تھا۔ کیا وہ بھی اسکے حکم کیا۔ یا؟
سلجی برانی کے اس قابل نفت جمل کو فور شاہزاد نے کس طرح توڑا۔ توڑ بھی
کے پا نہیں؟

(۵) انتہائی خوزیری اور اعصاب تنکن جب و جد پر مشتمل ایک ایسی کھلی جس کا ہر لمحہ موت اور قیامت کے لئے میں تبدیل ہو گیا۔



یوسف برادر ز پاک گیٹ ملتان

پیش نمبر

زیرو لا سٹری

مصنف

مظہر کلیم ایم ل

زیرو لا سٹری ایک پر اسرار لیبلڈری جس میں پاکیشیا کے خلاف ایک خوفناک تحریک فونک ماشر تیار کیا جا رہا تھا۔

زیرو لا سٹری جسے تلاش کرنے کی غرض سے عمران اپنے ساتھیوں سمیت ایکہ بیسا میں مختلف تنظیموں سے مل کر تباہ کر دیں۔ لیکن آخر کار اسے ناکامی ہوئی۔ کیوں؟

زیرو لا سٹری بین الاقوای مجرم تنظیم "گن گرین" کے تحت قائم کی گئی تھی اور گن گرین کا سربراہ شیطانی ساحرانہ قوتوں کا مالک ڈاکٹر فرینکسٹائن تھا۔ ایک حیرت انگیز روایہ ڈاکٹر فرینکسٹائن شیطانی ساحرانہ قوتوں کا مالک مادرن وچ ڈاکٹر جس کی قوتوں سے عمران بھی واقف نہ تھا۔ پھر —— ؟

ڈاکٹر فرینکسٹائن ایک ایسا کرواؤ جس نے اپنی ساحرانہ قوتوں سے عمران کی ذہنی اور جسمی قوتوں کو یکسر سلب کر دیا۔

ڈاکٹر فرینکسٹائن جس کے مقابلے میں آکر عمران، جوزف اور جوانا تینوں حصہ پیچو دیکھ دیے گئے۔

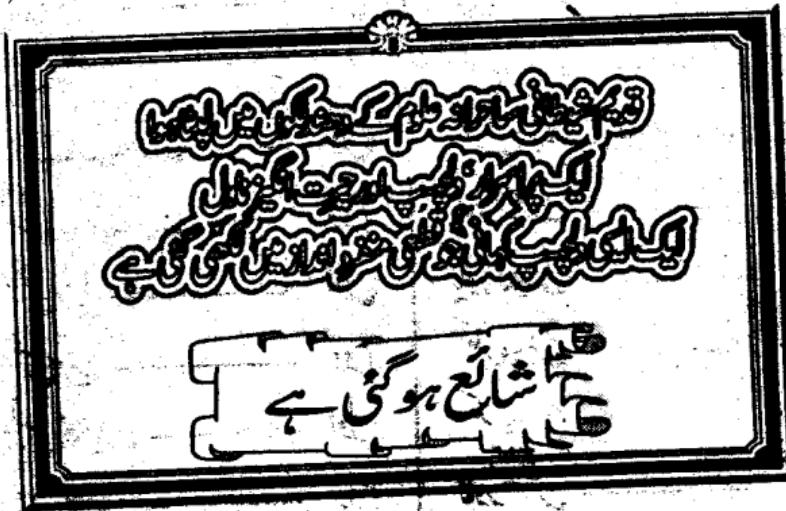
ڈاکٹر فرینکسٹائن ایک ایسا کرواؤ جس نے زیرو لا سٹری کے گرد اپنی شیطانی قوتوں کا ناقابل تحریک جال پھیلا رکھا تھا۔

موئیری ایک خوبصورت اور نوجوان لڑکی ملام ڈن شاجے موئیری یعنی غصبنک شینی کہا جاتا تھا۔

موئیری جس نے عمران، جوانا اور شاہنگر کی نظروں کے سامنے جو نفیجی سے شہزادی کی
گردان اپنے خوناک دانتوں سے بسموڑ کر رکھ دی۔ انتہائی حریت انگریز ہمیشہ
زیوالا شری جس کی تباہی کے لئے عمران طاس کے ساتھیوں کی مکمل بے سی کے
بعد شاہنگر نے بے مثل اور جان لیوا جدوجہد کی۔ کیا شاہنگر کامیاب ہو گیا۔ یا؟
زیوالا شری کیا عمران اور اس کے ساتھی اس پر اسرار لیبادڑی کو جلد کرنے میں کامیاب
بھی ہو سکے۔ یا؟

ڈاکٹر فریڈنکشاں جس کی شیطانی قوتیں سے مقابلہ کرنے کے لئے عمران کو بلاخنز نورانی
قوتوں کا سہارا الیتا پڑا۔ کیا عمران نورانی قوتیں کی مدد سے ڈاکٹر فریڈنکشاں کو بخاست
ہیئے میں کامیاب ہو سکا۔ یا۔۔۔؟

جوزف افریقہ کا شہزادہ جس نے عمران کی جان بچانے کے لئے اپنے آپ کو شیطانی
قوتوں کی بھینٹ پڑھا دیا۔ کیا جوزف ہمیشہ کے لئے عمران سے نچھر گیا۔ یا؟



یوسف برادر زیاں گیر ملتان

شہرہ آفاق مصنف جناب مظہر کلیم ایم اے کی عمران سیر نز

مکمل	معذی را سکل	لائک بیڈ پلیکس	اول
مکمل	راک ہیڈ	لائک بیڈ پلیکس	دوم
اول	عمران کا اغوا	لائک بیڈ پلیکس	اول
دوام	عمران کا اغوا	لائک بیڈ پلیکس	دوم
مکمل	سپارکو	بلاسٹنگ اشیش	اول
مکمل	ڈائمنڈ پاؤڈر	بلاسٹنگ اشیش	دوم
مکمل	تفریحی مشن	سلاسک سفتر	اول
اول	ٹریئی	سلاسک سفتر	دوم
دوام	ٹریئی	بلیک کرام	اول
اول	گرین ڈسٹھ	دوام	بلیک کرام
دوام	گرین ڈسٹھ	لاسٹ اپ سیٹ	اول
اول	پاور لایجنٹ	لاسٹ اپ سیٹ	دوم
دوام	پاور لایجنٹ	سفلی دنیا	اول
اول	مکروہ جرم	سفلی دنیا	دوم
دوام	مکروہ جرم	پرس کاچن	اول
مکمل	ٹاور پیکش	پرس کاچن	دوم

یوسف برادر ز پاک گیٹ ملتان